بندہ سنگھ بہادر
نانک چند ناز
قیمت:
اڑھائی روپے

حالاتِ زندگی

بندہ سنگھ بہادر

پیدائش ——— ۲۷ اکتوبر ۱۶۷۰ء

وفات ——— ۹ جون ۱۷۱۶ء

مصنفہ :-

تانک چند ناز

پبلشرز : میسرز جواہر سنگھ کرپال سنگھ
بک سیلرز ۔ امرتسر

وزیر ہند پریس امرتسر میں باہتمام بابی لاجونت کور پرنٹر چھپوا کر بھائی جواہر سنگھ کرپال سنگھ پبلشرز نے بازار مائی سیواں امرتسر سے شائع کیا۔

زِ من ہنگامۂ دِہ ایں جہاں را
دگرگُوں کُن زمین و آسماں را
زِ خاکِ ما دِگر آدم برانگیز
بکُش ایں بندۂ سُود و زیاں را

(اقبالؔ)

ترا یک نکتۂ سربستہ گویم
اگر درسِ حیات از من بگیری
بمیری گر بہ تن جانے نداری
اگر جانے بہ تن داری نمیری
علامہ اقبال

ھ
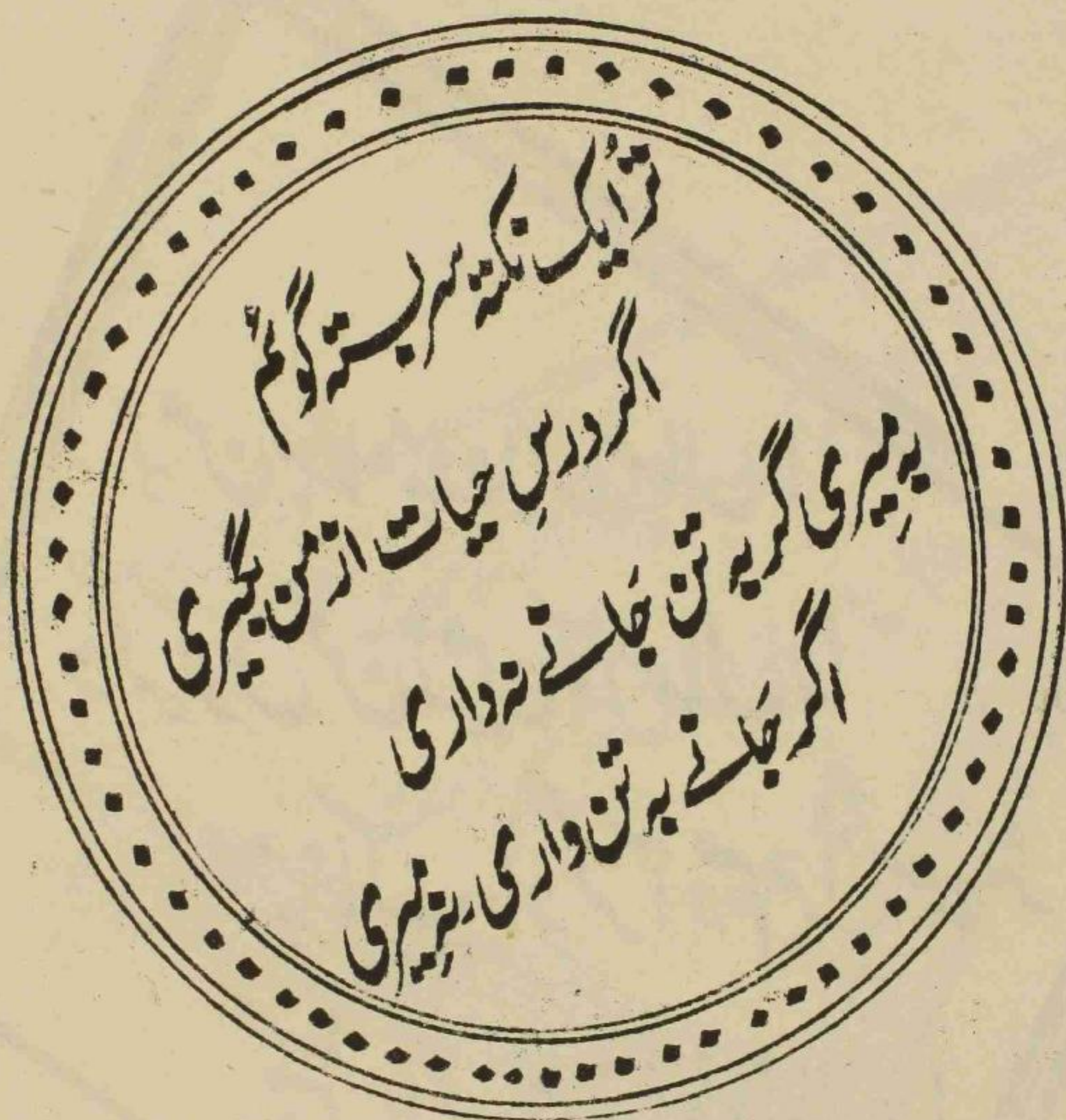
مُغل حکومت کے دَوران میں

پنجاب میں سکھ راج قایم کرنے والا

سنت سپاہی
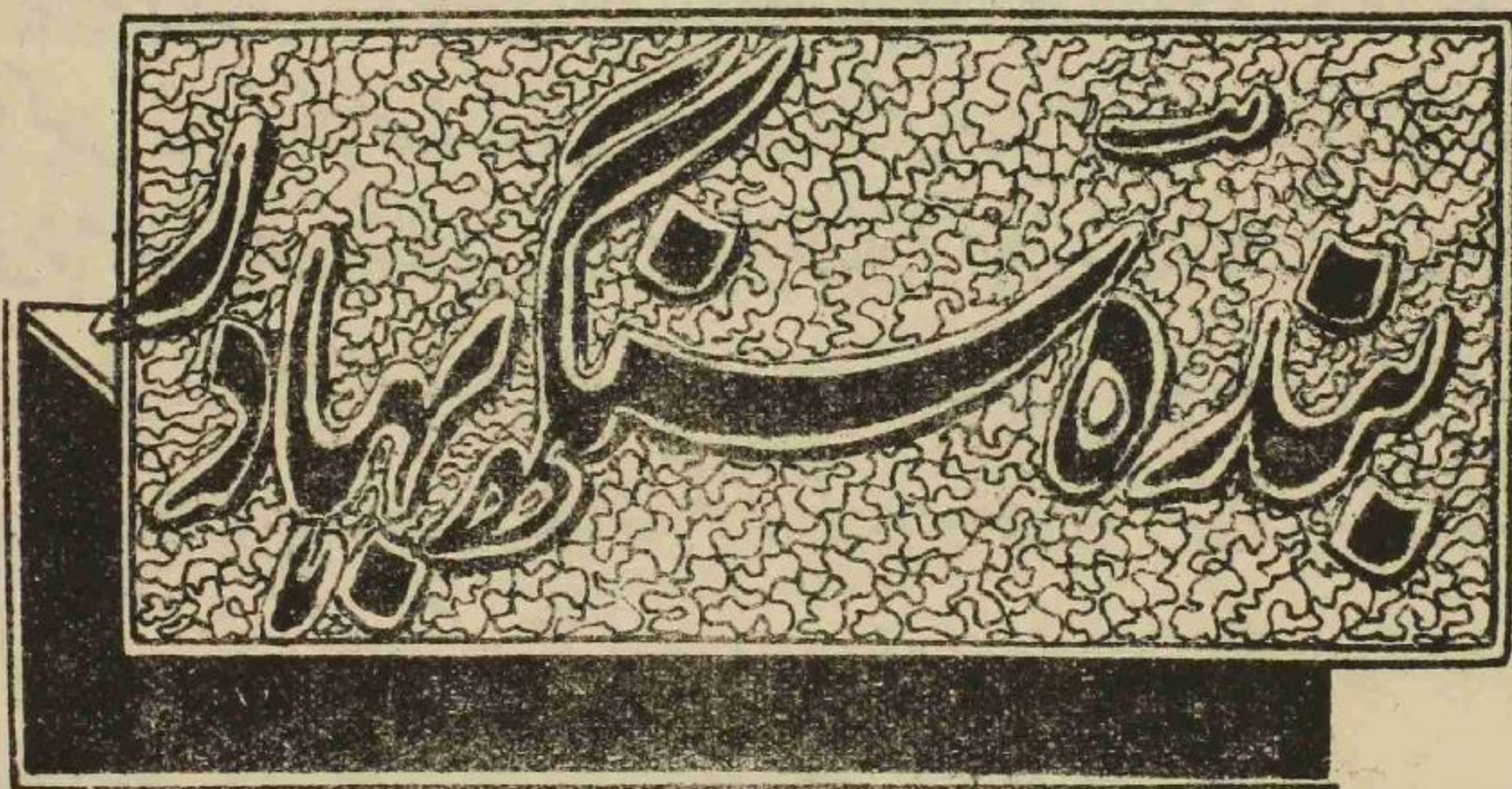
کئی تاریخی کتابوں کے مطالعہ کا نچوڑ

مصنفہ:-
نانک چند ناز
ایڈیٹر روزانہ "پربھات" جالندھر

پیش لفظ

خالصہ پنتھ کو ساجنے والے سری گورو گوبند سنگھ جی کی دو رچنائیں "ظفرنامہ" اور "وچتر ناٹک"۔ مَیں نے ترجمہ کر کے عوام کی خدمت میں رکھیں "ظفرنامہ" مہاراج نے فارسی میں لکھا اور "وچتر ناٹک" کھڑی بولی میں۔ مَیں نے ان دونوں کا اُردو میں منظوم ترجمہ کر کے گورو صاحبان کے خیالات کو اُردو دان پبلک کے سامنے رکھا۔ مجھے اس بات کا فخر ہے کہ یہ دونوں کتابیں بہت مقبول ہوئیں کئی ایڈیشن چھپنے کے باوجود ان کی مقبولیت میں فرق نہیں آیا۔

یہ تیسری کتاب ہے جسے مَیں پبلک کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ "بندہ سنگھ بہادر کون تھا؟ کہاں سے اُٹھا؟ کیوں اُٹھا؟ کیا کیا کارہائے نمایاں اس نے کئے؟ کس طرح مغل سلطنت سے ٹکرایا۔ اسے پاش پاش کیا۔ اور انجام کار کس طرح بہادری سے اپنی جان قربان کر گیا؟" یہ سب واقعات مَیں نے تاریخ کی روشنی میں جمع کئے ہیں۔ اور انہیں تاریخی پس منظر کے ساتھ اس کتاب میں رکھ دیا ہے۔ بندہ سنگھ بہادر ایک ویراگی سادھو تھا۔ پنجاب سے باہر چلا گیا تھا۔ مگر گورو گوبند سنگھ جی کا حکم پاکر پنجاب میں واپس آیا۔ یہاں خالصہ فوج مرتب کی مغل سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اور سارے موجودہ میں سکھ راج قائم کر دیا۔ یہ اس کے عروج کی جوش انگیز داستان ہے۔ جسے ناظرین پڑھیں گے۔ تو عش عش کر اُٹھیں گے۔

اس کتاب میں جتنے بھی حوالے دیئے گئے ہیں مستند کتابوں پر مبنی ہیں۔ واقعات تاریخی ہیں ہاں نتائج میرے اخذ کردہ ہیں۔ ناظرین ان نتائج سے اتفاق کریں یا نہ کریں یہ اُن کے ذوقِ مطالعہ پر موقوف ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ مَیں نے اس کتاب کے ذریعہ پنجاب کے ایک بھولے ہوئے ماضی کو اجاگر کیا ہے۔ ؎

"گر قبول افتد زہے عز و شرف"

نانک چند ناز۔ جالندھر

دہلی کے مُغل قید خانہ میں

مغل جلاد:- یا اسلام قبول کرو۔ یا یہ لو خنجر۔ اپنے لڑکے کا سینہ چیر دو!

بندہ سنگھ بہادر:- میں اپنا دھرم نہیں چھوڑوں گا۔ نچے کے سینے میں خنجر بھونک سکتا ہوں۔

اس نے اپنے بچّے کو قربان کر دیا۔ خود بھی شہید ہو گیا۔ مگر دھرم نہ چھوڑا۔

(اس کتاب میں درج ایک واقعہ)

یادداشت

۱۔ یہ کتاب دو سال کے مطالعہ کا نتیجہ ہے۔

۲۔ مصنّف —— نانک چند ناز۔ ایڈیٹر "پربھات" جالندھر

۳۔ کتابت —— سورن سنگھ خوشنویس "شکتی نگر" ماڈل ہاؤس جالندھر

۴۔ پبلشرز —— میسرز جواہر سنگھ۔ کرپال سنگھ
—— تاجرانِ کتب۔ بازار مائی سیوال امرتسر

۵۔ صرف پہلے ایڈیشن کے حقوق پبلشر نے حاصل کئے ہیں

۶۔ انکے علاوہ تمام حقوق بحق مصنّف محفوظ ہیں۔

۷۔ آغازِ تصنیف —— جون ۱۹۵۵ء

۸۔ تکمیلِ تصنیف —— دسمبر ۱۹۵۹ء

ہندوستان میں سترہویں صدی کا زمانہ

کسی بھی ملک کی راج نیتی اور دھرم کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ خصوصاً ہندوستان میں جب کی سرزمین پر ایشیا کے دو بڑے دھرم پھولے پھلے۔ راج نیتی (سیاست) اور دھرم (مذہب) پہلو بہ پہلو چلتے رہے ہیں۔ اس ملک کا ابتدائی یا پرانا دھرم آریہ دھرم ہے جس نے بعد میں ہندو دھرم کی شکل اختیار کر لی۔ اور جو بعد میں پرانا ہو جانے کی وجہ سے کئی شاخوں میں بٹ گیا۔ آریہ دھرم یا آریہ تہذیب یا آریہ تمدن ہندوستان کی سرزمین سے وابستہ ہے۔ اس لئے ہندوستان کی تاریخ پر یوں اثر انداز ہوا ہے۔ کہ دھرم، تمدن، تہذیب اور تاریخ ایک ہی چیز کی مختلف شکلیں بن گئی ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بھی صحیح ہے۔ کہ ان چیزوں ہی کا نام وطنیت یا دیش بھگتی ہے۔ کوئی شخص ہندوستانیت پر تب ہی فخر کر سکتا ہے۔ جب وہ اس دیش کا وفادار ہو۔ وفادار ان معنوں میں کہ اس کی تہذیب کا شیدائی ہو۔ اس کے تمدن کی جھلک اس کی زندگی میں پائی جائے۔ اور اس کی تاریخ کے صفحات پر جو ٹکراؤ وقتاً فوقتاً ہوتے رہے ہیں۔ ان سے متعلق اس کا عقیدہ بھی وطنیت پر مبنی ہو۔ وہ شخص ہندوستانی نہیں۔ جس کی رگوں میں یہ سننے کہ چندر گپت موریا نے یونان کے حملہ آور سکندر کو شکست دی تھی خون دوڑنے نہیں لگ جاتا۔ وہ شخص ہندوستانی نہیں۔ جو جب یہ سنے۔ کہ محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا۔ تو اس کے دل میں اس غیر ملکی حملہ آور کیلئے جذبۂ منافرت پیدا نہ ہو۔ وہ شخص ہندوستانی نہیں جس کو جب یہ بتایا جائے۔ کہ سری گورو گوبند سنگھ جی نے مغل بادشاہ کے خلاف جنگ لڑی تو اس کی رگوں میں جوش ٹھاٹھیں نہ مارنے لگ جائے۔ اور بے اختیار وہ یہ نہ پکار اٹھے۔ کہ "گورو مہاراج کی جے"

یاد رکھئے کہ قومیت معمولی چیز نہیں۔ نہ ہی کوئی سطحی جذبہ ہے۔ بلکہ انسانوں کی فطرت میں بہت گہرا گھاؤ ہے۔ قومیت کسی ملک کی صدیوں تاریخ کا نام ہے۔ جو اس ملک کے دھرم، تمدن اور تہذیب میں سے ہوئی ہوئی زمانہ حال تک پہنچی ہے۔ جو شخص اپنے ملک یا اپنی قوم کی تاریخ کو نہیں جانتا۔ وہ اپنی قومیت کو بھی نہیں پہچان سکتا۔ جو شخص سری گورو گوبند سنگھ جی، چھترپتی سیواجی مرہٹہ اور میواڑ پت رانا پرتاپ کے کارناموں پر فخر نہیں کرتا۔ اور ان سے زندگی کا پیغام نہیں لیتا وہ ہندوستانی قومیت سے کوئی اُنس نہیں رکھتا۔ قومیت کا یہ پس منظر اس لئے بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے سمجھ لیں۔ کہ سترھویں صدی ہندوستان کی تاریخ میں ایسی صدی تھی۔ جب دو قومیتوں میں زبردست ٹکر ہوئی تھی۔ ایک قومیت وہ تھی۔ جو اس ملک کی سرزمین سے اٹھی۔ اس کی تہذیب میں پلی۔ جوان ہوئی اور دشوار گذار راستوں کو طے کر کے ہم تک پہنچی۔ دوسری قومیت وہ تھی جو درۂ خیبر کے مشرقی ممالک سے ابھری۔ اٹھی، چلی اور ہندوستان میں آ گئی۔ دو قومیتوں کی ٹکر دراصل دو تہذیبوں، دو تمدنوں، دو مذہبوں اور دو تاریخوں (داستانوں) کی ٹکر تھی۔ ایسی ٹکریں ہزاروں برس پہلے بھی ہوتی رہیں لیکن وہ لمبی نہیں ہوتی تھیں۔ یونانی حملہ آور تین سال سے زیادہ عرصہ کیلئے اس ملک میں نہ ٹھہر سکے، چانکیہ اور چندر گپت

نے اُنہیں یہاں سے مار بھگایا۔ سنٹرل ایشیا سے ہُن بھی طوفان کی طرح آئے مگر یہیں جذب ہو کر رہ گئے۔ لیکن جو ٹکر مغل حملہ آوروں اور ہمارے ملک کی قوتِ مزاحمت کے درمیان ہوئی رُہ بہت لمبے عرصہ کی سطح پر پھیلی ہوئی ہے۔ بابر سے لیکر اورنگزیب کے بیٹے بہادر شاہ کے زمانہ تک اس ٹکر کی آواز سنائی دیتی رہی۔ چونکہ یہ ٹکر لمبی۔ بھیانک اور شدید تھی۔ اس لئے اس کی مزاحمت بھی لمبی۔ بھیانک اور شدید ہوئی۔

سترھویں صدی کا پچھلا نصف حصہ اور اٹھارہویں صدی کا پہلا نصف حصہ — ایک سو سال کا عرصہ۔ اس ٹکر کی خوفناک شکل دنیا کے سامنے رکھتا ہے۔ غیر ملکی سیاست۔ غیر ملکی تمدن اور غیر ملکی مذہب ایک طرف تھے۔ جنکے ہاتھ میں غیر ملکی تلوار بھی تھی۔ اور ہندوستانی سیاست۔ ہندوستانی تمدن اور ہندوستانی مذہب دوسری طرف۔ جن کے ہاتھ میں ہندوستانی تلوار پکڑی ہوئی تھی۔ ان دونوں طاقتوں نے اپنے اپنے دائرہ میں فوجیں بھی مرتب کر لی تھیں۔ یہ قدرتی بھی تھا۔ کیونکہ قومیتوں۔ تمدنوں تہذیبوں۔ سیاستوں اور مذاہب کے درمیان کوئی ٹکر یا لڑائی ہو ہی نہیں سکتی۔ جب تک اُن کے ساتھ بڑی بڑی فوجیں نہ ہوں۔ سو سال کی اس لمبی ٹکر میں غیر ملکی طاقت کا نمائندہ مغل بادشاہ اورنگزیب تھا۔ اور ہندوستانی طاقت کے نمائندے پنجاب کے سکھ گورو اور مہاراشٹر کے مرہٹہ سردار تھے۔ جن کی رہنمائی میں ہندوستانیوں نے (جن میں ہندو۔ سکھ۔ مرہٹے اور راجپوت سب شامل تھے) اپنے دھرم اور اپنے ملک کی حفاظت کی تھی۔ وسیع نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو یُوں بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ ایک طرف اسلام تھا اور دوسری طرف ہندو دھرم۔ ایک طرف غیر ملکی تمدن و تہذیب تھی۔ اور دوسری طرف ملکی تمدن و تہذیب۔ ایک طرف غیر ملکی سیاست تھی۔ اور دوسری طرف ہندوستانی سیاست۔ اورنگزیب کی صفوں میں بھی سیاست اور مذہب یکرنگ ہو کر حملہ کی مزاحمت کر رہے تھے۔ سکھ دھرم دراصل ہندو دھرم ہی کی سُدھری ہوئی شکل ہے۔ چھ سو سال کی اسلامی غلامی تلے رَوندے جانے کی وجہ سے شمالی ہندوستان کا ہندو دھرم۔ ہندو تہذیب۔ ہندو تمدن اور ہندو قوم مُردہ ہو چکی تھی۔ بے حس اور بے جان ہو چکی تھی۔ رگوں کا خون خشک ہو چکا تھا۔ ہڈیوں میں سختی باقی نہیں رہی تھی۔ جو بھی آیا پامال کر کے گذر گیا۔ کھشاتر دھرم لوگوں کو بھول چکا تھا۔ لیکن گورو گوبند سنگھ جی نے ہندوؤں کی سوکھی ہوئی ہڈیوں میں جان ڈالی۔ خون میں حرارت بھری۔ انگلیوں کو ہلنا سکھایا۔ بازوؤں کو طاقت بخشی۔ چھ سو سال کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ اور امرت پلا کر مُردہ قوم میں سے خالصہ پیدا کر دیا۔ ۵

مَن اکنوں بہ افضالِ پُرشِ اکال ٭ کنم ز آبِ چھناں برشگال (ظفر نامہ)

(میں نے البتور کی کرپا سے لوہے کے پانی سے وہ برسات کی ہے۔ کہ جس نے بھی پیا زندہ ہو گیا۔)

یہ شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کے لکھے ہوئے "ظفر نامہ" کا ایک شعر ہے۔ جس کا ترجمہ راقم نے اُردو اشعار میں یُوں کیا تھا۔

ہویدا ہوئے زندگی کے نکات ◦ یہ تھا آبِ آہن کہ آبِ حیات
شجاعت کے عنوان پیدا ہوئے ◦ جری۔ بیر۔ بلوان پیدا ہوئے
اس امرت سے برسات ہونے لگی ◦ مُنہ افسردہ کلیوں کے دھونے لگی
اس امرت سے مُردوں میں جان آ گئی ◦ ہر اِک قوم نئی زندگی پا گئی
اس امرت سے طوفان پیدا ہوئے ◦ لڑائی کے میدان پیدا ہوئے
اس امرت سے کرپان پیدا ہوئی ◦ مری قوم میں جان پیدا ہوئی

اِس امرت سے تلوار پیدا ہوئی ہو نگاہِ شرر بار پیدا ہوئی

شمالی ہندوستان میں شری گورو ارجن دیو جی اور شری گورو تیغ بہادر جی کی شہیدیوں سے اور جنوب مغربی ہندوستان (مہاراشٹر) میں سیواجی مرہٹہ اور دوسرے سرداروں کی جد وجہد سے غیر ملکی طاقتوں کے خلاف جذبۂ مزاحمت تیز ہو گیا تھا۔ یہ اسی جذبۂ مزاحمت کی برکت تھی کہ اورنگزیب کے مذہبی اور سیاسی مظالم کا مقابلہ کرنے کیلئے ایک طرف سری گورو گوبند سنگھ صاحب اور دوسری طرف سیواجی مرہٹہ کی شخصیتیں نمودار ہوئیں۔ اور یہ انہی گورو گوبند سنگھ صاحب کی بخشش تھی کہ ان سے سکھشا لے کر بندہ سنگھ بہادر کی حیرت انگیز تیغ زنی نے شمالی ہندوستان کی قوتِ مزاحمت کو اُجاگر کر کے اس کی تکمیل بھی کر دی۔

سترھویں صدی کے مُسلسل واقعات کا بغور مطالعہ کرنے والا اس نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ کہ ظُلم کی طاقتیں جوں جوں بڑھتی گئیں۔ ان کی سرکوبی کے لئے حق کی طاقتیں رونما ہوتی رہیں۔ شاہجہان کی موت کے بعد ١٦٦٦ء میں اورنگزیب ہندوستان کی شہنشاہیت کی گدی پر بیٹھا۔ قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ ١٦٦٦ء ہی میں اورنگزیب گدی نشین ہوا۔ اور ١٦٦٦ء ہی میں سری گورو گوبند سنگھ جی نے جنم لیا۔ ایک سال پہلے ١٦٦٥ء میں اورنگزیب کے باپ شاہجہان کا انتقال ہوا۔ اور اسی سال ١٦٦٥ء میں گورو تیغ بہادر صاحب کو گوریائی ملی۔ پھر آٹھ نو سال بعد اورنگزیب کے مظالم کی انتہا ہو گئی۔ اور اس نے ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنانے کا سلسلہ شروع کیا۔ اِدھر شمالی ہندوستان میں گورو تیغ بہادر صاحب نے اِن مظالم کے خلاف آواز اٹھائی۔ اور ١٦٧٥ء میں ہندو دھرم کی رکشا کیلئے دہلی میں اپنا سیس دیا۔ اِدھر جنوب مغربی ہندوستان میں اورنگزیب کے راج کو ختم کرنے کیلئے مرہٹوں نے بغاوت کی۔ اور اسی ١٦٧٥ء میں سیواجی مرہٹہ گدی نشین ہوا۔ یعنی ہندوؤں کی متحدہ طاقت ـــ مرہٹہ طاقت اور سکھ طاقت کے رُوپ میں ـــ اورنگزیب کے خلاف تیار ہو رہی تھی۔ قریب قریب ایک ہی وقت میں گورو تیغ بہادر اور اورنگزیب کا جنم ہوا تھا۔ گورو مہاراج کا ١٦٢١ء میں اور اورنگزیب کا ١٦١ء میں۔ چھ سال بعد سیواجی مرہٹہ کا جنم ہوا تھا۔ یعنی جونہی ظلم کرنے والے اورنگزیب نے پیدا ہو کر آنکھیں کھولیں۔ اس کو دبوچنے کے لئے حق و صداقت کے دو ہاتھ ظہور میں آ گئے۔ ایک گورو تیغ بہادر صاحب کا۔ اور دوسرا سیواجی مرہٹہ کا۔

بندا سنگھ بہادر کا جنم بھی ہندوؤں کی طرف سے قومی مزاحمت کے ان پُرجوش دنوں میں ہوا۔ اور گورو گوبند سنگھ صاحب کے جنم سے چار سال بعد میں ہوا۔ ١٦٦٦ء میں گوریائی پانے کے بعد گورو تیغ بہادر صاحب نے پنجاب اور کشمیر کے علاقوں میں دھرم پرچار شروع کیا۔ تو ١٦٧٠ء میں اسی علاقہ میں بندا سنگھ بہادر کا جنم ہوا۔ اور جب ١٦٧٥ء میں مہاراج نے شہیدی پراپت کی۔ تو بندا سنگھ بہادر پانچ برس کا ہو چکا تھا۔ اگرچہ کوئی تاریخی ثبوت نہیں ملتا۔ لیکن یہ ناممکن ہے۔ کہ گورو تیغ بہادر صاحب کی شہیدی کی خبر پانچ سال کے لڑکے نے نہ سنی ہو۔ مہاراج نے کشمیر کے ہندو پنڈتوں کے دھرم کی رکشا کیلئے اپنا بلیدان دیا تھا۔ اس لئے یقین سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ جموں کشمیر کے جس علاقہ میں بندا سنگھ بہادر پیدا ہوا۔ وہاں کے لوگوں بلکہ اس کے خاندان کے لوگوں پر بھی اس شہیدی کا اثر لازمی طور پر ہوا ہوگا۔ یقیناً بندا سنگھ بہادر کو اس بات کا علم ہوگا۔ کہ گورو تیغ بہادر صاحب کی شہیدی کے بعد گورو گوبند سنگھ جی نے قومی مزاحمت کو نئی شکل دی۔ اور اُسے باقاعدہ جنگ کی شکل میں جاری رکھا۔ یہ ناممکن ہے۔ کہ جس علاقہ میں وہ پل کر جوان ہوا۔ وہاں کے لوگوں کو گورو تیغ بہادر صاحب کے شہید ہونے کا علم نہ ہو۔ سری آنندپور صاحب کا مقام جموں سے بہت دُور بھی نہیں۔ یہ بھی نہ بھولئے۔ کہ جب گورو گوبند سنگھ صاحب نے اورنگزیب کے ساتھ

پہاڑی ہندو راجوں کے خلاف پہلی لڑائی لڑی۔ تو اس وقت بندا سنگھ بہادر کی عمر سولہ سال کی تھی۔ یہ لڑائی ۱۶۸۶ء میں لڑی گئی تھی۔ اور بندا سنگھ بہادر کا جنم ۱۶۷۰ء میں ہوا تھا۔ اسی سال وہ سادھو بن کر قصور لاہور کیطرف چل پڑا گورو گوبند سنگھ جی کی پہلی لڑائی کا چرچا لاہور میں ضرور ہوتا ہوگا۔ کیونکہ لاہور میں مغل بادشاہ کا مقرر کیا ہوا گورنر رہتا تھا۔ اور اسی گورنر کے ایما پر پہاڑی راجے گورو گوبند سنگھ جی کی مخالفت کرتے تھے۔

اسی ۱۶۸۶ء میں اورنگزیب مرہٹوں پر حملہ کرکے شکست کھا چکا تھا۔ اور مایوس ہو کر واپس دہلی آگیا تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا۔ کہ اس کی سلطنت کو ایک طرف سے مرہٹے اور دوسری طرف سے سکھ ٹھوکروں پر ٹھوکریں مار رہے ہیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ شمالی ہندوستان میں ہندوؤں پر مسلم حکومت کے مظالم بہت زیادہ ہو رہے تھے۔ جن سے تنگ آکر بندا سنگھ سادھوؤں کی ٹولی میں شامل ہو کر جنوبی ہند کیطرف چلا گیا۔ پانچ سال کے بعد ۱۶۹۱ء میں وہ ناندھیڑ (دکن) میں پہنچا۔ جہاں اس نے بہت بڑا مٹھ قائم کیا۔ اگرچہ وہ بیراگی سادھو بن کر سکھ دھرم کی دھرتی سے بہت دور نکل گیا تھا۔ لیکن اس کی نظرت میں جو جوہر بھرے تھے۔ (ایسے جوہر جن کی جھلک میں گوروؤں کی شہیدیوں کی یاد موجود تھی)۔ وہ ۱۷۰۸ء میں اس وقت پھر اجاگر ہو گئے۔ جب اس نے گورو گوبند سنگھ صاحب کے درشن کئے۔ تو وہ اورنگ زیب کے مظالم کا بدلہ لینے ہندوستان کی قومی مزاحمت کی تکمیل کے لئے خالصہ پنتھ میں شامل ہو گیا۔

گورو گوبند سنگھ صاحب نے ہندوؤں میں کھشاترپن کو پھر جیوت کرنے۔ دھرم کی رکھشا کرنے۔ دیش کو غیر ملکی اقتدار سے نجات دلانے اور اورنگزیب کی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجانے کیلئے ۱۶۹۹ء میں خالصہ سجایا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سیواجی مرہٹہ کا دیہانت ہو چکا تھا۔ مگر مرہٹہ سلطنت کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ اور شمالی ہندوستان کے ہندو گورو گوبند سنگھ صاحب کی طرف سے سکھ قوم میں سے خالصہ سجنے کے وقت سری گورو گوبند سنگھ صاحب کے جھنڈے تلے جمع ہو چکے تھے۔ خالصہ سجنے کے وقت سری آنندپور صاحب میں تین لاکھ ہندو جمع ہوئے تھے۔ صرف ایک دن میں ۸۰ ہزار نے امرت پان کرکے خالصہ پنتھ کی برادری میں شمولیت کی تھی۔ اس واقعہ کے آٹھ سال کے بعد اورنگ زیب خود بھی مر گیا۔ اور اس کی سلطنت بھی لڑکھڑانے لگی دکن سے مرہٹے بھی اس کے دارالحکومت پر چڑھے ہوئے تھے۔ اور پنجاب سے سکھ بھی۔ ہندوستانی قومیت کی یہ دو طاقتیں اگر کسی طرح متحد ہو سکتیں۔ اور قومیت متحدہ کے جذبات سے متاثر ہو کر ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتیں۔ تو اٹھارویں اور انیسویں صدی کی آنکھیں ہندوستان کی تاریخ کو کسی اور طریقہ سے لکھا ہوا دیکھتیں۔ اورنگزیب کی زندگی کے آخری دنوں میں جو کمالات بندا سنگھ بہادر نے شمالی ہندوستان میں کر دکھائے۔ ان کا انجام وہ نہ ہوتا جو ہوا۔ اور خود اسے بھی وہ شکست نہ دیکھنی پڑتی جو قدرت نے اسے دکھائی۔ بندا سنگھ بہادر نے گورو گوبند سنگھ صاحب کے شروع کئے ہوئے کام کو اس حد تک مکمل کیا۔ کہ سات سال تک شمالی ہندوستان پر اس کی حکومت رہی۔ لیکن ....

ع تدبیر کند بندہ ۔ تقدیر کند خندہ

جنم۔ اِس کا ابتدائی نام لچھمن دیو تھا۔

اگرچہ ہندوستان غیر ملکی حملہ آوروں کا غلام ہو چکا تھا۔ مگر اس کی رُوح آزادی کے لئے تڑپ رہی تھی۔ دانستہ یا نادانستہ ہندوستانیوں کی رُوح کا یہ جذبہ ابھی زندہ تھا۔ کہ روحانی طاقت کے پہلو بہ پہلو جسمانی طاقت بھی پیدا ہونی چاہیئے۔ تبھی غیر ملکی غلامی سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ گورو ہرگوبند صاحب نے خصوصاً پنجاب کے ہندوؤں (سکھوں) میں جنگی ہتھیار رکھنے اور جنگ کی مشقیں کرنے کی عادت ڈال دی تھی۔ اُنہوں نے اپنے وقت کے ہموطنوں کو یہ اپدیش دیا تھا۔ کہ اپنی رگوں میں لڑائی کی سپرٹ پیدا کرو۔ محض دھارمک زندگی تمہیں آزادی نہیں دلا سکے گی۔ گورو مہاراج نے اپنے وقت کے ہندوستانیوں میں جنگلی جانوروں کا شکار کرنے کا خیال بھی پیدا کر دیا تھا۔ ان سے پہلے ہندوؤں نے یہ سمجھا ہوا تھا۔ کہ کسی جانور کو گزند پہنچانا مہاپاپ ہے۔ سانپوں کو دُودھ پلانے کی مثالیں ہماری تاریخ میں بے انتہا ملتی ہیں۔ لیکن گورو مہاراج کے اپدیش کا اثر سمجھئے یا مہاراشٹر کے مرہٹوں اور راجپوتانہ کے راجپوتوں کی روایات کا عکس کہ پنجاب کے ہندوؤں میں جنگلوں میں شکار کھیلنے کا رواج عام ہو چکا تھا۔ خصوصاً جنگجو خاندان میں۔

بندا سنگھ بہادر کا خاندان بھی ان میں سے ایک تھا۔ جو کشمیر کے مشہور قصبہ راجوری میں رہا کرتا تھا۔ یہ راجپوتوں کا خاندان تھا۔ جس میں جفاکشی کے عنصر کا ہونا قدرتی تھا۔ کیونکہ مغلوں کے زمانہ میں راجوری کشمیر اور پنجاب کی سرحد پر ایک مقام تھا۔ جہاں سے گذر کر مغل فوجیں کشمیر جایا کرتی تھیں۔ آج بھی راجوری میں پرانے قلعوں کے کھنڈر موجود ہیں۔ اس خاندان کے متعلق دو خیال پائے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ بھاردواج راجپوت برہمن خاندان تھا۔ اور دوسرا یہ کہ یہ پنجاب کا سوڈھی کھتری خاندان تھا۔ گورو ارجن دیو جی سے لے کر گورو گوبند سنگھ جی تک سب سوڈھی خاندان سے تھے۔ اور سوڈھی پاتشاہ کہلاتے تھے۔ اس زمانہ کی لکھی ہوئی ایک کتاب "احوال لچھمنداس عُرف بندا صاحب چیلا گورو گوبند سنگھ صاحب" مصنفہ خاکم لرائے میں لکھا ہے۔ کہ "لچھمنداس پنجاب کے کھتریوں کی سوڈھی ذات سے تھا۔ اس کے آباؤ اجداد پٹھانکوٹ میں رہا کرتے تھے۔ اور بعد میں کشمیر چلے گئے تھے"۔

ایک اور تصنیف "رسالہ نانک شاہ" منشی بدھ سنگھ کی لکھی ہوئی لائبریریوں میں ملتی ہے۔ اس میں درج ہے۔ کہ "بندا بہادر پنجاب کے سوڈھی کھتریوں کے خاندان میں سے تھا۔ جو دوآبہ بست جالندھر کے مقام پنڈوری میں رہا کرتا تھا"

دو اور کتابوں میں ("بندا بہادر" مصنفہ کرم سنگھ۔ اور "شمشیر خالصہ" مصنفہ گیان سنگھ) بندا بہادر کو پنڈوری کے کھتری خاندان سے بتایا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ "پنڈوری اور" راجوری" کے الفاظ کی یکسانیت کیوجہ سے غلط فہمی پیدا ہو گئی ہو۔ لیکن پٹیالہ کے پروفیسر گنڈا سنگھ نے اپریل ۱۹۳۵ء میں جو کتاب "بندا سنگھ بہادر" کے نام سے انگریزی میں لکھی۔ اس میں اُنہوں نے تسلیم کیا ہے۔ کہ اس کا جنم کارتک سدھی ۱۳ سمت ۱۷۲۷ کو مقام راجوری ضلع پونچھ مغربی کشمیر میں

ہوئی۔ اس کے باپ کا نام رام دیو راجپوت تھا۔ وہ ایک معمولی کسان تھا۔ باپ نے بیٹے کا نام لچھمن دیو رکھا۔ جیسا کہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ اپنی زندگی میں کارہائے نمایاں کرنے والے بہادر آدمیوں کی ابتدائی زندگی کے متعلق کم معلوم ہوا کرتا ہے۔ لچھمن دیو کے متعلق زیادہ معلوم نہیں تھا لیکن اتنا پتہ لگتا ہے۔ کہ لچھمن دیو کو جنگلی جانوروں کا شکار کرنے کا بہت شوق تھا۔ چھوٹی عمر ہی میں وہ اس میں ماہر تھا۔"

اس شکاریوں جیسی زندگی کے دوران میں لچھمن دیو کو ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے اس کے خیالات کا رخ بدل دیا۔ ایسا ہی واقعہ ہندوستان کی تاریخ میں ہزاروں برس پہلے گوتم بدھ کو پیش آیا تھا۔ گوتم بدھ راجہ کا بیٹا تھا۔ وہ جنگل میں ہرنی کا شکار کرنے گیا۔ تیر چلایا جس سے ہرنی زخمی ہو کر گر پڑی۔ گوتم بدھ کے من پر اس واقعہ کا یہ اثر پڑا کہ وہ اُداس رہنے لگا۔ راجہ نے اس کی شادی کر دی۔ ایک لڑکا بھی پیدا ہوا۔ مگر ہرنی کے زخمی ہونے کا واقعہ اس کے ذہن سے دور نہ ہوا۔ بلکہ اس کے کارن اُسے دنیا میں چاروں طرف دکھ ہی دکھ نظر آنے لگے۔ اور وہ دنیا کو اس دکھ سے بچانے کے لئے جنگلوں میں چلا گیا۔ کئی برس جنگلوں میں رہنے کے بعد اسے "نروان" پراپت ہوا۔ اور اس کی روشنی میں اُس نے دنیا کو نیا دھرم "بدھ دھرم" کے نام سے دیا۔ ٹھیک ایسا ہی واقعہ لچھمن دیو کی آنکھوں نے بھی دیکھا۔ اگرچہ وہ راجپوت کسان کا لڑکا تھا۔ شکار کھیلنا، تیر چلانا، کھیتی باڑی کرنا خوب جانتا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ ماں یا باپ کی طرف سے اُسے رحم دلی ورثہ میں ملی ہوئی تھی۔ اسی لئے جب ایک دن وہ شکار کرنے جنگل میں گیا۔ تو رحم دلی کے جذبات نے اس کی زندگی کا رخ بدل دیا۔ کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ "شکار کے دوران میں اُس نے ایک جانور کو تیر مار کر (بعض کتابوں میں گولی مار کر لکھا ہے) زخمی کر دیا۔ جب وہ زخمی جانور کے قریب گیا تو جانور مایوس نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس سے اس کے دل میں رحم اور ترس پیدا ہو گیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد جب لچھمن دیو نے جانور کا پیٹ چاک کیا تو معصوم بچے باہر نکلتے ہی اس کی آنکھوں کے سامنے مر گئے۔ یہ دیکھ کر اس کے آنسو نکل آئے۔ اور ہتھیاروں کو وہیں پھینک کر وہ گھر آ گیا۔ کسی کام میں اس کا جی نہیں لگتا تھا۔ اس وقت وہ پندرہ برس کا تھا۔ والدین اُسے اداس دیکھ کر پریشان ہو رہے تھے۔ لیکن لچھمن دیو اب وہ لچھمن دیو نہیں تھا۔ اس کا دل بدل چکا تھا۔ گوتم بدھ کی طرح وہ کسی نئے رستے کی تلاش میں تھا۔ ماں، باپ، بہن، بھائی وغیرہ رشتہ دار اسے بوجھ محسوس ہونے لگ گئے تھے۔ وہ یہ سمجھنے لگ گیا تھا۔ کہ یہ دنیا دکھوں سے بھری ہوئی ہے۔ اس سے بھاگ جانے میں ہی سکھ ہے۔

بیراگی سادھوؤں کا سمپردائے ہندو سوسائٹی میں قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔ دسویں گیارھویں صدی میں جنوبی ہند میں سوامی رامانج ہوئے ہیں۔ انہوں نے بیراگی سادھوؤں کے سمپردائے کو ارمبھ کیا تھا۔ یہ لوگ شری رام اور شری کرشن کی بھگتی کرتے ہیں۔ دیش بھر میں گھومتے رہتے ہیں۔ تیرتھوں میں رہتے ہیں۔ پھر چودھویں صدی میں سوامی رامانند نے بیراگی سادھوؤں کی پرنالی میں زیادہ جان ڈالی۔ اور بیراگیوں نے کچھ سیاسی اہمیت بھی حاصل کر لی۔ ان بیراگی سادھوؤں کی ٹولیاں تیرتھوں کی یاترا کے لئے کشمیر جایا کرتی تھیں۔ اور راستہ میں راجوری کے مقام پر ٹھہرا کرتی تھیں۔ لچھمن دیو کا ان بیراگی سادھوؤں سے میل ہو گیا۔ اور اس نے بیراگی بننے کا فیصلہ کر لیا۔ ان ہی دنوں ایک بیراگی سادھو جانکی داس کی ٹولی راجوری میں آئی۔ لچھمن دیو گھر بار چھوڑ کر اس کا چیلا بن گیا۔ یہ سادھو جانکی داس ہو گیا، دیا

میں بہت ماہر تھا۔ لچھمن دیو کو اپنی ٹولی میں شامل کر کے اس کا نام مادھو داس رکھا۔ بعض کتابوں میں لچھمن دیو کا نیا نام نرائین داس لکھا ہے۔

مادھو داس بیراگی کی عمر اب ۱۶ سال کی ہو گئی۔ اس چھوٹی سی عمر میں اسے ویراگ کی وہ لگن لگی کہ ۱۶۱۶ء کو بیساکھی کے موقع پر ضلع لاہور کے قصبہ قصور کے قریب بابا رام تھمن کے مندر میں جا پہنچا۔ یہاں بڑے بڑے بیراگی سادھو آیا کرتے تھے اور دھرم کے بارے میں طرح طرح کے وچار کیا کرتے تھے۔ یہاں ایک اور بیراگی سادھو بابا رام داس سے اس کی بھینٹ ہوئی۔ اور وہ اس کا چیلا بن گیا۔ لیکن اصل شانتی اس کے من سے ابھی بہت دور تھی۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ اسے حق کی تلاش ابھی اور کرنی چاہیئے۔ چنانچہ قصور سے وہ جنوبی ہند کیطرف روانہ ہو گیا۔ کئی سال ادھر ادھر پھرتا رہا۔ کبھی شہروں میں۔ کبھی جنگلوں میں۔ کبھی دریاؤں کے کناروں پر اور کبھی مندروں میں حتے کہ چند سادھوؤں کے ساتھ وہ ناسک کے علاقہ میں جا پہنچا۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شمالی ہندوستان میں مغلوں کے مظالم سے ہندو تنگ آئے ہوئے تھے۔ ممکن ہے۔ کہ بیراگی سادھوؤں پر بھی مغلوں نے سختی کی ہو۔ اور اس نے جنوبی ہند میں جہاں مغلوں کا زور بہت کم تھا۔ بلکہ جہاں ابھی ہندوؤں کا راج تھا۔ چلے جانے میں بہتری دیکھی ہو۔ اسی ناسک کے علاقہ میں مشہور مقام پنچوٹی ہے جس کا ذکر رامائین میں آیا ہے۔ اور جہاں رام اور سیتا جی نے بنباس کے دوران میں نواس کیا تھا۔ پنچوٹی ہندوؤں میں بڑا تیرتھ استھان مانا گیا ہے۔ مادھو داس کئی سال یہاں رہا۔

ایک مقام پر ایک یوگی اوگر ناتھ سے اس کی ملاقات ہوئی۔ اوگر ناتھ یوگ ودیا میں بہت ماہر تھا۔ جنتر منتر بھی جانتا تھا۔ کئی ناممکن باتوں کو ممکن کرنا بھی اس کے متعلق کتابوں میں درج ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ وہ دشمنوں کو جیسا سراپ دیتا تھا۔ وہ ویسے ہی ہو جاتے تھے۔ مادھو داس اس یوگی کا چیلا بن گیا۔ اس کی سیوا میں رہنے لگا۔ اس کی اتنی سیوا کی۔ کہ اوگر ناتھ کا دل خوش کر کے جیت لیا۔ جتنی بھی یوگ ودیا اسے آتی تھی۔ وہ اس نے مادھو داس کو بتا دی۔ اوگر ناتھ ۱۶۹۱ء میں پنچوٹی کے مقام پر سورگباش ہو گیا۔

مادھو داس اب اپنے آپ کو پورن یوگی سمجھنے لگ گیا تھا۔ اس نے چیلے چیلے اکٹھے کئے۔ اور دریائے گوداوری کے کنارے کنارے ہوتا ہوا ناندھیڑ کے مقام پر پہنچا۔ جو ہندو مندروں کا بہت بڑا مرکز تھا۔ شہر کے باہر ایک خوبصورت مقام پر اس نے ایک مٹھ بنایا جس میں اپنی چھوٹی سی کٹیا بھی بنائی۔ یوگ ودیا اور جنتر منتر کے ایسے کمالات ظاہر کئے کہ مادھو داس اس علاقہ میں مشہور ہو گیا۔ دور دراز سے لوگ مرادیں پوری کرانے کیلئے اس کے پاس آتے۔ سینکڑوں چیلے بھی جمع ہو گئے اور اس طرح مادھو داس ایک باقاعدہ مٹھ کا بڑا مہنت بن گیا۔ بلکہ بعض کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ اپنے جادو ٹونوں کی وجہ سے بہت مغرور ہو گیا تھا۔ جو کوئی اس سے ملنے آتا۔ اس کا مضحکہ اڑاتا۔ ایک معمولی بیراگی سادھو کی حیثیت سے ترقی کر کے مادھو داس ہندوستان کے ایک بڑے مذہبی مٹھ کا مہنت بن گیا۔ اس سے کم از کم یہ ثابت ہے۔ کہ مادھو داس کی آتما میں انقلاب پیدا کرنے کی اہلیت ضرور تھی۔ ناندھیڑ کے مٹھ میں رہتے ہوئے اس کی عمر ۳۰ سال سے اوپر ہو چکی تھی۔ ابھی تک وہ بیراگی سادھو تھا۔ اور برہمچاری بھی۔ اس کی رگوں میں راجپوتی کا خون تھا۔ لیکن ویراگ نے اسے ٹھنڈا کر دیا تھا۔ اگرچہ وہ گھر سے بہت دور نکل گیا تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گورو گوبند سنگھ جی نے مغلوں کے خلاف جو جنگ جاری کی ہوئی

تھی۔ اس کے حالات سے اس نے اپنے آپ کو باخبر رکھا ہوا تھا۔ شمال سے جنوب کو جانے والے سادھوؤں کی ٹولیاں اِس جنگِ آزادی سے ناواقف نہیں ہو سکتیں۔ یہی ٹولیاں مادھو داس کیلئے ذریعۂ معلومات تھیں۔ ناندھیڑ میں اس کا مٹھ ۱۷۰۸ء تک جاری رہا۔

اسے پنجاب سے گئے ہوئے ۱۲ سال ہو چکے تھے۔ اِس لمبے عرصہ میں پنجاب نے مغلیہ سلطنت کی جڑوں کو کمزور کرنے میں بہت کچھ کیا۔ بہت سی لڑائیاں لڑیں۔ اور ان ہی میں سے گورو گوبند سنگھ جی نے خالصہ پنتھ کو جنم دیا۔ یہ خالصہ پنتھ بندوں کا وہ حصہ تھا۔ جو فوجی خدمات انجام دیتا تھا۔ اور جس کے ذمہ ملک کو مغلوں سے آزاد کرانا تھا۔ اِس اثنا میں جنوب سے مرہٹے اور شمال سے سکھ مغلیہ سلطنت پر حملے کر رہے تھے۔ جن کی وجہ سے سلطنت کمزور ہو چکی تھی۔ اس موقع پر قدرت کسی ایسے بہادر کے انتظار میں تھی۔ جو میدان میں آئے۔ اور آخری ضرب لگا کر اس سلطنت کا خاتمہ کر دے۔ وہ بہادر یہی مادھو داس بیراگی تھا۔

شمالی ہندوستان میں مسلم حکمرانوں کیخلاف بغاوت کا آغاز

بندا سنگھ بہادر نے جس مذہبی ظلم کی بنیادیں ہلا دیں۔ اور جس کی جڑوں کو کھوکھلا کیا۔ اس کی ابتدا ساتویں صدی کے وسط میں ہوئی۔ جب کہ درۂ خیبر کے مغرب سے ڈاکوؤں اور لٹیروں کے گروہ کے گروہ افغانستان اور ہندوستان کی سرزمین کو لوگوں کے خون سے سُرخ کرتے رہے۔ یہ گروہ مذہبی جنونیوں پر مشتمل تھے۔ ان کے نزدیک ساری دنیا اس خدا کی تھی جس نے عرب کے ایک پیغمبر کو اپنا رسول بنا کر زمین پر بھیجا تھا۔ اور اس کے پیغمبر کے مذہب کو دُنیا کے کونے کونے میں پھیلانا ان کا فرض تھا۔ غیر ملکی حملہ آوروں کی آمد کا یہ سلسلہ پانچ صدیوں تک جاری رہا۔ جنہوں نے اس ملک کی دَولت بھی لُوٹی۔ عزت بھی لُوٹی۔ اور حکومت بھی قبضہ میں لے لی۔ یہ حملہ آور ہندوستان کے حکمران بھی بن گئے۔ ہندوستان کے لوگ تلوار چلانے کی سکت سے محروم ہو چکے تھے۔ حملہ آور ان کے مذہب اور سیاست پر حاوی ہو چکے تھے۔ ان کے مذہبی عقیدہ کے مطابق ہر وہ شخص جو مسلمان نہیں تھا۔ یا مسلمان نہیں بنتا تھا۔ اُسے زندہ رہنے کا حق تبھی تھا۔ جب وہ جزیہ ادا کرے۔ اور اسلامی مذہب کے خلاف زبان نہ کھولے۔ اس مذہبی ظلم کا شکار پنجاب سب سے پہلے بنا۔ پنجاب کا اتہاس بتاتا ہے۔ کہ یہاں کے لوگ اس کے سامنے جُھک چکے تھے۔ ان میں مذہبی غیرت نہ رہی تھی سیاسی غیرت بھی نہ تھی۔ جو بھی حملہ آور اس ملک میں آیا۔ لوگوں پر اپنے مذہب کے عقائد تھوپتا رہا۔ ہندوستانی تمدن۔ ہندوستانی تہذیب ہندوستانی مذہب وغیرہ سب ختم کر دیئے گئے تھے۔ مگر پھر قُدرت کو رحم آیا۔ قوم کی قسمت جاگی۔ اور پندرھویں صدی میں انقلاب کے آثار پیدا ہوئے۔

ہندوستان پر ان دنوں لودھی خاندان کے مسلمانوں کی حکومت تھی۔ سکندر لودھی پنجاب پر حکمرانی کرتا تھا۔ اس نے حُکم دے رکھا تھا۔ کہ ہر کسی کو زبردستی مسلمان بناؤ۔ جب سری گورو نانک دیو جی نے یہ صورتِ حالات دیکھی۔ تو انہوں نے حتّے المقدور بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ مگر یہ بغاوت فوجی نہ تھی سیاسی بھی نہ تھی۔ بلکہ سماجک اصلاح کی تھی۔ انہوں نے محسوس کیا۔ کہ قوم کی بیماری دُور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس پر غلط سیاسی تصور چھائے ہوئے ہیں۔ اور وہ دُور کرنے میں لگ گئے۔ اس زمانہ میں جب آمد و رفت و رسل و رسائل کے ذرائع بہت محدود تھے۔ انہوں نے بغاوت کی ابتدا کی۔ گورو صاحب نے ہندوستان کا دَورہ کیا۔ اور لوگوں میں دھارمک اُتساہ پیدا کر کے ان کی آتما کو جگایا۔ ان کی رُوح کو بیدار کیا۔ اس طرح انہیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل بنایا۔ ان کے مُرجھائے ہوئے ذہنوں میں یہ بات تازہ کی کہ وہ ایک شاندار ماضی کے مالک ہیں۔ ان کی تہذیب بہت بلند ہے۔ اور انہیں دوسروں نے محض ان کی کمزوری کے ماتحت غلام بنا لیا ہے۔ لوگوں کو نئے سانچے میں ڈھل کر اس تباہی کا احساس کرنا چاہیئے۔ جس میں غیر ملکی حملہ آوروں نے اُنہیں پھینک دیا ہے۔ گورو نانک صاحب کے سامنے ہندوستانی قومیت کی لاش پڑی تھی۔ اس میں زندگی پیدا کرنا اُنہوں نے سب سے پہلے ضروری سمجھا۔ قوم میں قومیت پیدا کرنا بعد کا کام تھا۔ اگر پندرھویں صدی میں سری گورو نانک دیو جی کی پُشت پر ایک زندہ متحد اور مضبوط قوم ہوتی۔ تعجب نہیں۔ کہ وہ حملہ آوروں کے خلاف فوجی بغاوت بھی کرا

دیتے۔ اور قوم کو تلوار اٹھانے کا بھی حکم دے دیتے۔

لیکن ہاتھوں میں تلوار پکڑنے کی طاقت پیدا کرنے اور اسے استعمال کرنے کیلئے حوصلے بڑھانے کے لئے ہماری قوم کو دو سو سال تربیت لینے کی ضرورت تھی۔ یہ تربیت شری گورو ارجن دیو جی کی شہیدی سے بھی ملی۔ گورو تیغ بہادر جی کی شہیدی سے بھی ملی۔ اور سب سے آخر میں سری گورو گوبند سنگھ جی کے اپدیش سے بھی ملی۔ دو سو سال کا یہ زمانہ پنجاب کے ہندوؤں کے لئے بڑی انقلابی جد و جہد کا عرصہ رہا ہے۔ اس کے دوران میں انہوں نے مسلم حکمرانوں کے طرح طرح کے مظالم بھی سہے۔ جبری مذہبی تبدیلیوں کا شکار بھی ہوئے۔ اور دھرم کی رکھشا کیلئے گردنیں بھی کٹوائیں۔ یہ سب کچھ ہونا قدرتی تھا کیونکہ جب تک آگ کی بھٹی میں نہ تپے سونا سونا ثابت نہیں ہوتا۔ یہ آگ کی بھٹی گورو نانک دیو جی سے لے کر گورو گوبند سنگھ صاحب تک کے زیر سایہ جلتی رہی۔ اور ہندو قوم کا کایا کلپ ہوتا رہا۔ اس کی ابتدا ۱۴۶۹ء میں ہوئی۔ اور انتہا ۱۶۹۹ء میں۔ جب گورو گوبند سنگھ نے خالصہ سجایا۔ اور اس طرح غیر ملکی حکمرانوں کے خلاف دھارمک یا سماجک بغاوت کی جگہ باقاعدہ فوجی بغاوت کا بگل بجایا۔ گورو گوبند سنگھ جی دھارمک گورو بھی تھے۔ فوجی جرنیل بھی تھے۔ سوشل ریفارمر بھی تھے۔ انقلابی شاعر بھی تھے۔ اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ میدانِ جنگ میں ہارنے والی فوج ہمیشہ کیلئے ہار جاتی ہے۔ "دل ہارنا" کو وہ ہارنا کہتے تھے۔ ان کے نزدیک سچائی کبھی ہارتی ہی نہیں۔ اس کی جیت لازمی ہے۔ ہار تو جھوٹ کے حصے میں آتی ہے۔ انجام کار جھوٹ ہی ہارتا ہے۔ سری گورو گوبند سنگھ جی کی یہ بغاوت ان مسلم حکمرانوں کی جڑیں اکھاڑنے کیلئے تھی جن کے آبا و اجداد درہ خیبر کو لانگ کر ہندوستان میں داخل ہوئے تھے۔ اور جنہوں نے تلوار کے زور سے یہاں کے ہندوؤں کو مسلمان بنایا تھا۔ گورو مہاراج اپنے آپ کو ایشور کا بیٹا مانتے تھے۔ اور یہ بھی کہ اس کا دھرم پھیلانے کیلئے سنسار میں آئے ہیں۔ اپنی "وچتر ناٹک" نامی پستک میں مہاراج نے خود لکھا ہے۔ کہ ؎

تب سادھت ہری مو ہے بلائیو

تب ہم جنم دھرا لے آئیو

یعنی پچھلے جنم میں میں نے جب ایشور سے پرارتھنا کی۔ تو اُس نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ مجھے درشن دیئے۔ اور سنسار میں اوتار دھارن کر کے ظلم کا ناش کرنے کو کہا۔ اس نے یہ بھی کہا۔ کہ میں نے تمہیں اپنا بیٹا قرار دیا ہے۔ تم سنسار میں جا کر لوگوں کو دھرم پر چلنے کا اپدیش دو۔

مہاراج کی سرگرمیاں دھرم کے محور کے گرد گھومتی رہی ہیں۔ ان کی سیاست کا مرکز بھی دھرم ہی تھا۔ اسی "وچتر ناٹک" میں ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ:۔

ہم ایہہ کاج جگت مو آئے ۔ دھرم ہیت گوردیو پٹھائے
جہاں تہاں تم دھرم بتھارو ۔ دُشٹ دوکھین پکر پچھارو
ایہی کاج دھرا ہم جنمنگ ۔ سمجھ لیو سادھو سب منمنگ
دھرم چلاون سنت اُبارن ۔ دُشٹ دوکھین کو مول اُپارن

سری گورو گوبند سنگھ جی کے مدِمقابل مغل بادشاہ اورنگزیب تھا جس نے مذہبی مظالم کر کے ہندوستان کو تباہ کرنے کی چالیں چلا رکھی تھیں ناسی اورنگزیب نے گورو تیغ بہادر صاحب کو دلی میں شہید کر دیا تھا کہ اُنہوں نے دھرم کو تیاگ کر مسلمان بننے سے انکار کر دیا تھا۔ اورنگزیب کے عہد میں ہندوؤں پر مذہبی مظالم بھی انتہا کو پہنچ گئے تھے۔ اور ہندوؤں کی طرف سے گوروؤں کی راہنمائی میں فوجی بغاوت بھی بہت تیز ہو گئی تھی۔ عام ہندو گوروؤں کے ساتھ نہ ہوتے۔ تو خالصہ فوج کہاں سے مرتب ہو جاتی۔ لیکن ہندو راجے جو پنجاب کے پہاڑوں میں راج کرتے تھے۔ گورو مہاراج کی مخالفت کر کے اورنگ زیب کے ساتھ مل گئے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب اورنگزیب کی موت سے چند ماہ پہلے ہندو راجوں نے مغلوں کی فوجوں سے مل کر خالصہ فوج کی راجدھانی سری آنندپور صاحب پر حملہ کیا۔ تو بہت خونریز لڑائی ہوئی۔ دشمن نے خالصہ فوجی قلعے کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اور سامانِ خوراک کا باہر سے آنا ناممکن ہو گیا تھا۔ جن لوگوں نے سری آنندپور صاحب میں فوجی قلعہ دیکھا ہے وہ اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ سری گورو گوبند سنگھ جی کی فوجی قابلیت کتنی تھی۔ اُنہوں نے قلعہ کے اندر فوجوں کے لئے پانی کی جو باؤلی بنوائی۔ وہ آج اڑھائی سو سال کے بعد بھی دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ کیا مجال کہ دیواروں کی ایک اینٹ بھی ہلی ہو۔ کئی سو گز گہری ہے۔ سیڑھیوں کے پائے چوڑے اور اتنے مضبوط ہیں۔ کہ ان پر ہاتھی چلے تو بھی نہ ٹوٹیں لیکن محاصرہ کے باوجود خالصہ فوج نے ہمت نہ ہاری تھی۔ اور دشمن یہ پیشکش کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ کہ خالصہ فوج قلعہ خالی کر دے۔ اس پر مزید حملہ نہ کیا جائے گا۔ گورو گوبند سنگھ پہلے تو تیار نہ ہوئے۔ مگر جب ساتھیوں نے مجبور کیا۔ تو قلعہ خالی کر کے نکل گئے۔ اس دوران میں دشمن نے وعدہ شکنی کر کے پیچھے سے حملہ کر دیا۔ خالصہ فوج بکھر گئی۔ سرسہ ندی میں سیلاب آیا ہوا تھا۔ اس میں بہت سا لٹریچر ضائع ہو گیا۔ گورو صاحب کا خاندان بھی بکھر گیا۔ ان کی ماتا اور دو صاحبزادوں کو ان کا برہمن ملازم گنگو اپنے گاؤں دھم قریب ہی تھا، لے گیا۔ وہاں مسلم نواب سے انعام لینے کے لالچ میں ماتا اور دونوں صاحبزادوں کو نواب کے حوالے کر دیا۔ نواب کا ہندو وزیر سچانند نامی تھا۔ اس نے صاحبزادوں کو قتل کرنے کا مشورہ دیا۔ مسلم مولویوں کا بھی یہی فتویٰ تھا کہ اگر بچے مسلمان ہونا قبول نہ کریں۔ تو انہیں زندہ دیواروں میں چنوا دیا جائے۔ چنانچہ ۱۷۰۵ء میں دونوں بچوں کو سرہند میں سرہند میں شہید کر دیا گیا۔ انہوں نے اپنا دھرم چھوڑ کر اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کے ویوگ میں ماتا گجری نے بھی وہیں پران تیاگ دیئے۔ مگر اسلام قبول کرانے کی تحریک اور اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے والے گورو گوبند سنگھ جی کے بچوں کی شہیدیاں یقیناً ان کے مشن کی فتح کی علامتیں ہیں۔

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اپنی فوج اور اپنے پریوار کے اس طرح بکھر جانے کی حالت کا جائزہ لینے کیلئے سری گورو گوبند سنگھ جی نے دمدمہ صاحب ماچھی واڑہ اور دینا کے مقامات پر تھوڑا تھوڑا قیام کیا۔ اور اس شکست میں سے فتح پیدا کرنے کے وسائل سوچنے میں مصروف ہو گئے۔ اُنہوں نے دسم گرنتھ صاحب مکمل کرایا۔ ہندوستان بھر میں اپنی مشہور کتاب "ظفر نامہ" مرتب کیا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ گورو صاحب نے دل نہیں ہارا تھا۔ بلکہ ایک قوم ان کے جھنڈے تلے جمع ہو گئی تھی۔ اور مہاراج نے ایک چھوٹی سی جمہوریت کی بنیاد ڈال دی تھی۔ ثبوت میں "ظفر نامہ" کے یہ اشعار پیش کرتا ہوں۔ جو اُنہوں نے اورنگزیب کو مخاطب کر کے لکھے تھے۔

چو تشریف در قصبہ کانگڑ کند ؎ وزاں پس ملاقات باہم شود

نہ ذرہ دریں راہ خطرہ تراست ؎ ہمہ قوم بیراڑ حکمِ مراست

بیا تا سخن خود زبانی کنیم ؎ بروئے شما مہربانی کنیم

یکے اسپ شائستہ یک ہزار ؎ بیا تا بگیری بہ من ایں دیار

اگر تو بہ یزداں پرستی کنی ؎ بکارِ مرا ایں نہ سستی کنی

ترجمہ :- اے اورنگزیب! میں قصبہ کانگڑہ میں مقیم ہوں۔ اگر تو یہاں آ جائے۔ تو تمہارے ساتھ باہمی بات چیت کرنے کو تیار ہوں۔ یہاں آنے میں تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں۔ تو آ کہ ہم تمہارے ساتھ زبانی بات چیت کریں۔ ہم تم پر مہربانی کریں۔ ہمارے پاس ہزار گھوڑوں میں سے چنا ہوا ایک گھوڑا ہے۔ ہم نے اسے میدان میں چھوڑا ہوا ہے۔ اگر تم میں ہمت ہے۔ تو آ کر پکڑ۔ اور ہم سے یہ علاقہ چھین۔

فارسی کے اِن اشعار سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ سری گورو گوبند سنگھ جی نے پرانے آریہ راجوں کے طریقہ پر کو اپنایا ہوا تھا۔ اس طریقہ کے مطابق راجے اپنے گھوڑے کو کھلا چھوڑ دیتے تھے۔ اور اعلان کر دیتے تھے۔ کہ جو راجہ اِس گھوڑے کو پکڑے گا اس کے خلاف جنگ کی جائے گی۔ اور جو راجہ نہیں پکڑے گا۔ سمجھ لیا جائے گا کہ اُس نے گھوڑے والے کو اپنا راجہ مان لیا ہے۔

لیکن اس چھوٹی سی جمہوریت کا وجود اتنا موثر نہیں تھا۔ کہ مسلم حکمرانوں کے خلاف کھڑی کی ہوئی بغاوت کے افسوسناک حالات کا رُخ پلٹ سکے۔ سری گورو گوبند سنگھ جی کی فوج بکھر چکی تھی۔ اور قوم میں شکست خوردگی کی ذہنیت پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ اس حالت کو بدلنے کے لئے گورو مہاراج نے مہاراشٹر کی طرف نگاہ اٹھائی۔ اور پنجاب سے دکن کی طرف روانہ ہو پڑے۔ وہ اپنی لگائی ہوئی بغاوت کی آگ کو پھر پرچنڈ کرنا چاہتے تھے۔ اس طرح سوچنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ کہ دمدمہ صاحب کے قیام کے دوران میں آپ "ظفرنامہ" کا ایک نسخہ اورنگزیب کو ارسال کر چکے تھے۔ انہیں اورنگزیب کے بیمار ہو جانے کی اطلاع مل چکی تھی۔ اب گورو صاحب گورل (راجپوتانہ) نامی قصبہ میں تھے۔ کہ انہیں اورنگزیب کی موت کی خبر بھی مل گئی۔ یہ مئی ۱۷۰۷ء کی بات ہے۔

اورنگزیب کو گورو صاحب دھرم کا دشمن سمجھتے۔ اور وعدہ شکن بھی۔ چنانچہ "ظفرنامہ" میں اسکے متعلق آپ نے لکھا ہے کہ :-

ہماں کو ترا پادشاہی بداد
بہ ما دولتِ دیں پناہی بداد
ترا ترکتازی بہ مکر و ریا
مرا چارہ سازی بہ صدق و صفا
نہ زیبد ترا نامِ اورنگزیب
کہ اورنگ زیباں نہ بأید فریب

ترجمہ:۔ وہ ایشور جس نے تجھے حکومت دی ہے۔ ہمیں دھرم کی رکھشا کرنیکی طاقت بخشی ہے۔ تو مکر و فریب سے کام لیتا ہے۔ ہم صدق و صفا سے چارہ سازی کرتے ہیں۔ تجھے اورنگزیب نام زیب نہیں دیتا۔ کیونکہ جو لوگ تخت پر بیٹھیں وہ فریب سے کام نہیں لیتے۔

سکھ مرہٹے اور راجپوت

ہندوستان کی یہ تینوں قومیں حقیقت میں مارشل قومیں ہیں۔ اُنہوں نے ہمیں مُلک میں کھشاتر دھرم کا رُوپ دھارن کیا ہُوا ہے۔ جب بھی مُلک پر کوئی مُصیبت آئی۔ اُنہوں نے میدانِ جنگ میں جوہر دکھائے۔ گورو گوبند سنگھ جی نے بھی "ظفرنامہ" میں ان لڑائیوں کا ذکر کیا ہے۔ جو مرہٹوں اور راجپوتوں نے اورنگزیب کے خلاف لڑیں۔ اور جنہوں نے اورنگزیب کو شکست دی۔ گورو مہاراج نے فرمایا ہے۔ کہ ؎

من اکنوں بہ افضالِ پُرشِ اکال
کنم زاب آہن چناں پرشگال

کہ ہرگز ازاں چار دیوارِ شوم
نشانی نماند بریں پاک بام

زِ کوہِ دکن تشنہ کام آمدی
زِ میواڑ ہم تلخ جام آمدی

بریں سُو چوں اکنوں نگاہت رود
کہ آں تلخی و تشنگیت رود

چناں آتشے زیرِ نعلت نہم
زِ پنجاب آبت نہ خوردن دہم

ترجمہ :- اے اورنگزیب! میں نے امرت چھکا کر خالصہ پیدا کر دیا ہے۔ جو تیری منحوس نشانی کا خاتمہ کر دے گا۔ تجھے دکن نے بھی ہرایا۔ اور میواڑ کے راجپوتوں نے بھی شکست دی۔ اب تُو پنجاب کی طرف آیا۔ تو تجھے یہاں کا پانی بھی نہ پینے دُوں گا۔ تیرے گھوڑے اس آگ سے بھاگ جائیں گے۔

راجستھان کے راجپوت اور مہاراشٹر کے مرہٹے

مسلم حکمرانوں کے خلاف جو بغاوت شمالی ہندوستان میں سکھ گورو صاحبان نے شروع کر رکھی تھی۔ اُسی کی شاخ وہ بغاوت تھی۔ جو اِن غیر ملکیوں کی سیاسی طاقت کو ختم کرنے کیلئے راجستھان اور مہاراشٹر میں وہاں کے راجپوتوں اور مرہٹوں نے اٹھائی ہوئی تھی۔ بغاوت کی اِن تینوں شاخوں کا مقصد ہندوستان کو غیر ملکیوں اور ظالم مسلمان حکمرانوں کے پنجوں سے آزاد کرانا تھا۔ اور اس طرح اِس ملک کی پرانی تہذیب پرانے دھرم اور پرانے تمدن کو از سرِ نو بحال کرانا تھا۔ مُسلم حکمرانوں نے ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنانے کی جو تحریک شروع کر رکھی تھی۔ وہ ملک کے ہر اس حصے میں نمایاں تھی۔ جہاں مُسلم حکمرانوں نے قبضہ کیا ہُوا تھا لیکن اِن تینوں خطوں میں ایسے غدار ہندو لیڈر بھی تھے۔ جو غیر ملکی حکمرانوں کے ساتھ مِل گئے تھے ان سے اعزاز حاصل کر چکے تھے۔ اور آزادیِ وطن کے علمبرداروں کے خلاف میدانِ جنگ میں لڑا کرتے تھے۔ پنجاب کے گوروؤں کی مخالفت پہاڑی ہندو راجوں اور کچھ شہری بنیوں نے کی تھی۔ گورو ارجن دیو جی کی شہادت کا کارن جہانگیر کا ہندو وزیر چندو شاہ تھا۔ راجستھان کے مہارانا پرتاپ کی مخالفت کرنے والا ایک راجپوت راجہ مان سنگھ ہی تھا جس کے باپ نے اپنی لڑکی کی شادی مُسلم حکمران اکبر سے کر دی تھی۔ اس طرح مہاراشٹر کے سیوا جی مرہٹہ کی مخالفت کرنے والوں میں کئی مرہٹے شامل تھے۔ جو اورنگزیب کی فوج میں جا ملے تھے۔ بلکہ خود سیوا جی کا لڑکا سمبھا جی بھی ایک دفعہ مرہٹہ قوم سے غداری کر کے دشمن سے مِلا تھا۔ یقیناً اِن غداروں نے مغل سلطنت کو کچھ عرصہ کیلئے مزید کھڑا رہنے میں مدد دی۔ اگر یہ غدار پنجاب میں اورنگزیبی فوجوں سے مِل کر پہلو بہ پہلو گورو گوبند سنگھ جی کی فوج سے جنگ نہ کرتے۔ تو یقین سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ گورو صاحب کو سری آنندپور سے نکلنے پر مجبور نہ ہونا پڑتا۔ یہی کچھ راجستھان اور مہاراشٹر کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔

راجستھان کے راجپوت بہت بہادر قوم ہے۔ ان میں مارشل سپرٹ بھری پڑی ہے۔ ہندوستان کے پرانے کشاتر دھرم کی روایات پر چلتے اور ان کی حفاظت کرتے۔ انہوں نے بڑی لڑائیاں لڑیں۔ مُسلم حملہ آوروں کے دانت کھٹے کیئے۔ اور اپنی آزادی کے جذبہ کو زندہ رکھا۔ مہارانا پرتاپ انہی بہادروں کا لیڈر تھا۔ جسے مغل بادشاہ اکبر نے شکست دینے کے لئے کئی فوجی پلٹوں سے کام لیا۔ اس کی قوم میں غدار بھی پیدا کر لئے۔ بلکہ اِن غداروں کے گھروں میں ہی اپنی شادیاں بھی کیں۔ میواڑ کے ان ہی راجپوتوں کے ایک قبیلے نے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کی شادیاں ہی

مغلوں سے کردیں۔ لیکن رانا پرتاپ نے اس بے عزتی کو بھی گوارا نہ کیا۔ نہ ہی مغل سلطنت کے سامنے ہتھیار ڈالے۔ اس نے قسم کھائی تھی۔ کہ غیر ملکیوں کے سامنے کبھی سر نہیں جھکائے گا۔ تاریخ شاہد ہے کہ وہ وطن کی آزادی اور قومی غیرت کی قائمی کے لئے میدانِ جنگ میں شہید ہو گیا۔ رانا پرتاپ کا والد رانا اُودے سنگھ بہت کمزور آدمی تھا۔ جب ۱۵۶۷ء میں مغل فوج نے راجستھان پر حملہ کیا۔ تو وہ بھاگ کر پہاڑوں میں چلا گیا تھا۔ اس حملہ میں اکبر خود میواڑ میں پہنچا ہوا تھا۔ جیمل اور فتا دو راجپوت جرنیلوں نے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ اور بہت بڑی قربانی دکھائی۔ اس حملے کے متعلق تاریخوں میں لکھا ہے۔ کہ "راجپوت رانیاں قلعہ کے اندر آگ میں جل کر مر گئیں۔ اور مغلوں سے بے عزتی کرانے سے بچ گئیں۔ روایت ہے۔ کہ جب راجپوت ہار گئے۔ اور اکبر کی فوجیں شہر میں داخل ہو گئیں۔ تو قتلِ عام کا حکم دیا گیا۔ جو ہندو ہلاک ہوئے ان کے پوتر جنیوؤں کا وزن ۷۴ من تھا۔ اکبر نے اس فتح کا جشن اجمیر میں خواجہ محی الدین چشتی کے مزار پر منایا۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہ لڑائی ہندو دھرم اور اسلام کی لڑائی تھی؟

لیکن رانا پرتاپ کی ہمت میں کمی واقع نہ ہوئی۔ جب وہ گدی پر بیٹھا۔ تو آزادیٔ وطن کی جنگ میں اس نے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی گریز نہ کیا۔ دشمن کا تعاقب جاری تھا۔ اور وہ جنگلوں میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ گھاس پر سویا کرتا۔ فاقے کی نوبت آتی۔ تو بھی لبسر کرتا۔ میواڑ کی تاریخ میں لکھا ہے۔ کہ رانا پرتاپ اکثر کہا کرتا تھا۔ کہ اگر اودے سنگھ پیدا نہ ہوتا۔ تو رانا سانگا اور رانا پرتاپ کے درمیان کوئی اور شخص نہ آتا۔ تو ترکوں کو کیا مجال تھی۔ کہ راجستھان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھتے۔ اسی رانا پرتاپ کی اولاد نے اورنگ زیب کے خلاف بھی علم بغاوت بلند کیا۔ حتےٰ کہ ایک سو سال کے عرصہ میں مغل سلطنت لڑکھڑانے لگ گئی۔

سیواجی مرہٹہ کی قوم بھی غیر ملکیوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے میدان میں آئی۔ اور آخری وقت تک بغاوت پر کمربستہ رہی۔ سیواجی مرہٹہ مہاراشٹر میں پیدا ہوا۔ جس نے نہ صرف اپنی قوم کو آزاد کرایا۔ بلکہ مغل سلطنت کی جڑیں کھوکھلی کر کے اس کی حکومت کی حدود کو پیچھے ہٹا دیا۔ سیواجی بھونسلے خاندان میں پیدا ہوا تھا۔ یہ بھونسلے مرہٹے دراصل راجستھان کے راجپوتوں ہی کی ایک شاخ ہیں۔ اودے پور میں راجپوتوں کا ایک خاندان ہوا کرتا تھا "بھوساوت"۔ اس کا ایک شخص سجن سنگھ مسلمانوں کے مظالم سے تنگ آ کر دکن کی طرف چلا گیا۔ اور اپنی قابلیت سے وہاں سیاسی اہمیت حاصل کر لی۔ اسی بھونسلے خاندان میں شاہ جی بھونسلے ہوا۔ جس کے ہاں ۱۶۲۷ء میں سیواجی مرہٹہ پیدا ہوا۔ اس کی رگوں میں راجپوتی خون تھا۔ اس نے اس کا چمتکار دکھایا۔ ابھی وہ بیس برس کا نہیں ہوا تھا۔ کہ اُسے رامائن اور مہابھارت کی جنگی کتھائیں سنائی گئیں۔ اس کے ذہن کو آنیوالی قومی لڑائیوں کے لئے تیار کیا گیا۔ اس سے گورو رامداس نے اسے کھشتر دھرم کی تربیت دی۔ تلواروں کی پوجا کرنی سکھائی۔ اور اس طرح اسے غیر ملکی حملہ آوروں کو ملک سے نکالنے کیلئے نشو ونما دی گئی۔

سیواجی مرہٹہ نے مرہٹوں کو منظم کر کے مغل سلطنت پر حملے کئے۔ بہت سا علاقہ غیر ملکیوں سے آزاد کرایا۔ مرہٹہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اور پرانے سچے ہندو کی طرح کھشتر دھرم اختیار کر کے دھرم اور دیش کو بچایا۔ اس کے زمانہ میں انگریز تاجر مغل گھاٹ میں آ چکے تھے۔ بلکہ مغل سلطنت کی جگہ اپنی سلطنت قائم کر کے جال بچھانے میں مصروف تھے۔ جب اسے پتہ لگا۔ کہ انگریز بھی وہ مغل حکمرانوں کی

امداد کر رہے ہیں، تو اُس نے اپنی فوج کو انگریزی جہازوں پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ یہ سیواجی کی زندگی کی آخری فوجی مہم تھی۔ کیونکہ اس کے فوراً بعد جب سیواجی ایک علاقائی مہم سے واپس آیا۔ تو اس کے ٹخنے میں سوزش ہو گئی۔ اور وہ بخار میں مبتلا ہو گیا۔ سات دن کی علالت کے بعد وہ راہیٔ ملکِ عدم ہوا۔ اس کے آہنی کیریکٹر کے متعلق ایک انگریز مؤرخ نے مندرجہ ذیل سطور سپردِ قلم کی ہیں:۔

"ذاتی سرگرمیوں میں سیواجی مرہٹہ اپنے وقت کے تمام جنگی سرداروں سے سبقت لے گیا تھا۔ وہ ایک نڈر فوجی آدمی تھا۔ بڑے سے بڑا خطرہ مول لینے کے لئے میدان میں کود پڑتا تھا۔ اس کے حوصلے میں کبھی کمی دیکھنے میں نہیں آئی۔ اس کی آنکھوں میں روشنی بہت تیز تھی۔ جب وہ تلوار چلاتا تھا۔ تو اس کے جوش کو دیکھ کر سپاہی خود بخود لڑنے کے لئے آگے نکل جاتے تھے۔ اُس نے مغل سلطنت کو کھوکھلا کرنے کیلئے بہت بڑا کام کیا۔"

سیواجی مرہٹہ کی وفات ۱۶۸۰ء میں ہوئی۔ جب پنجاب میں سری گورو گوبند سنگھ جی نے بغاوت کی تیاریوں کا آغاز کیا تھا۔ گورو صاحب کی عمر اس وقت چودہ پندرہ برس کی ہوگی۔ یہ وہ وقت تھا۔ جب اُنہوں نے ریاست ناہن میں پاؤنٹہ صاحب میں اپنا ہیڈکوارٹر قائم کیا۔ اور قوم کو فوجی تربیت دینے کے وسائل پر غور کرنے لگے۔ یہی وہ زمانہ تھا۔ جب اُنہوں نے رامائن، مہابھارت اور پرانوں کی دوسری پُستکوں کا مطالعہ کرنے پر توجہ دی۔ ان کے ترجمے کئے۔ اور جنگی نظمیں لکھیں۔ سیواجی مرہٹہ کی وفات کے چھ سال بعد اُنہوں نے پہاڑی ہندو راجوں کے خلاف پہلی لڑائی جیتی۔ اس وقت راجستھان اور مہاراشٹر میں راجپوتوں اور مرہٹوں نے اورنگزیب کے خلاف بغاوت کا جو عَلم بلند کیا ہوا تھا۔ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے۔ کہ گورو صاحب کو اس کا پورا پورا علم تھا۔ اس لئے جب ۱۷۰۸ء کے آغاز میں آپ پنجاب سے نکل کر مہاراشٹر کی طرف روانہ ہوئے۔ تو اُن کے ذہن میں مرہٹوں سے سیاسی یا فوجی تعلق پیدا کرنے کا خیال ضرور تھا۔ ان جیسے سیاسی سُوجھ بُوجھ والے لیڈر کیلئے گرد و پیش کے حالات سے واقف رہنا قدرتی تھا۔ صاحب سری گورو گوبند سنگھ جی کی دُور بین آنکھیں دیکھ رہی تھیں۔ کہ اورنگ زیب کی سلطنت پر راجستھان اور مہاراشٹر میں حملے ہو رہے ہیں۔ کیا تعجب کہ گورو صاحب وہاں کے حالات سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہی دکن کی طرف بڑھے ہوں۔

یاد رکھیئے۔ کہ بیراگی مادھوداس (جو بعد میں بندا سنگھ بہادر بنا) کو مہاراشٹر دکن کے علاقہ میں قیام کئے پندرہ سولہ برس ہو چکے تھے۔ وہ بھی مرہٹوں کی فتوحات سے ناواقف نہیں رہ سکتا تھا۔ اس موقع پر بندا سنگھ بہادر کی سرگرمیوں پر بھی کچھ روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔ وہ لاہور سے ہوتا ہوا تقریباً اسی راستہ سے دکن پہنچ چکا تھا۔ جس سے اس کے بعد سری گورو گوبند سنگھ جی گذر کر وہاں گئے۔ لیکن وہ ابھی بیراگی سادھو ہی تھا۔ ملک کی سیاسیات میں کھُلم کھُلا حصّہ نہیں لے رہا تھا۔ ہندوستان کے پرانے سادھوؤں اور سنیاسیوں کی طرح اُس نے اپنی زندگی کا مقصد یہی سمجھا ہوا تھا۔ کہ سادھوؤں کے جھنڈ میں رہو۔ جنتر منتر سے لوگوں کی امداد کرو۔ اور اس طرح زندگی پوری کر لو۔ وہ بدستور بیراگی سادھو ہی تھا۔ دکن کے علاقہ میں بے شمار سادھو اس کے چیلے بن چکے تھے۔ اس لئے بھی کہ وہ بیراگیوں کے ایک بڑے گورو کا چیلا تھا۔ لیکن یہ نہیں تھا۔ کہ اُس کے ذہن میں مغل بادشاہوں کے مظالم کا خیال اُڑ چکا تھا۔ جب بھی ہندوؤں پر شاہی مظالم کی خبریں اس کے کانوں تک پہنچتیں۔ وہ جوش میں آ جاتا۔ اپنے چیلوں سے اکثر کہا کرتا تھا کہ ہم جنتر منتر کی شکتی سے

ظلم و ستم کا خاتمہ کر دیں گے۔ مہاراشٹر میں بیراگی مادھوداس کے متعلق کئی کہانیاں مشہور ہیں۔ سادھوؤں کا ایک گروہ اب بھی "مادھوداس بیراگی" کے نام پر جنوبی ہند کے لوگوں میں پرچار کرتا رہتا ہے۔ ایک کہانی یہ مشہور ہے۔ کہ:۔

"جس طرح رامائین کے ہنومان نے راون کی نگری لنکا کو جلا ڈالا تھا۔ بیراگی مادھوداس نے بھی مغلوں کا ستیاناس کر دیا تھا"

لیکن یہ کہانیاں کوئی تاریخی حیثیت نہیں رکھتیں۔ لوگوں کے دماغی سکون کو ظاہر کرتی ہیں۔

لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ بیراگی مادھوداس کی زندگی میں انقلاب کے آثار پیدا ہو رہے تھے۔ اس کا من کہہ رہا تھا کہ پنجاب میں گورو گوبند سنگھ جی ضرور اسے درشن دیں گے۔ اور اس سے ملک کی آزادی کیلئے کارہائے نمایاں لیں گے۔ اگرچہ اس نے گورو صاحب کے درشن پہلے نہیں کئے تھے۔ لیکن ان کی جنگی سرگرمیوں کی خبریں اس تک ضرور پہنچ چکی تھیں۔ اور وہ انہیں سُن کر جوش میں آجایا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے۔ کہ یہ بیراگی سادھو پنجاب کی اس تحریک سے خوب واقف تھا۔ جو سری گورونانک دیو جی کے وقت سے جاری ہو چکی تھی۔ اور یہ تھی مُردوں میں نئی زندگی پھونکنے والی تحریک یعنی سکھ دھرم! اس زمانہ میں جب بیراگی مادھوداس پنجاب میں تھا۔ سکھ دھرم بہت پھیل چکا تھا یہ ناممکن ہے۔ کہ اسے اس کی وسعت کا علم نہ ہو۔ یا وہ اس سے متاثر نہ ہوا ہو۔

گورو گوبند سنگھ دکن کی طرف۔ مگر کیوں؟

اورنگزیب کی موت ۲۔ مارچ ۱۷۰۷ء میں احمد نگر میں ہوئی۔ وہ دکن کی مہم سے واپس آ رہا تھا۔ لیکن حالات اور قسمت نے اسے دہلی نہ پہنچنے دیا۔ اور راستہ ہی میں مر گیا۔ مرنے سے چند ماہ قبل نہ معلوم اُس کے دل میں کیا خیال آیا کہ اُس نے گورو گوبند سنگھ صاحب کو ایک خط لکھا جس میں انہیں سمجھوتہ کرنے اور ان سے ملاقات کرنے کیلئے دکن پہنچنے کی دعوت دی مشہور سکھ مورخ پروفیسر گنڈا سنگھ کا خیال ہے۔ کہ "گورو مہاراج اس خط کے بعد اورنگ زیب سے صلح کی بات چیت کرنے کیلئے روانہ ہوئے" لیکن مجھے اس سے اتفاق نہیں۔ میرا قیاس یہ ہے۔ کہ گورو مہاراج مہاراشٹر کے مرہٹوں اور راجستھان کے راجپوتوں سے کوئی نہ کوئی تعلق پیدا کرنے کا خیال رکھتے تھے۔ اورنگزیب کی دعوت پر تو اعتبار کرنا بھی ان کے لئے ممکن نہیں تھا۔ ظفرنامہ میں جو جواب انہوں نے اورنگزیب کو دیا۔ میں اسے اپنے قیاس کے ثبوت میں پیش کرتا ہوں۔ مہاراج نے اورنگزیب کو مخاطب کیا ہے

نہ زیبد ترا نام اورنگ زیب ٭ کہ اورنگ زیباں نہ آید فریب

(تجھے اورنگزیب کا نام ہی زیب نہیں دیتا کیونکہ جو لوگ تخت نشین ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں سے فریب نہیں کیا کرتے۔)

زِکوہِ دکن تشنہ کام آمدی ٭ زمیواڑ ہم تلخ جام آمدی

(تو نے دکن کے مرہٹوں سے بھی لڑائی کر کے دیکھ لیا۔ تجھے اس میں شکست ہوئی۔ تو نے میواڑ راجستھان کے راجپوتوں پر بھی حملے کر کے دیکھ لیا۔ وہاں سے بھی ناکام ہی لوٹا ہے۔)

بدیں سوچوں اکنوں نگاہت رود ٭ کہ آں تلخی و تشنگیت رود

(اب تو میری طرف نگاہ کر کے تلخی اور تشنگی کو استعمال کرنا چاہتا ہے۔)

چناں آتشے زیرِ نعلت نہم
زِ پنجاب آبت نہ خوردن دہم

(مگر جب تو نے میری طرف آنکھ اٹھائی۔ یا گھوڑے لے کر چڑھائی کی۔ تو میں تیری فوج کے پاؤں تلے وہ آگ رکھوں گا کہ تجھے پنجاب میں پانی پینا بھی نصیب نہیں ہوگا۔)

"ظفرنامہ" کے ان اشعار سے ثابت ہے۔ کہ گورو صاحب اورنگزیب سے کسی قسم کا سمجھوتہ کرنے کی سوچ بھی نہیں کر رہے تھے۔ ان کا رجحانِ طبع بدستور جنگ پر آمادہ تھا۔

اگلے اشعار میں گورو صاحب نے صاف فرمایا ہے۔ کہ:-

بہ سوگندِ تو اعتبارے نہ ماند
مرا جز بہ شمشیر کارے نہ ماند

(مجھے تمہاری قسم پر اعتبار نہیں رہا۔ اِس لئے میں تمہاری دعوت قبول نہیں کر سکتا۔ میرے سامنے کوئی رستہ نہیں رہا سوائے اِس کے کہ تلوار سے کام لُوں۔ اور جنگ کروں۔)

نہ قطرہ مرا اعتبارے بر واست ٭ کہ بخشی و دیوان ہمہ کذب گو ست

(میں تمہیں خدا شناس نہیں سمجھتا۔ کیونکہ تُو نے بہت بُرے کام کئے ہیں۔ اور تیرے وزیر بھی جھوٹے ہیں)

شہنشاہِ اورنگ زیبِ لعین ٭ تِرا عدل دُور است و دُور است دیں

(تُو اورنگزیب اگرچہ شہنشاہ ہے۔ لیکن شیطان ہے۔ تو انصاف اور دھرم سے کوسوں دُور ہے۔)

ہماں کو ترا پادشاہی بداد
بہ ما دولتِ دیں پناہی بداد

(جس ایشور نے تجھے بادشاہ بنایا ہے۔ اُسی نے مجھے دھرم کی رکھشا کرنے کی طاقت بخشی ہے۔)

اِس لئے یہ قیاس درُست معلوم نہیں ہوتا۔ کہ گورو صاحب نے اورنگ زیب کی دعوت پر اعتبار کر لیا۔ اور اس سے صُلح کی بات چیت کیلئے دکن روانہ ہو گئے۔ یہ اورنگ زیب وہی تھا جس نے مہاراشٹر کے سیواجی مرہٹہ کو دہلی دربار میں بلاکر قید کر لیا تھا۔ یہ سیواجی کی دانائی تھی۔ کہ چالاکی سے جان بچاکر بھاگ آیا۔ ورنہ اورنگزیب تو اُسے ہلاک کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ جس شخص نے اپنے باپ پر اعتبار نہ کیا۔ اسے قید میں ڈال دیا۔ بھائیوں پر اعتبار نہ کیا۔ اُنہیں تہ تیغ کرایا۔ جیلوں میں ڈال دیا۔ کیا ایسے شخص پر گورو مہاراج اعتبار کر سکتے تھے؟ لیکن یہ درست ہے۔ کہ جن دنوں اورنگزیب نے گورو صاحب کو خط لکھا۔ ان دنوں اس کی ذہنی کیفیت بہت پژمردہ ہو چکی تھی۔ وہ عمر کے ۸۰-۹۰ برس میں پہنچ چکا تھا۔ کسی بھی مغل بادشاہ نے اتنی لمبی عمر نہیں پائی۔ اس کی کمر ٹیڑھی ہو چکی تھی۔ اور اعضا کمزور۔ آنکھوں میں بینائی بھی نہیں رہی تھی۔ اپنے بھائیوں کو تو ہلاک کر چکا تھا لیکن اپنے بیٹوں پر بھی اعتبار نہیں کرتا تھا۔ اس لئے ہو سکتا ہے۔ کہ گورو صاحب کو دعوت دینے میں اس کی چال یہ ہو۔ کہ پنجاب میں جو بغاوت اس کے خلاف ہو رہی تھی۔ وہ مدھم پڑ جائے۔ سمجھوتہ کی باتوں سے عوام میں سے جوش ٹھنڈا ہو جایا کرتا ہے۔

لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ عمر کے آخری مہینوں میں اُسے احساس ہو گیا تھا کہ ہندوستان بھر کی آبادی کو مسلمان بنانے کا اُس کا خواب پورا نہیں ہو سکا۔ نہ ہی وہ مرہٹوں اور پنجابیوں کی بغاوت کو دبانے میں کامیاب ہُوا۔ مشہور برطانوی مورخ الزبتھ ڈی لیلے نے اورنگزیب کے آخری دِنوں کا نقشہ اِن الفاظ میں کھینچا ہے۔

"اورنگ زیب شکی طبیعت کا آدمی تھا۔ آخری دِنوں میں یہ فکر اس پر غالب ہُوئی۔ کہ اس کے اپنے بیٹے اُسے ہلاک کر دینگے۔ سارے مغل بادشاہوں کو یہی فکر رہی۔ اس کے پانچ لڑکے تھے۔ سب سے بڑا محمد تھا۔ وہ گوالیار کے قید خانے میں مر گیا تھا۔ دوسرا معظم اُسے بھی اورنگزیب نے سات سال قید میں رکھا۔ اعظم، اکبر اور کام بخش۔ بھی شک سے بالاتر نہ تھے۔"

"جب زندگی کے آخری دنوں میں اس نے اپنی زندگی پر نگاہ ڈالی۔ تو اس نے محسوس کیا کہ اس کی عمر رائیگاں گذر گئی۔
اور اس کی کمر گناہوں کے بوجھ سے ٹیڑھی ہو گئی ہے۔ دکن کی مصیبتوں میں اس نے اکثر اپنے باپ شاہجہاں کو یاد کیا جسے
اس نے قید کر دیا تھا۔ کئی بار اسے خواب آیا کہ اپنے بھائی دارا کا خون آلودہ سر اس کے ہاتھ میں پکڑا ہے۔ وہ بڑبڑا اٹھا کئی
بار اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیا یہ دنیاوی سلطنت جس کیلئے اس نے باپ کی عزت۔ بیٹوں کا پیار اور بھائیوں کا
اعتماد فروخت کر دیا کسی قیمت کی چیز ہے؟

آخری دنوں میں اس کی زبان پر تھا کہ وہ ناکام رہا جس دکن کیلئے اس نے سالہا سال لڑائیاں کیں محض ایک
ریگستان ہو کر رہ گیا ہے۔ جس میں اس کی فوج کا کافی حصہ غرق ہو چکا تھا جب وہ دکن سے لوٹا تو مرہٹوں نے اس کا مضحکہ
اڑایا۔ اور پنجاب کے سکھوں نے اسے طعنے دیئے۔ خود دہلی میں بغاوت اس کا سامنا کر رہی تھی۔ ہر طرف ناکامی ہی ناکامی!
مرہٹوں نے اس کی فوج کا تعاقب کر کے اسے احمد نگر پہنچا دیا تھا۔ انہی دنوں اس نے اپنے لڑکے اعظم کو خط لکھا۔

"خدا تم پر اور تمہارے وابستگاں پر رحمت بھیجے۔ میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں۔ اور ضعیف بھی۔ میری پسلیوں میں
طاقت نہیں رہی۔ جب میں پیدا ہوا تھا۔ تو میرے ارد گرد کئی امرا و وزرا تھے۔ مگر اب میں اس دنیا سے اکیلا جا رہا ہوں۔
فوج دل توڑ چکی ہے۔ کوئی اس کا مددگار نہیں رہا۔ اسی طرح جسطرح میرا کوئی ساتھی نہ رہا۔ صرف خدا ہی حافظ ہے۔ میرے
دل کو قطعاً چین حاصل نہیں۔ لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ آیا ان کا کوئی بادشاہ تھا کہ نہیں۔ خدا حافظ۔ خدا حافظ۔ خدا حافظ"!

اپنے دوسرے لڑکے کام بخش کو بھی اس نے آخری خط لکھا۔ اسکے الفاظ مسٹر الزبتھ ڈیوبیلے کی معلومات کیمطابق یہ ہیں۔

"**جانِ من!** اب میں اکیلا اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں۔ تمہاری بے بسی دیکھ کر میں غمزدہ ہو رہا ہوں۔ مگر اب تک جو
بھی ظلم میں نے کیا۔ جو بھی گناہ مجھ سے سرزد ہوا۔ جو بھی غلطی میں نے کی۔ ان سب کا خمیازہ اب میرے ساتھ جا رہا ہے۔
میری روح کو تسکین نہیں ہے۔ سوچتا ہوں۔ کہ جب میں دنیا میں آیا تھا۔ تو خالی ہاتھ تھا۔ مگر اب گناہوں کی بھاری گٹھڑی ساتھ
لئے جا رہا ہوں۔ صرف خدا ہی کو پکار رہا ہوں۔ میں نے بے انتہا گناہ کئے۔ بے حد ستم ڈھائے۔ میں نہیں جانتا کہ خدا مجھے کیا سزا
دے گا۔ میں تمہیں اور تمہاری اولاد کو خدا کے حوالے کرتا ہوں۔ اور رخصت چاہتا ہوں۔ ہر طرف درد و الم ہی دیکھتا ہوں۔ تمہاری
بوڑھی ماں اودے پوری بھی کمزور ہو کر میرے ساتھ ہی مر جائے گی۔ مر جانے کے بعد میرے خاکی جسم کو کسی نزدیک ترین قبرستان
میں لے جانا۔ اور بے کفن دفن کر دینا"۔

اپنے ظلم و ستم کا جو احساس اورنگزیب کو موت سے چند دن پہلے ہوا۔ سری گورو گوبند سنگھ جی نے "ظفرنامہ" میں
اسے اس سے آگاہ کر دیا تھا۔ گورو صاحب نے لکھا تھا کہ ؎

عجب است انصاف دیں پروری — کہ حیف است صد حیف ایں سروری
مزن تیغ بر خون کس بے دریغ — ترا نیز خوں چرخ ریزد بہ تیغ
تو غافل مشو مرد یزداں شناس — کہ او بے نیاز است از ہر سپاس

(اے اورنگزیب! تیرا انصاف اور تیری دین پروری عجیب ہے۔ مجھے تمہاری حالت پر رحم آتا ہے۔ کسی بیکس کی گردن پر تیغ نہ چلا۔
کہ آسمان تیرا خون بھی گرانے کی طاقت رکھتا ہے۔ اگر تو ایشور کو مانتا ہے۔ تو اس سے غافل نہ ہو کہ ایشور ہر قسم کے شکریہ سے بے نیاز ہے)

جب اورنگ زیب کی ذہنی کیفیت یہ ہو رہی تھی جب اُسے چاروں طرف سے شکست نے گھیر رکھا تھا، تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ گورو مہاراج اس سے سمجھوتہ کرنے کے خیال سے پنجاب سے روانہ ہوئے ہوں۔ اور پھر پنجاب کے مغل صوبیداروں نے تو مہاراج کو جانی نقصان پہنچانے کیلئے ان کے پیچھے پٹھان جاسوس بھیجے ہوئے تھے۔ سمجھوتہ کی بات چیت چل رہی ہوتی تو وہ اس شرارت پر آمادہ کیوں ہوتے۔ اس لئے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ گورو گوبند سنگھ مرہٹوں اور راجپوتوں سے تعلق پیدا کرنے کے خیال سے دکن کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ مہاراج نے اپنے جس سکھ بھائی دیا سنگھ کو ظفرنامہ کا خط دیکر اورنگ زیب کے پاس دکن کی طرف بھیجا تھا۔ وہ ابھی واپس نہیں آیا تھا کہ گورو مہاراج پنجاب سے چل پڑے۔ اورنگزیب سے سمجھوتہ کی بات چیت چل رہی ہوتی، تو آپ اس کا انتظار کرتے۔

جیسا کہ پچھلے صفحات پر بتایا جا چکا ہے۔ گورو گوبند سنگھ جی راجپوتانہ راجستھان کے مقام باگور میں تھے۔ جب انہیں اورنگزیب کے فوت ہونے کی اطلاع ملی۔ ایک اچھے سیاست دان کی طرح اُنہوں نے دہلی واپس آنے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ پنجاب کی آزادی کیلئے قسمت آزمائی کی جا سکے۔ اور بکھرے ہوئے سکھ فوجی جرنیلوں سے گفتگو کی جا سکے۔ کہ مغل سلطنت کا تخت حاصل کرنے کیلئے اورنگزیب کے لڑکوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ اس کا تیسرا لڑکا اعظم چند امرا کی مدد سے دہلی پر قابض ہو گیا۔ اور ۱۴ مارچ ۱۷۰۷ء کو اپنے شہنشاہ ہند ہونے کا اعلان کر دیا۔ حالانکہ حق اس کے بھائی محمد معظم کا تھا۔ اس معظم نے گورو مہاراج تک رسائی حاصل کی۔ اور ان سے امداد کا طالب ہوا۔ آگرہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی۔ معظم نے گورو صاحب سے وعدہ کیا کہ وہ شہنشاہ بن جانے کی صورت میں ظالموں کو سزا دے گا۔ گورو گوبند سنگھ ایسے وعدوں پر اعتبار کرنے والے نہیں تھے۔ لیکن وہ یہ سوچ کر کہ دشمنوں میں سے ایک کو مار و، معظم کی امداد کیلئے تیار ہو گئے۔ گورو مہاراج کے اس فیصلہ سے بھی ثابت ہے۔ کہ اورنگزیب کے ساتھ ان کی سمجھوتہ کی بات چیت نہیں ہو رہی تھی۔ مشہور سکھ مورخ بھگت لچھمن سنگھ پروفیسر ہسٹری گورڈن کالج راولپنڈی نے اپنی مشہور کتاب "گورو گوبند سنگھ" میں ایک جگہ لکھا ہے۔

"اورنگزیب کے بڑے لڑکے معظم کے دربار میں مشہور سکھ بھائی نند لال بڑے عہدے پر فائز تھے۔ انہوں نے معظم کو ترغیب دی۔ اور گورو گوبند سنگھ جی کو بھی لکھا کہ وہ معظم کی مدد کریں۔ گورو صاحب اپنے بہت سے فوجی سپاہیوں کیساتھ وہاں پہنچے۔ اور ایک دشمن کو مارنے کے خیال سے اعظم کی فوج پر حملہ کر دیا۔ یہ لڑائی راجستھان کے مقام "جاجاؤ" پر ۱۸ جون ۱۷۰۷ء کو ہوئی۔ اعظم خود اس لڑائی میں موجود تھا۔ گورو گوبند سنگھ ایک موزوں جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور موقع پاکر تیر چلایا۔ جس سے اعظم ہاتھی سے گر کر ہلاک ہو گیا۔ اور اس طرح معظم بادشاہ بن گیا۔ وہ گورو صاحب کو اپنے ساتھ آگرہ لے گیا۔ جہاں گورو صاحب نے مطالبہ کیا۔ کہ جن مغل سرداروں نے پنجاب پر ظلم کئے ہیں۔ وہ ان کے حوالے کر دیئے جائیں۔ مگر معظم ٹال تا رہا۔" (انگریزی سے ترجمہ)

گورو گوبند سنگھ صاحب کا مقصد مغل سلطنت کو ختم کرنا تھا۔ آپ نے دکن کی طرف رخ کیا تھا۔ اس کے ثبوت میں ایک اور حوالہ پڑھیئے۔ جو "GREAT MEN OF INDIA" نامی کتاب میں مشہور ہندوستانی ڈپلومیٹ سردار کے۔ ایم پانیکار کے قلم سے ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"اورنگزیب کی موت کے بعد گورو گوبند سنگھ کو اپنے مقاصد کے حصول کا موقع مل گیا۔ سات سال کی پُر آشوب

جنگی سرگرمیوں کے بعد جن کی وجہ سے ان کی فوج بھی گھٹ گئی تھی۔ اور دوسرے ذرائع بھی محدود ہو گئے تھے۔ انہیں خود سلطنت مغلیہ کے اندرونی معاملات میں دخل دینے کا موقع حاصل ہو گیا۔ شہنشاہ معظم بہادر شاہ نے انہیں بلایا۔ اور آپ کافی فوج لے کر دہلی اور آگرہ پہنچ گئے۔ انہوں نے اپنی ملٹری اکی ڈنڈ بھر قائم کر لی۔ اور حالات کا فائدہ اٹھانے کیلئے دکن روانہ ہو گئے۔ بظاہر شاہی فوج کے ساتھ ساتھ لیکن دراصل اپنا پرچار کرنے کیلئے اور اپنی فوج میں اضافہ کرنے کیلئے۔

جس "جاجاؤ" کے مقام پر سری گورو گوبند سنگھ جی نے اعظم کو ہلاک کیا وہ آگرہ اور دھولپور کے درمیان "جاجن" سے چار میل کی دوری پر واقع ہے۔ ایک انگریز مورخ مسٹر ارون نے اپنی کتاب "LATER MUGHALS" میں گورو صاحب کی تیر اندازی کی بہت تعریف کی ہے جس سے انہوں نے اس مقام پر معظم بہادر شاہ کے حریف اعظم کو ہلاک کیا تھا۔ معظم نے انہیں ساٹھ ہزار روپیہ اپنی فوج کو از سر نو مرتب کرنے کے لئے بھی دیا تھا۔ ۱۵ اکتوبر ۱۷۰۷ء تک سری گورو گوبند سنگھ جی آگرہ میں رہے LATER MUGHALS میں ان کی دکن کو روانگی کی تاریخ ۱۲ نومبر ۱۷۰۷ء لکھی ہے لیکن بعض مورخین کا خیال ہے کہ شاہی فوج بھی اور گورو مہاراج کی فوج بھی ۱۷۰۸ء کے وسط تک اسی علاقہ میں رہی لیکن جن دنوں گورو گوبند سنگھ جی راجستھان اور مہاراشٹر میں داخل ہوئے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان سے پہلے بیراگی مادھو داس نے ذہنی انقلاب کی زمین تیار کر لی تھی۔ ذیل میں ایک اقتباس پڑھیئے جو اس زمانہ کے عام رواج کو ظاہر کرتا ہے۔

"مادھو داس نے پنجاب میں گھومنے گھامنے والے سادھو کا روپ دھارن کر لیا تھا۔ ۱۶۸۶ء میں اس نے ضلع لاہور کی تحصیل قصور کے مقام بابا رام تھمن پر بیساکھی کے میلہ میں شرکت کی تھی۔ یہیں وہ رام داس نامی ایک سادھو کے بیراگی آشرم میں شریک ہوا تھا۔ مگر اسے اس سے بھی سکونِ قلب حاصل نہ ہوا۔ چنانچہ وہ جنوبی ہند کی طرف روانہ ہو گیا۔ بیراگی سادھوؤں کے مت کی ابتدا سوامی رامانج نے کی تھی۔ اس مت کے سادھوؤں کا خیال یہ تھا۔ کہ سنسار دکھوں کی جگہ ہے۔ بیراگ دھارن کر کے انسان ان دکھوں سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ مادھو داس پنجاب سے نکلا راجستھان سے ہوتا ہوا مہاراشٹر پہنچا۔ اور وہاں کے ناسک مقام پر رہنے لگا۔"

ناسک مقام ہندو دھرم میں بہت مقدس مانا جاتا ہے۔ یہاں کے جنگلوں میں رامائن کا پنچ وٹی استھان ہے۔ جہاں رام چندر سیتا جی اور لچھمن جی نے بنباس کے دن کاٹے تھے۔ مادھو داس بیراگی سادھوؤں کا لیڈر تھا۔ اس لئے یہ مقام اسے بہت پسند آیا۔ لیکن جنوبی ہند کے اس مقام پر پہنچنے میں اسے راجستھان کے جس علاقہ سے گزرنا پڑا وہاں اپنے نقوش چھوڑتا گیا۔ ان کے متعلق ایک انگریز مورخ نے لکھا ہے۔ کہ:۔

"گیارھویں بارھویں صدی میں سوامی رامانج نے جنوبی ہند میں سنت بیراگی دھرم کا پرچار کیا۔ لیکن ان کے بعد یہ دھرم شمالی ہندوستان میں بھی پھیل گیا۔ کیونکہ بیراگی سادھو شمالی تیرتھوں کی یاترا کرنے کیلئے آتے رہتے کشمیر اور ہمالیہ کے پہاڑوں کی یاترا ان کے دھرم کا انگ ہو گیا تھا۔ مادھو داس پنج وٹی کے مقام پر ایک بڑے سادھو اوگر ناتھ کا چیلا بن گیا جنتر منتر کی ودیا اس نے اسی سے سیکھی تھی۔"

اس موقع پر میکالف کی کتاب "سکھ ریلیجن" میں سے بھی یہ سطور ناظرین کو بہت واقفیت دیں گی۔ اس نے لکھا ہے کہ:۔

"انگریزی راج کے آنے سے پہلے مغل راج میں بھی عام رواج تھا کہ تعلیم دینے کیلئے باقاعدہ سکول نہیں ہوتے تھے۔ ہندوؤں میں سادھو اور مسلمانوں میں فقیر درویش ہی گاؤں گاؤں گھومتے اور بچوں کو سکھاتے پڑھاتے تھے سکھوں نے اپنے گوردواروں دھرم شالاؤں اور ڈیروں کو درسگاہیں بنایا ہوا تھا جس میں وہ دھرم کا بھی پرچار کیا کرتے تھے"۔

یقیناً مادھوداس کی ٹولی بھی ان سرگرمیوں میں حصہ لیتی رہی یعنی لوگوں میں گوردواروں اور دھرم شالاؤں میں پرچار کرتی ہو ہوگی۔ اس سے یہ قیاس بھی کیا جاسکتا ہے۔ کہ جس علاقہ سے سری گورو گوبند سنگھ جی گذر کر دکن میں داخل ہوئے اس میں سکھ دھرم کا پرچار بھی ہوا ہوگا۔ بہت ممکن ہے کہ مادھوداس خود بھی کرتا رہا ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جن دنوں گورو صاحب راجستھان کے علاقہ سے گذر رہے تھے۔ ان دنوں مادھوداس بیراگی کی سرگرمیاں بھی ان علاقوں میں مشہور رہ چکی ہوں۔
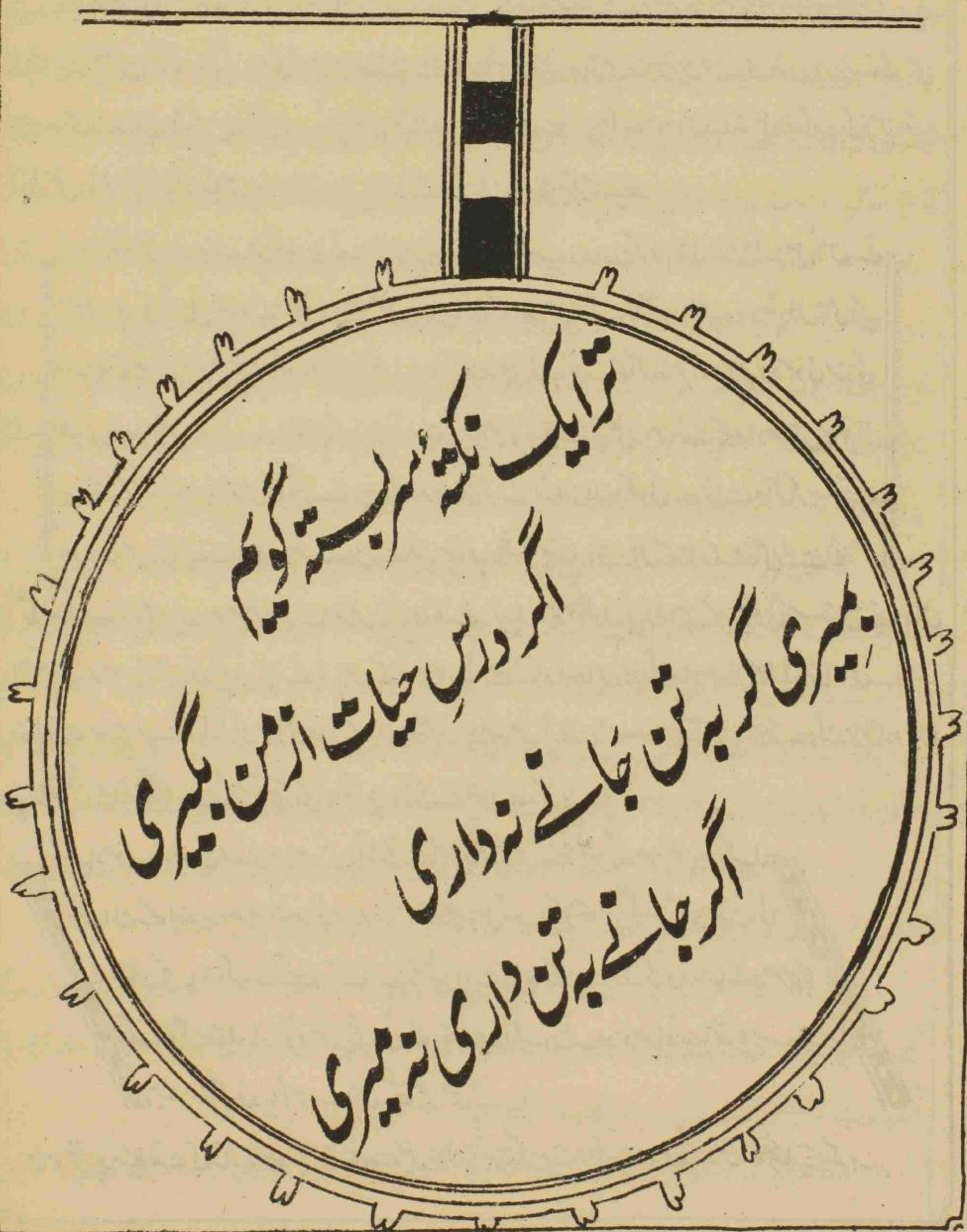
گورو گوبند سنگھ بیراگی مادھوداس کے دیش میں

اٹھارویں صدی کے ابتدائی دور میں (۱۷۰۷ء کے لگ بھگ) راجستھان خصوصاً مہاراشٹر کا دیش مذہبی اثر و رسوخ کے اعتبار سے بیراگی مادھوداس کا دیش تھا۔ اس کا مٹھ ناندیڑ میں تھا۔ دریائے راوی کے کنارے لیکن سینکڑوں میل تک پھیلے ہوئے علاقہ میں اس کی شہرت تھی۔ وہ جنتر منتر میں بڑا ماہر تھا۔ عوام میں مشہور تھا۔ کہ وہ نگاہوں کے اشارے سے یا انگلیوں کے اشارے سے دشمن پر تیر برسا سکتا ہے۔ اور اس طرح اُسے بھسم کر سکتا ہے جنتر منتر کی طاقت سے لوگوں کی کئی بیماریاں بھی دُور کرنے کیلئے مشہور تھا۔ غرض جنوبی ہند (دکن) میں اس کا ثانی کوئی نہیں تھا۔ گورو گوبند سنگھ جب ساتھ ساتھ آگرہ سے دکن کی طرف روانہ ہوئے۔ تو اگست ۱۷۰۷ء کے دوسرے یا تیسرے ہفتہ میں ریاست جے پور کے مقام نرائین میں ایک مہنت جیتا گر سے ان کی ملاقات ہوئی۔ یہاں مشہور فقیر دادو کا استھان بھی تھا۔ جسے آج بھی "دادُو دوارہ" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مہنت نے گورو مہاراج کو بیراگی مادھوداس کی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔ اور اُنہیں بتایا کہ یہ شخص بڑا شکتی مان ہے۔ اس سے مل کر بہت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ بیراگی مادھوداس کا شہرہ دُور دُور تک تھا۔ یہ قیاس بھی کیا جا سکتا ہے۔ کہ مہاراج کو اِس بیراگی کے متعلق یہ بھی پتہ لگ گیا ہو۔ کہ وہ جموں و پنجاب کا رہنے والا ہے۔ اور راجپوت خاندان سے ہے۔ یہ زمانہ تھا جب مہاراج کو شاہی فوج کے ساتھ رہتے ہوئے ایک سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا تھا۔ شہنشاہ معظم اُنہیں صاف جواب نہیں دیتا تھا۔ ٹال رہا تھا۔ اگرچہ اُس نے ابتدا میں وعدہ کیا تھا۔ کہ پنجاب کے ظالم صوبیداروں کو مہاراج کے حوالے کرے گا۔ ایک تاریخ میں لکھا ہے۔ کہ شہنشاہ نے حکمنامہ لکھ دیا تھا۔ کہ وزیر خاں نواب سرہند تین سو روپیہ روزانہ ہرجانہ گورو مہاراج کو ادا کرے۔ اور یہ ہرجانہ تب تک دیتا رہے۔ جب تک مہاراج اسے معاف نہ کر دیں۔ لیکن اس حکمنامہ پر عمل کرنے کی طرف کوئی اقدام نہیں ہو رہا تھا۔ اِن ہی دنوں گورو مہاراج کو یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ شہنشاہ معظم دکن میں اپنے دوسرے بھائیوں کی سرکوبی کیلئے بھی جانا چاہتا ہے۔ اور راجستھان کے ہندو راجوں پر بھی حملہ کرنے کی سوچ رہا ہے۔ ایک فارسی کی کتاب "ہدایت والدِ قالیم" میں لکھا ہے۔ کہ:۔

خان خاناں عظیم خاں نے شہنشاہ کو مشورہ دیا۔ کہ وہ راجستھان کے کچھواہیا راجپوتوں کے ملک کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے مسلم برادروں میں بانٹ دے۔ تاکہ وہ تخت کے دوسرے مدعی کام بخش کا ساتھ نہ دیں۔

انگریز مورخ اروِن نے (LATER MUGHALS) میں اِس سلسلے میں لکھا ہے۔ کہ "سکھ گورو گوبند سنگھ نے ان پر بُرا منایا۔ اُنہوں نے اس تجویز کی نہ صرف مخالفت ہی کی۔ بلکہ شاہی فوج سے الگ ہو گئے۔ ایسا ہونا ہی چاہیئے تھا۔ گورو گوبند سنگھ کا مقصد مغل سلطنت کو ختم کرنا تھا۔ نہ کہ اس کو تقویت پہنچانے کے اقدام کو خاموشی سے دیکھتے رہنا

چنانچہ مہاراج اپنے سکھوں کی مختصر سی فوج کو لے کر شاہی فوج سے الگ ہو گئے۔ جنوبی ہند کے مشہور مسٹر سینا پتی (جو غالباً مرہٹہ ہیں) نے اپنی کتاب "سری گورو سبھائے" میں اس واقعہ پر روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے۔ کہ:-

"اس وقت شاہی فوج برہان پور دکن کیطرف کوچ کر رہی تھی۔ گورو نانک کے جانشینوں میں سے آخری گورو گوبند سنگھ اس علاقہ میں اپنے پرچار کیلئے آئے تھے۔ آپ اکثر بڑے بڑے اکٹھوں کی طرف نکل جاتے۔ اور دو دو تین تین سو فوجی جرنیل بھی ان کے ہمراہ ہوتے۔ اور جگہ جگہ اپنے مقاصد کا پرچار کرتے۔"

ایک دوسری کتاب "تاریخ بہادر شاہی" میں مسٹر ایلیاٹ نے گورو مہاراج کے پرچار کے متعلق مندرجہ ذیل سطور سپرد قلم کی ہیں۔ کہ:-

"گورو گوبند سنگھ کئی کئی دن بڑے بڑے اکٹھوں میں تقریریں کرنے کے عادی تھے۔ ان کی تقریروں سے لوگوں میں بے پناہ جوش پھیل جاتا تھا۔ ان کے اکٹھوں میں مذہبی جوش و خروش پیدا ہو جاتا تھا۔ ہر طبقہ کے لوگ ان کی تقریریں سنا کرتے تھے۔"

"کلکتہ ریویو" نامی اخبار کے ۱۸۸۱ء کے پرچہ نمبر ۲، میں بھی یہی بات لکھی ہے۔

اِن تاریخی حوالوں سے ثابت ہے۔ کہ سری گورو گوبند سنگھ جی دھارمک اور راج نیتک پرچار کرنے کیلئے راجستھان اور مہاراشٹر کیطرف گئے تھے۔ مغل حکمرانوں سے کسی سمجھوتہ کا کوئی مقام نہیں تھا۔ ان کی سرگرمیوں سے یہ نتیجہ نکالنا زیادہ صحیح ہے۔ کہ آگرہ میں قیام کے دوران ہی گورو مہاراج حسب موقعہ کی تلاش میں تھے۔ اس تک پہنچنے کا رستہ اُنہیں "دادو دوارہ" کے مہنت جیت رام سے مل گیا تھا۔ اور وہ دکن کے مقام ناندھیڑ پر جا کر مادھو داس بیراگی سے ملنے کی سوچ رہے تھے۔ بہت سے سکھ سپاہی بھی اُن کے ساتھ تھے۔ اس لئے آپ اپنی سیاسی طاقت میں مزید اضافہ رکھتے تھے۔ کم و بیش ایک ماہ گورو صاحب راجستھان اور دکن کے درمیانی علاقہ میں اپنا پرچار کرتے رہے۔ یہ بات ان کے کئی حکمناموں سے بھی ظاہر ہے۔

بعض مورخوں کے بیان کے مطابق سری گورو گوبند سنگھ جی ۴ ستمبر ۱۷۰۸ء کو سادھو مادھو داس کے مٹھ ناندھیڑ میں پہنچے۔
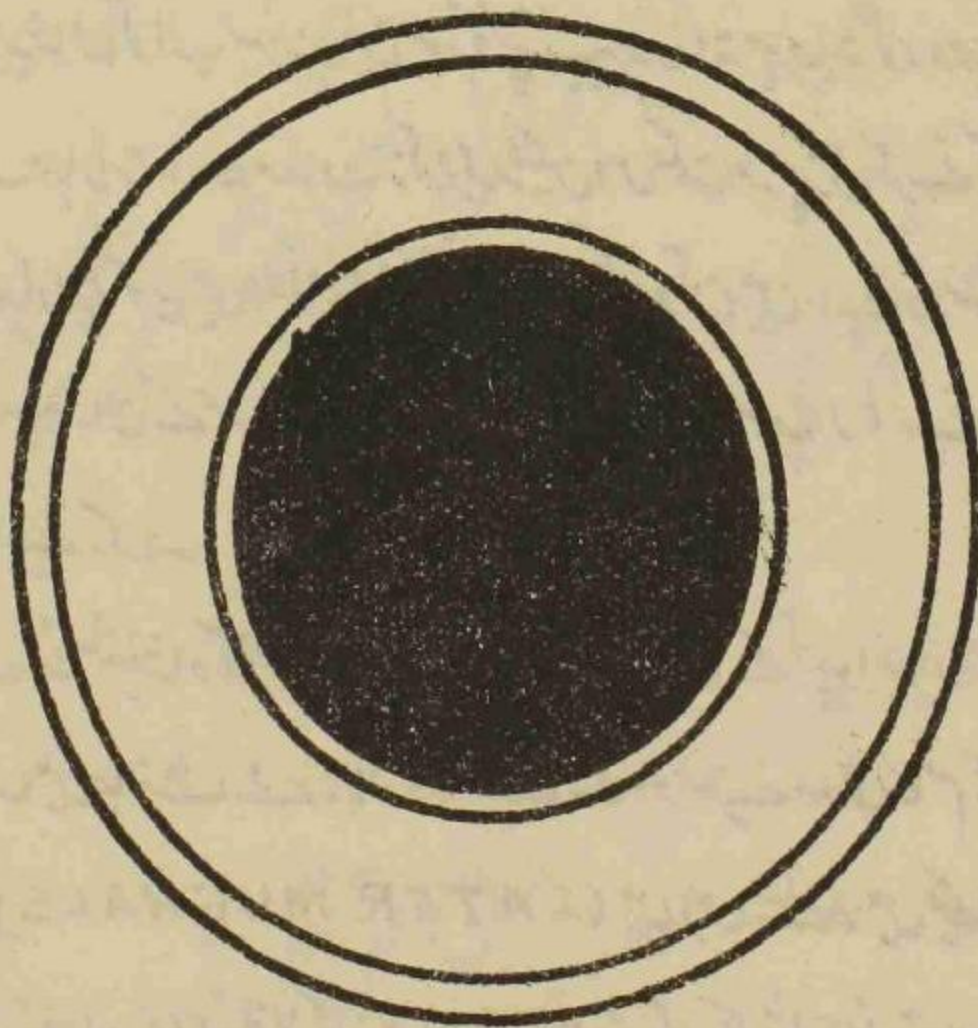
گورو گوبند سنگھ کے درشن۔ مادھو داس بیراگی کا پُنر جنم

چودھویں اور پندرھویں صدی میں ہندوستان پر مغل بادشاہوں اور دوسرے غیر ملکی حملہ آوروں کے مظالم کی انتہا ہو چکی تھی۔ اِن مظالم کا مقابلہ کرنے کیلئے جہاں سیاسی خیالات پیدا ہوئے۔ وہاں لوگوں میں دھارمک وشواس بھی زیادہ ہو گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب بنگال، گجرات، کاٹھیاواڑ۔ اور مہاراشٹر میں ویشنو مت زیادہ مقبول ہو رہا تھا۔ بیراگی سادھوؤں کا اثر لوگوں میں بڑھ گیا تھا۔ مادھو داس بیراگی بھی مہاراشٹر کے بیراگیوں کا لیڈر مانا جانے لگا تھا۔ اس کی عمر اُس وقت جب اورنگزیب کی موت کے بعد شہنشاہ معظم شاہ نے دہلی قبضہ کرنے کے بعد دکن پر فوج کشی کی تھی۔ ۳۸ برس کی تھی اور ناندیڑ کے مقام پر اسے اپنا مٹھ بنائے کافی عرصہ ہو چکا تھا۔ مادھو داس کا اثر لوگوں پر اتنا زیادہ تھا کہ دُور دراز سے ہندو جوق در جوق اِس کے درشنوں کو آتے۔ اور جنتر منتر سے اپنے دُکھ دُور کرایا کرتے۔ یہ مٹھ جنگلوں سے گھرا ہوا تھا۔ ویشنو مت کے سینکڑوں سادھو یہاں آتے ٹھہرتے اور تیرتھوں کی یاترا کو چلے جاتے۔ یہ غیر اغلب نہیں۔ کہ جو سادھو یہاں آتے تھے ان میں وہ بھی ہوتے۔ جو راجستھان اور شمالی ہندوستان کے دوسرے حصّوں سے بھی آتے تھے۔ اس لئے یہ قیاس درست ہے۔ کہ اِس مٹھ میں یہ خبر پہنچ چکی ہوگی۔ کہ گورو گوبند سنگھ اِس علاقہ میں اپنا پرچار کر رہے ہیں۔ اور یہ بھی درست ہے کہ مادھو داس بیراگی نے گورو صاحب کا نام ضرور سُنا ہوگا۔ بلکہ یہ بھی سُن لیا ہوگا۔ کہ یہ وہی گورو گوبند سنگھ ہیں۔ جنھوں نے پنجاب میں (جہاں مادھو داس کا بچپن گذرا) مغل حکومت کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ہوا ہے۔

مادھو داس بیراگی کے متعلق دکن اور راجستھان میں مشہور تھا اور وہ اس بات کا دعوےٰ بھی کیا کرتا تھا کہ طرح طرح کے جِنّ اس کے قابو میں ہیں۔ طرح طرح کے بھوت پریت اس کے چیلے بنے ہوئے ہیں۔ جن سے وہ دشمنوں پر آگ کے تیر برسوا سکتا ہے۔ جب گورو گوبند سنگھ ریاست جے پور کے استھان "دادُو دوارہ" میں تھے۔ تو وہاں کے مہنت جیت رام نے اُنہیں اِس بھوتوں پریوں کے بادشاہ بیراگی کے حالات سُنائے تھے۔ اور اُنہیں چیلاونی دی تھی۔ کہ جو کوئی بھی اُس کے مٹھ میں جائے۔ وہ اُس کو مرعوب کرنے کیلئے بھوتوں پریتوں کو بُلاتا ہے۔ اور دُوسروں کی طاقت کا مضحکہ بھی اُڑاتا رہتا ہے۔ اس لئے جب گورو صاحب اُس کے مٹھ میں پہنچے۔ تو اُنہیں اس کی خاصیتوں کا علم تھا۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُنہیں اس بات کا بھی احساس ہو گیا تھا۔ کہ یہ شخص دوسروں کو زیر کرنے اور ان کا لیڈر بننے کی بھی اہلیت رکھتا ہے۔ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ گورو گوبند سنگھ صاحب خود بڑے مردم شناس تھے۔ کوئی آدمی کتنا باحوصلہ ہے۔ کتنا باہمت ہے۔ اور کتنی مرغوب کُن شخصیت کا مالک ہے۔ سری گورو گوبند سنگھ جی کو یہ پہچان تھی۔ کوئی مہاں پُرش اس وقت تک لوگوں کا لیڈر نہیں بن سکتا۔ جب تک کہ اس کے کردار میں یہ خصوصیات نہ ہوں۔ اندر پھر گورو مہاراج تو جانی جان بھی تھے۔

ہندوستان کے اتہاس میں ایسے مردم شناس بزرگ پہلے بھی ہو چکے ہیں۔ مہارشی چانکیہ کے متعلق اتہاس میں لکھا ہے۔ کہ جب سکندر کی یونانی فوج نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ اور پنجاب کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ تو تکشلا (ٹیکسلا) یونیورسٹی کا آچاریہ چانکیہ دوسرے علاقوں کے راجوں کو اکٹھا کرنے کیلئے پنجاب سے چلا گیا۔ اور ملک کی طاقتوں کو اکٹھا کرنے میں لگ گیا۔ مگدھ دیش ایک جگہ پہنچا تو دیکھا۔ کہ ایک گاؤں سے باہر دس پندرہ لڑکے کھیل رہے تھے۔ ان میں سے ایک لڑکے نے دوسرے لڑکوں کی گردنوں میں رسیاں ڈالی ہوئی تھیں۔ اور انہیں گھوڑے بنا کر ان کی پیٹھوں پر سواری کر رہا تھا۔ چانکیہ رشی نے اس کے والدین کا پتہ کیا۔ اور اس زمانہ کے سکہ کے مطابق دو ہزار روپیہ ادا کر کے اسے خرید لیا۔ یہ خریدا ہوا لڑکا ہندوستان کے موریا خاندان کا مہاراجہ چندر گپت تھا۔ جس نے سکندر کی فوجوں کو نہ صرف ہندوستان سے بھگایا۔ بلکہ ایک اتہاس کار کے مطابق سکندر پر حملہ کر کے اسے زخمی بھی کر دیا۔ انہی زخموں کی تاب نہ لا کر سکندر قاہرہ میں جا کر مر گیا تھا۔

گورو گوبند سنگھ جی بھی مادھو داس بیراگی کو اپنی فوج کا جتھے دار بنانا چاہتے تھے۔ ہندوستان کی تاریخ گورو صاحب کی مردم شناسی پر رہتی دنیا تک فخر کرتی رہے گی۔ کہ انہوں نے ایک بیراگی سادھو کے کردار کو سمجھا۔ اور آن کی آن میں اسے بندا سنگھ بہادر بنا کر اپنے اس قول کو غیر فانی حیثیت دے گئے۔ کہ :-

"چڑیاں کولوں باز تڑاؤں ، تبھی گوبند سنگھ نام کہاؤں"

اپنے چند چیدہ چیدہ سکھوں کے ساتھ جب گورو گوبند سنگھ بیراگی کے مٹھ میں پہنچے۔ تو وہ خود وہاں موجود نہیں تھا۔ کسی قریبی استھان میں گیا ہوا تھا۔ گورو صاحب اس کی کٹیا میں چلے گئے۔ اور اس کی چارپائی پر لیٹ گئے۔ جس پر سوائے مادھو داس کے کوئی نہ بیٹھ سکتا تھا اور نہ ہی لیٹ سکتا تھا۔ گورو مہاراج تھکے ہوئے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ گورو کے سکھوں نے کسی جانور کا جھٹکا کیا۔ اور وہاں پرشاد پکانے میں مصروف ہو گئے۔ بیراگیوں نے جب یہ حالت دیکھی۔ تو بہت مضطرب ہوئے۔ اس سے پہلے نہ ان کے گورو کی چارپائی پر کوئی بیٹھا تھا۔ اور نہ ان کے مٹھ میں کسی نے کبھی یہاں پرشاد پکایا تھا۔ یہ لوگ ویشنو تھے۔ اور ویشنو بھوجن کے آہاری تھے۔ بہت برافروختہ ہو کر چند سادھو دوڑے دوڑے بیراگی کے پاس گئے۔ اور اسے عجیب و غریب قسم کے اتیتھیوں کے مٹھ میں آنے سے مطلع کیا۔ مادھو داس نے جب یہ سنا کہ مٹھ میں ایسا اتیتھی بھی آیا ہے۔ جو اس کی چارپائی پر لیٹ گیا ہے۔ تو اس نے جنتر منتر کی شکتی سے بھوتوں پریتوں کو بلا لیا۔ اور کرودھ میں آ کر مٹھ کی طرف دوڑا۔ کٹیا کے باہر درخت کے نیچے کھڑے ہو کر اس نے اونچی اونچی آوازوں میں بھوتوں پریتوں کو حکم دیا۔ کہ "ایسے اتیتھی کو بھسم کر دو" لیکن اتنے میں گورو صاحب باہر آ گئے۔ اور پوری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ مادھو داس پورے جوش میں تھا۔ گورو جی مسکرائے۔ اور اس کے قریب تر آ کر کچھ سوچنے لگے۔ اتنے میں گورو مہاراج کے سکھ بھی وہاں آ چکے تھے۔ اور بیراگی کے بہت سے چیلے بھی۔ اس موقع پر سری گورو گوبند سنگھ جی اور مادھو داس بیراگی میں جو بات چیت ہوئی۔ وہ ہندوستان کی تاریخ میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ گفتگو خیالی نہیں بلکہ حقیقی ہے۔ ایک مسلم مورخ نے اپنی کتاب میں اسے لفظ بہ لفظ قلمبند کیا ہے۔

اِس مؤرخ کا نام احمد شاہ ہے۔ جو بٹالہ پنجاب کا رہنے والا تھا۔ اِس کی لکھی ہُوئی ایک کتاب "ذکرِ گورواں و ابتدائے سِنگھاں و مذہبِ ایشیاں" فارسی زبان میں ہے۔ اِس کتاب کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ کہ اِس میں گورو صاحبان سِنگھوں کی ابتدا اور ان کے مذہب کے متعلق حالات درج ہیں۔ اِس مُسلم مؤرخ کی اطلاع کے مطابق گورو گوبند سِنگھ اور بیراگی مادھو داس کے درمیان جو گفتگو ہُوئی۔ اِس کا ترجمہ یُوں ہے :۔

مادھو داس :۔ "تم کون ہو"؟

گورو گوبند سِنگھ :۔ "مَیں وہ ہُوں جسے تم جانتے ہو"۔

مادھو داس :۔ "مَیں آپ کے متعلق کیا جانتا ہُوں"؟

گورو گوبند سِنگھ :۔ "اپنے دِل میں اچھی طرح سوچو"۔

مادھو داس :۔ (کچھ لمحے سوچنے کے بعد) "تو کیا آپ گورو گوبند سِنگھ ہیں"؟

گورو گوبند سِنگھ :۔ "ہاں مَیں ہی گورو گوبند سِنگھ ہُوں"۔

مادھو داس :۔ "تو تم یہاں کس لئے آئے ہیں"؟

گورو گوبند سِنگھ :۔ "اِس لئے کہ تم کو اپنا سِکھ بناؤں"۔

مادھو داس :۔ (چرنوں میں گر کر) "مَیں آپ کا بندہ (سیوک) ہوں۔ اور آپ میرے گورو مہاراج"!

مُسلم مؤرخ کی اِس گواہی سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں مہاراشٹر کے لوگوں میں بھی یہ بات مشہور ہو چکی تھی۔ کہ گورو گوبند سِنگھ پنجاب سے نکل کر راجستھان وغیرہ میں پرچار کرتے ہُوئے مہاراشٹر کی طرف آ رہے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ تو مادھو داس کو گورو مہاراج کے اِس سوال پر کہ "اپنے دِل میں سوچو مَیں کون ہُوں"۔ ان کا نام کیسے معلوم ہو جاتا۔ مہاراشٹر کے علاقہ میں یہ یقیناً یہ مشہور ہو چکا تھا۔ کہ گورو صاحب پرچار کرتے ہُوئے مہاراشٹر میں آ رہے ہیں۔ اِسی لئے مادھو داس نے سوچنے پر جھٹ کہہ دیا کہ "کیا آپ گورو گوبند سِنگھ ہیں"؟

لیکن موجودہ مصنّف کو اگر اِن تاریخی مکالموں میں اضافہ کرنے یا قیاس آرائی کی قوّت سے اُنہیں پھیلانے کی اجازت ہو۔ تو اس مکالمہ کو یوں بھی تصوّر میں لایا جا سکتا ہے۔

مادھو داس :۔ (مٹھ میں واپس آ کر) "تم کون ہو۔ جو میری چارپائی پر لیٹ گئے ہو۔ کیا تم کو علم نہیں۔ کہ مَیں اِس دیش کا یوگیہ آچاریہ ہُوں"؟

گورو گوبند سِنگھ :۔ "تھکے ہُوئے انسان کو صرف یہ دیکھنا ہوتا ہے۔ کہ چارپائی خالی ہے۔ اِس لئے مَیں لیٹ گیا۔ مگر کیا تم یوگیہ جانتے ہو"؟

م :۔ "مَیں اِس وِدیا میں بڑا گیان رکھتا ہُوں۔ تمام آتمائیں میرے بس میں ہیں"۔

گ :۔ "تو تم یوگیہ راج بھی ہو"۔

م :۔ "اِس میں کیا شک۔ اِن اِدھر اُدھر کھڑے سادھوؤں سے پُوچھ لو"!

گ :۔ (ذرا زیادہ قریب آ کر) "کیا تم نے بھارت ورش کے مہان یوگی راج شری کرشن کا نام سُنا ہے"؟

تم :۔ "کیوں نہیں۔ ہم تو انہیں بھگوان مانتے ہیں"۔

گ :۔ "کیا تم میں شری کرشن جیسی یوگیہ شکتی ہے۔ اور کیا تم نے اُن کی گیتا کا پاٹھ کیا ہے؟

تم :۔ "کیوں نہیں میں ہر روز گیتا کا پاٹھ کرتا ہوں۔ اِن سب چیلوں کو سُناتا ہوں"۔

گ :۔ "تو پھر تمہیں گیتا کی سبھیتا پر وشواس بھی ہوگا۔ اور ابھیمان بھی"؟

تم :۔ "یہ آپ نے کیا پُوچھا۔ ہم بیراگیوں کا تو جیون ہی گیتا کا اپدیش سنسار کو سُنانے کے لئے ہے۔ اِسی گیتا سے مجھے یوگیہ شکتی ملی ہے"۔

گ :۔ "کیا تمہیں علم ہے۔ کہ اِس دیش کی پراچین سبھیتا کو سورکھشت کرنے کے لئے سری گورو نانک دیو جی نے دھرم میں نیا پریورتن کیا تھا"؟

تم :۔ "ہاں میں سری گورو نانک دیو جی کے نام سے واقف ہوں۔ میرا بچپن اسی دیش میں گذرا۔ جہاں گورو نانک دیو جی کا جنم ہُوا تھا۔ میں پنجاب اور کشمیر سے یہاں آیا ہوں"۔

گ :۔ (چہرے پر زیادہ روشنی آگئی) "تو پھر کیا تم کو علم ہے۔ کہ جس دیش میں گورو کا جنم ہوا۔ اور جہاں تم بھی پلتے رہے وہاں ترکوں کا راج قائم ہے۔ اور کیا اس راج کو مٹانے کے لئے تمہارے خُون میں جوش پیدا نہیں ہوتا"؟

تم :۔ (حیران ہو کر) "آپ کون ہیں۔ اور کہاں سے آئے ہیں"؟

گ :۔ "میں وہ ہوں جسے تم ضرور جانتے ہوگے۔ میرا نام تُم نے ضرور سُنا ہوگا"۔

تم :۔ "کیا آپ دسم پاتشاہ سری گورو گوبند سنگھ جی ہیں۔ جنہوں نے دیش اور دھرم کی رکھشا کیلئے اپنا سروِنس بلیدان کر دیا"؟

گ :۔ "ہاں میں وہی گورو گوبند سنگھ ہوں۔ جسے ایشور نے اپنا پُتر بنا کر سنسار میں بھیجا ہے۔ ؎

"میں اپنا سُت تو ہے نواجا ٭ پنتھ پرچر کربے کو ساجا"

تم :۔ "دھنیہ ہو، دھنیہ ہو مہاراج! پھر آپ یہاں کیوں پدھارے ہیں"؟

گ :۔ "تمہیں بیراگ دھرم سے ہٹا کر اصل کھشاتر دھرم میں لانے کے لئے"۔

تم :۔ "اصل کھشاتر دھرم کیا ہے مہاراج"!

گ :۔ "دھرم کی رکھشا کرنا اور اَدھرم کا ناش کرنا۔ میں نے اسی لئے جنم لیا ہے"۔

تم :۔ "پھر تو آپ اِس یُگ کے ایشور اوتار ہوئے۔ بھگوان کرشن نے گیتا میں کہا ہے۔ کہ ؎

"یدا یدا ہی دھرمسیہ ۔ گلانر بھوتی بھارتیہ"......

(جُوں جُوں سنسار میں دھرم کا ناش ہوتا ہے۔ اور ادھرم بڑھتا ہے۔ تو میں جنم لے کر ادھرمیوں کا ناش کرتا ہوں۔ اور دھرم کو ستھاپن کر کے سنسار کے نیک لوگوں کی رکھشا کرتا ہوں۔)

گ :۔ "ہم نے بھی اپنے "بچِتر ناٹک" میں اسی دھرم کی رکھشا کے لئے کہا ہے۔ کہ ؎

ہم ایہہ کاج جگت مو آئے ॥ دھرم ہیت گوردیو پٹھائے
جہاں تہاں تم دھرم بتھارو ॥ دشٹ دوکھئین کو پکر پچھارو
ایہو کاج دھرا ہم جنمنگ ॥ سمجھ لیئو سادھو سب منمنگ

تم :۔ (چرنوں پر گر کر) "مہاراج میں آپ کا بندہ (سیوک) ہوں"۔

گ :۔ "یہ بیراگی بانا اتارو۔ اس سے دھرم کی رکھشا نہیں ہو سکتی۔ تمہارے بیراگی سمپردائے نے بھارت ورش سے کھشاتر دھرم کو مٹا دیا ہے۔ اُٹھو! دھرم کی رکھشا کے لئے گورو کے سنگھ سج جاؤ۔ خالصہ پنتھ میں پرویش کر کے دھرم اور دیش کی رکھشا کرو۔ ایک ایک ہندو کا یہی دھرم ہے۔ امرت چھک کر لوہے کے انسان بن جاؤ۔

"مَن اکنُوں بہ افضالِ پرشِ اکال، کنم زاب آہن چناں شیر گال"

اس گفتگو کے بعد بیراگی مادھو داس نے بیراگی بانا اتار دیا۔ اور گورو کا امرت چھک کر خالصہ پنتھ کا بہادر سپاہی بن گیا۔ اپنا مٹھ توڑ دیا۔ اور وہاں ـــــ یا اس کے قریب ہی ـــــ "حضور صاحب گوردوارہ" قائم کیا جو دکن کی سرزمین میں آج بھی گورو گوبند سنگھ کا نام زندہ کئے ہوئے ہے۔ کہنے کی ضرورت نہیں، کہ اس کے ہزاروں چیلے بھی سکھ دھرم میں پرویش کر گئے۔ اسی مقام پر گورو مہاراج جوتی جوت سمائے۔

اس واقعہ کے متعلق پروفیسر گنڈا سنگھ سکھ ریسرچ سکالر نے اپنی "بندا سنگھ بہادر" نامی کتاب میں یہ سطور رقم فرمائی ہیں :۔

"اس بیراگی سادھو نے جو اپنے آپ کو بڑا مغرور سمجھتا تھا۔ اور جسے کوئی نیچا نہیں دکھا سکتا تھا۔ اپنے آپ کو گورو گوبند سنگھ کے چرنوں میں ڈال دیا۔ اور بغیر کسی مزید دلیل کے گورو صاحب کے دھرم میں داخل ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے، کہ جونہی اس نے گورو صاحب کو اپنے مٹھ میں دیکھا تھا۔ دل میں ان کا بھگت بن چکا تھا۔ گورو صاحب کے چمتکار نے اس پر بھاری اثر کیا تھا۔ گویا ایک بیراگی سادھو خالصہ سجنے والے فلاسفر کا سکھ بننے میں فخر محسوس کرنے لگا۔ وہ اب سے بندہ تھا۔ بندہ فارسی میں انسان کو کہتے ہیں یا غلام کو۔ یعنی بیراگی مادھو داس سکھ دھرم میں پرویش کرتے ہی گورو کا سیوک (بندہ) بن گیا"۔

اسی سلسلہ میں پروفیسر گنڈا سنگھ مزید لکھتے ہیں :۔

"گورو گوبند سنگھ جی نے صاف طور پر دیکھ لیا، کہ ایک نوجوان سادھو میں کھشاتر دھرم کا عنصر ابھی موجود ہے۔ چنانچہ گورو صاحب نے اُسے اٹھایا۔ امرت چھکایا۔ اور امرت دھاری سکھ کے روپ میں اسے کرپان دے کر سنگھ سجا دیا۔ اس موقع پر گورو صاحب نے خود امرت کا باٹا تیار کرایا۔ اور بندہ کو چھکا کر بندا سنگھ بہادر بنا دیا۔ مادھو داس بیراگی اس واقعہ کے بعد حقیقت میں بندا سنگھ بہادر بن گیا۔ مورخوں نے اسے اسی نام سے یاد کیا ہے"۔

گورو صاحب کے حضور میں // بندہ سنگھ بہادر کی زبان سے

میں شامل ہوا خالصہ پنتھ میں
گورو کا ہوا مجھ پر فضل و کرم
کیا ترک بیراگیوں کا لباس
ہوئے دور بیراگ سب یک قلم

نئی زندگی دھرم میں آ گئی
پلایا گیا اس طرح جامِ جم
رگوں میں حرارت نئے خون کی
بہارِ جوانی قدم در قدم

گورو نے مری روح بیدار کی
کہ اب ہر نفس ہے مرا تازہ دم
مجھے آبِ آہن (کہ امرت ہے جو)
پلا کر کئے دور رنج و الم

مرے ہاتھ میں دے دی کرپان بھی
کہ ناممکن اب سے ہوا ہے عدم

امرت چھک کر سنگھ سج گیا

مدت ہوئی پنجاب کے ایک ہندو لیڈر بھائی پرمانند ایم۔ اے نے بھی مادھو داس بیراگی کا جیون چرتر لکھا تھا۔ بھائی پرمانند شمالی پنجاب کے علاقہ پوٹھوہار کے سپوت تھے۔ سکھ اتہاس میں جن بھائی دیال داس جی کا ذکر آتا ہے۔ آپ اُن کے خاندان میں سے تھے۔ یہ بھائی دیال داس جی سکھ پنتھ کے بڑے شہیدوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جب سری گورو تیغ بہادر جی کو اورنگ زیب نے دہلی میں شہید کیا تھا۔ اُس وقت بھائی جی بھی مہاراج کے ساتھ تھے۔ اُنہیں بھی شہید کر دیا گیا تھا۔ بھائی پرمانند اور دوسرے ہندو لیکھکوں نے مادھو داس بیراگی کو "بندہ" تو لکھا ہے۔ مگر "بندہ سنگھ" نہیں لکھا۔ اُن کا خیال یہ ہے۔ کہ بیراگی گورو گوبند سنگھ کے ساتھ ملا تو تھا۔ لیکن سکھ نہیں بنا تھا۔ ہندو راج کی ستھاپنا کے لئے پنجاب آیا تھا۔ اور مغل حکومت سے لڑا تھا۔ لیکن اُنہوں نے اِس پہلو میں کوئی تاریخی حوالے نہیں دیئے۔ یُونہی اپنا خیال ظاہر کیا ہے۔ موجودہ لیکھک کا یہ دعویٰ ہے کہ گورو گوبند سنگھ سے ملاقات اور گفتگو کرنے کے بعد مادھو داس بیراگی ضرور خالصہ پنتھ میں شامل ہو گیا تھا۔ یہ ممکن نہیں تھا۔ کہ کوئی پنجابی گورو مہاراج کے سمبندھ میں آئے۔ اور ان کو گورو تسلیم نہ کرے۔ گورو تسلیم کرنے کے معنے یہ۔ کہ امرت چھکے اور سنگھ سج جائے۔ یہ بھی درست ہے۔ کہ خود گورو صاحب کے وقت ایسے ہندو بھی تھے۔ جو امرت دھاری نہ بھی ہوں۔ مگر سکھ ضرور تھے۔ مغلوں نے ہندوؤں پر اتنے زیادہ مظالم کیئے تھے۔ کہ یہ ناممکن ہے۔ کہ اُن مظالم کے خلاف آواز اٹھانے والے گوروؤں کے پیروکاروں میں ساری ہندو آبادی نہ آگئی ہو۔ گورو صاحبان کا وجود ایک چٹان تھی مغلوں کے مظالم کے طوفان میں۔ مظلوم لوگوں کا اس چٹان کے گرد اکٹھا ہو کر اس کے سہارے زندہ رہنے کی کوشش کرنا قدرتی تھا۔

لیکن اِن دلائل کے علاوہ تاریخی حوالے بھی موجود ہیں۔ جن کی بنا پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ بیراگی مادھو داس نے گورو گوبند سنگھ کے ہاتھوں امرت چھک لیا تھا۔ اور بندہ سنگھ بہادر کے نام سے سنگھ سج کر ہندوؤں کی اور ہندوستان کی حفاظت کے لیئے میدان میں کودا تھا۔ مشہور سکھ مؤرخ پروفیسر گنڈا سنگھ نے بھی اپنی کتاب (بندہ سنگھ بہادر) میں کئی حوالے دیئے ہیں۔ موجودہ مصنف نے جن حوالوں کو جمع کیا ہے۔ وہ فارسی۔ اردو۔ انگریزی۔ ہندی۔ گورمکھی کئی کتابوں میں ملتے ہیں۔ پہلے فارسی کتابوں کے حوالے پڑھیئے:۔

(۱) احمد شاہ ساکن بٹالہ کی تصنیف "ذکرِ گوروآں و ابتدائے سنگھاں و مذہبِ ایشیاں" میں لکھا ہے کہ "پس سمال گاہ اورا پاہل دادہ سنگھ کردو با خود بہ ڈیرہ آورد"۔ (پس اس کے بعد گورو گوبند سنگھ جی نے اِس

(مادھوداس بیراگی) کو پاہل (امرت) چھکایا۔ اسے سکھ سجایا۔ اور پھر اپنے ساتھ ڈیرہ میں لائے۔)

۲۔ گنیش داس ووہڑے کی تصنیف "رسالہ صاحب نما" میں لکھا ہے۔ "کہ" در اثنائے راہ شخصے مجہول الاسم را شامل ساختہ بہ مذہب خود آورد۔ بطرف ماکھووال بہ نیابتِ خود روانہ کرد" (یعنی گورو گوبند سنگھ نے اپنے سفر کے دوران میں ایک مجہول نام والے شخص (مادھوداس بیراگی) کو قائل کر کے اپنے مذہب میں داخل کیا۔ اور پھر اپنا نمائندہ۔ چیلا۔ بنا کر ماکھووال کیطرف روانہ کیا)

۳۔ علی الدین مفتی کی تصنیف "عبرت نامہ" میں یہ سطور درج ہیں۔

"بندہ با استماعِ ایں معنی از دل وجاں ارادت من شد و پاہل گفتہ مستعدِ ہنگامہ ومحاربہ گردید"

(یعنی بندا بہادر گورو گوبند سنگھ کی دلیلوں سے قائل ہو گیا۔ ان پر دل وجان سے ایمان لایا۔ ان کے ہاتھوں سے پاہل چکھی۔ اور پختہ یقین کے ساتھ جنگ چھیڑنے کیلئے میدان میں نکل آیا۔ ہنگامہ اور لڑائی شروع کر دی)

۴۔ محمد علی خاں الضاوی نے اپنی تصنیف "تواریخِ مظفری" میں اس طرح لکھا ہے۔ کہ:۔

"آں حضرت در ماہِ شوال راہگیرائے اجمیر شدہ کہ درہمیں اشتیاق حرِ بغاوت وشورش بندہ کہ یکے از مریدانِ خاص گورو گوبند سنگھ ہست۔ بسماع جاہ وجلال رسیدہ"۔

(یعنی حضرت شہنشاہ شوال کے مہینے میں اجمیر میں مقیم تھے۔ کہ اس اثنا میں بغاوت وشورش کا ایک لیڈر جس کا نام بندا تھا۔ اور جو گورو گوبند سنگھ کا سکھ تھا۔ فوجی طاقت کے ساتھ نمودار ہوا)

۵۔ بخت مل نے اپنی تصنیف "حال مختصر ابتدائے فرقہ سکھاں" میں یہ گواہی دی ہے۔ کہ:۔

"گورو عفوِ جرائم او کردہ و بر رضائے او در سلکِ ارادت نشان خویش نمودہ۔ و پنج تیرِ تیز بہ او دادہ و بہ رفعِ شرِ مسلماناں فرستاد"۔

(یعنی گورو گوبند سنگھ نے اس کے گناہ معاف کر دیئے۔ اور اس کی رضامندی سے اپنے دھرم کو لڑی میں پرو دیا۔ پھر پانچ تیز تیر دیکر مسلمانوں کی شرارت کو ختم کرنے کیلئے روانہ کیا۔ مطلب یہ کہ گورو مہاراج نے بندا سنگھ بہادر کو سکھ بنا کر سامانِ جنگ دیا۔ اور مغلوں کی حکومت کو ختم کرنے کے لئے پنجاب کیطرف روانہ کیا۔)

اب کچھ اردو تاریخی کتابوں کے حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

۶۔ کنہیا لال اپنی تصنیف "تاریخِ پنجاب" میں یوں لکھتا ہے۔ کہ:۔ "باوجودیکہ اول وہ خاندانِ بیراگ کا چیلا تھا اس سلسلے سے علیحدہ ہو کر گورو گوبند سنگھ کا چیلا بن گیا۔ اور پاہل لے کر گورو کا سکھ ہوا)

۷۔ رادھا کشن اپنی کتاب "گوشۂ پنجاب" میں تحریر کرتا ہے۔ کہ بعد مقتولیٔ گورو گوبند سنگھ ایک شخص بندا نامی مرید گورو کا معہ جمعیت کثیر ملکِ دکن سے واسطے خلل اندازیٔ ملکِ شاہی کے بہ طرف سرہند آیا"

۸۔ ذکاء اللہ اپنی تصنیف "تاریخ ہندوستان جلد نہم" میں بندا سنگھ بہادر کی شخصیت کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ "اس کا نام نرائن داس بیراگی تھا نانڈیڑ میں گورو کا چیلا بنا تو اپنا نام بندا سنگھ رکھا۔

اب ہندی کے اتہاسکاروں کی پستکوں کے حوالے پڑھیئے۔ ان میں ایک اتہاسکار مہاراشٹر کا بھی ہے۔

۹۔ پنڈت دونی پرشاد اپنی کتاب "گورد گوبند سنگھ" میں لکھتا ہے۔ کہ:۔

"گورد گوبند سنگھ نے امرت سنسکار کیا۔ اور انہوں نے اِسے سکھ بنا کر اس کا نام بھائی بندا رکھا۔"

۱۰۔ شری رام برکھشا شرما نے اپنی کتاب "گورد گوبند سنگھ مہاراج" میں ثبوت پیش کیا ہے۔ کہ:۔

"گورد جی کا یہ چمتکار دیکھ کر مادھوداس بیراگی اُن کا سکھ بن گیا۔"

۱۱۔ پنڈت رادھا موہن گوکل جی اپنی کتاب "دسم گورو گوبند سنگھ" میں لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"ناندھیڑ میں گورو مہاراج نے ایک سادھو کو سکھ دھرم میں شامل کیا۔ اور اُس کا نام بندا سنگھ رکھا۔"

۱۲۔ شری سرنیدر شرما اپنی "کتاب" گورد گوبند سنگھ کا اتہاس" میں لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"گورو مہاراج نے مہاراشٹر کے ایک سادھو کو سکھ دھرم کا امرت چھکایا۔ اور سنگھ بنا کر اُس کا نام بندا سنگھ رکھا۔"

۱۳۔ بھائی گیان سنگھ نے تاریخ گورو خالصہ" میں لکھا ہے۔ کہ:۔

"گورو جی نے اُس نوں شوربیر سمجھ کے گورو گھر دا سکھ بنایا۔ تے اُس دا ناؤں بندا سنگھ رکھ دِتا۔"

اَب کچھ حوالے انگریز مورخین کی لکھی ہوئی کتابوں سے نیچے دیئے جاتے ہیں۔ مَیں ان حوالوں کو ذرا تفصیل سے درج کر رہا ہوں۔ تاکہ پنجاب اور سکھوں کے اتہاس کے کچھ دوسرے پہلوؤں پر بھی روشنی پڑ جائے۔ انگریزی کی عبارت بھی ساتھ درج ہے۔ تاکہ ناظرین کی دلچسپی میں اضافہ ہو۔

۱۴۔ مسٹر ڈبلیو ایل میگریگور "ہسٹری آف دی سکھس ۱۸۴۶ء" میں صفحہ ۱۰۶ پر لکھتے ہیں:۔

He was a syc by procession. That is one of those attached to the tenets of the Guru, and from their birth or from the moment of their admission in the faith, never cut their hair. He immediately took Pohl and became a syc (Sikh) of the Guru, Banda was a great Sikh leader of his times."

محمد لطیف "ہسٹری آف دی پنجاب" میں صفحہ ۲۹۴ پر لکھتا ہے۔ کہ:۔

Gobind and Banda soon became intimate friends, and the former by his persuasive eloquence and religious zeal, made such

a deep impression on the mind of Banda that took Pohl and became a sikh of the Guru"

(یعنی گوبند اور بندا فوراً ایک دوسرے کے نزدیکی دوست بن گئے۔ اور گورو نے اپنی قوتِ ترغیب اور دھارمک وشواس سے بندا کے دماغ پر اتنا گہرا اثر کیا۔ کہ اُس نے خالصہ پنتھ کا امرت چھک لیا اور گورو کا سکھ بن گیا)

۱۶۔ مسٹر ایماآنڈ نے "سیرِ متاخرین" میں ایک جگہ بندا سنگھ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"مذہب کے اعتبار سے وہ سکھ تھا۔ یعنی ایسا آدمی جو گورو گوبند سنگھ کے دھرم میں شامل ہو چکا ہو۔ اِس دھرم میں شامل ہونے والے جنم ہی سے اپنے جسم کے بال نہیں کاٹتے)

۱۷۔ مسٹر سی۔ ایچ بینائی اپنی کتاب "اے شارٹ ہسٹری آف دی سکھس" میں لکھتے ہیں۔ کہ

At Nander, he spent of his time in the company of Bairagi hermit afterwards known Banda, the slave, whome he converted to his own faith and to whom he was so much attached that he nominated him his successor, not Guru, but Commander of the Khalsa Army"

(یعنی۔ گورو گوبند سنگھ نے نانديڑ میں اپنا بہت سا وقت ایک بیراگی سادھو کے ساتھ گذارا۔ جو بعد میں بندہ (سیوک) کے نام سے مشہور ہُوا۔ اُنہوں نے بندا کو اپنے دھرم میں داخل کیا۔ پوہل چھکائی اور سکھ بنایا۔ بندا سنگھ سے گورو گوبند سنگھ کو اتنی محبت ہوگئی۔ کہ اُنہوں نے اُسے اپنا جانشین مقرر کیا۔ لیکن اپنے بعد گورو نہیں بلکہ خالصہ فوجوں کا کمانڈر بنایا۔)

۱۸۔ مسٹر ایم۔ اے میکالف نے "سکھ ریلیجن" نامی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ:۔

"گورو گوبند سنگھ جی نے اسے دھرم کی رسوم کے مطابق سکھ بنایا۔ اور مناسب وقت پر امرت بھی چھکا۔"

۱۹۔ میسرز ڈیلیٹن اینڈ میکلیگن روز اپنی کتاب "اے گلاسری آف ٹرائبس اینڈ کاسٹس آف دی پنجاب اینڈ نارتھ ویسٹرن فرنٹیئر پراونس" میں لکھا ہے۔ کہ:۔

"گورو گوبند سنگھ ۱۷۰۸ء میں روپوش یا ختم ہو گئے۔ مگر ان کے بعد بطور ملٹری لیڈر کے ایک شخص بندا اُن کا جانشین بنا۔ یہ بندا پہلے بیراگی سادھو تھا۔ مگر گورو کی قدرت کو فتح کرنے والی طاقت سے اُن کا سکھ بن گیا تھا)

مسٹر براڈنی نے اپنی کتاب "ہسٹری آف دی اوریجن اینڈ گروتھ آف دی سکھز" میں لکھا ہے۔ کہ:۔

"ایک شخص بندا ایک بیراگی سادھو جو گورو گوبند سنگھ کا قریبی دوست تھا۔ تمام پُرجوش اور طاقتور سکھوں کے پاس گیا۔ جو گورو صاحب کے پیرو کار تھے۔ اور اُنہیں جوش دلا کر تمام علاقوں سے اکٹھا کیا۔ وہ خود بھی جوشیلا سکھ تھا۔ اُس نے سکھوں میں وہی سپرٹ پیدا کر دی۔ جو اُس کے اندر گورو صاحب نے پیدا کی تھی۔ اُس میں حیرت انگیز قابلیت اور غیر معمولی شخصیت تھی۔ سکھ قوم اس کی قومی لیڈری میں جمع ہو گئی۔"

ایسے حوالے اور بھی دیئے جا سکتے ہیں۔ مغلوں کے زمانہ سے لے کر سکھ راج کی قائمی تک کے وقت کی بنیاد کتابیں اور دستی نسخے مختلف لائبریریوں میں پڑے ہیں۔ اُن کے مطالعہ سے صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ مادھو داس بیراگی گورو گوبند سنگھ سے ملاقات کرنے کے بعد اُن کی گوریائی کا قائل ہو گیا تھا۔ اور باقاعدہ امرت چھک کر سنگھ سج گیا تھا۔ خود گورو مہاراج کے ہاتھوں سے اُس نے امرت چھکا تھا۔

گورو مہاراج کے جوتی جوت سمانے سے پہلے مادھو داس بیراگی کا پُنر جنم ہو چکا تھا۔ یعنی وہ بندا سنگھ بہادر بن چکا تھا۔ یہ واقعہ ۲۵ یا ۳۰ ستمبر ۱۷۰۸ء کے دِنوں کا ہے۔
گورو مہاراج ۴ ستمبر کو بیراگی کے مٹھ میں پہنچے تھے۔ دو ہفتوں کے اندر اندر وُہ سنگھ سج گیا تھا۔

جہاں تہاں تم دھرم بتھارو
دُشٹ دُکھین پکڑ پچھارو

(دوچترناٹک)

امرت چھکنے کا اثر

جو بندا بہادر نے امرت چھکا
تو ظاہر ہوا مثلِ شیر ببر
کیا ترک بیراگیوں کا لباس
کٹی شب کی تاریکی آئی سحر

خیال اس کو آیا بہادر بنوں
لہو گرم اس کا ہوا سر بسر
وہ ہاتھوں میں کرپان لے کر اٹھا
کہ امرت کے چھکنے کا تھا یہ اثر

معاً اس نے پنجاب کا رخ کیا
لگے کانپنے دشمنوں کے جگر

بندا سنگھ بہادر پنجاب کی طرف

خالصہ پنتھ کو سا جنے سے گورو گوبند سنگھ کا مقصد ہندوستان کے لوگوں میں صرف مذہبی انقلاب پیدا کرنا نہیں تھا وہ ہندوؤں کو بھولے بسرے کھشاتر دھرم کو زندہ کرنا چاہتے تھے۔ مادھو داس بیراگی کو بندا سنگھ بنا کر ہی ان کا کام پورا نہیں ہو گیا تھا۔ بلکہ انہیں اس سے سیاسی انقلاب بپا کرانا تھا۔ اسے پنجاب میں بھیج کر اس تحریک کو زندہ رکھنا تھا جس کو سرسبز رکھنے کیلئے انہوں نے اپنا سروبنس قربان کر دیا تھا۔ اور جسے ابھارنے کیلئے آپ نے مہاراشٹر کا رخ کیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب مہاراج نے دیکھا۔ کہ بندا سنگھ ان کی ادھوری چھوڑی ہوئی بغاوت کو پایۂ تکمیل کو پہنچا سکتا ہے۔ تو انہوں نے اسے مزید تربیت دی۔ انہوں نے بغاوت کا پس منظر اسے سمجھایا۔ اس کے خون میں جوش بھرا۔ اسے یاد دلایا۔ کہ غیر ملکی حملہ آوروں نے ہندوستان کی روح کو کچل ڈالا ہے۔ ان کی قوتِ مزاحمت کو پیس ڈالا ہے۔ ان غیر ملکی حملہ آوروں نے گورو ارجن دیو جی کو شہید کیا۔ گورو تیغ بہادر صاحب کو شہید کیا۔ اور ان کے ساتھ ہزاروں لاکھوں کو محض اس لئے موت کے گھاٹ اتارا۔ کہ وہ اپنے پراچین دھرم کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوئے تھے۔ گورو مہاراج نے بندا سنگھ اور ان کے ساتھیوں کو بتایا۔ کہ کس طرح پہاڑی راجوں کی غداری سے انہیں سری آنند پور صاحب نکل آنا پڑا۔ اور کس طرح ان کے دو ننھے بچوں کو سرہند کے مسلم نواب نے دیواروں میں زندہ چنوایا۔ گوروؤں اور ان کے پیاروں کی قربانیوں کے یہ واقعات جب ایک ایک کر کے بندا سنگھ کی آنکھوں کے سامنے آئے۔ تو اس کی رگوں میں خون ابلنے لگا۔ سینے میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور پنجاب کو مغل مظالم سے آزاد کرانے کے ولولے تیز ہو گئے۔

لوہا گرم تھا۔ اس پر ضرب لگانے کی دیر تھی۔ جو گورو گوبند سنگھ نے لگائی۔ اور بندا سنگھ مہاراج سے آگیا اور آشیرواد لے کر پنجاب کی طرف روانہ ہونے کو تیار ہو گیا۔ مہاراج یہی چاہتے تھے۔ انہوں نے اسے آگیا دے دی۔ بلکہ اسے جنگی بانا پہنایا۔ اور پانچ پیاروں سے مزید امرت چھکایا۔ "بہادر" کا نیا خطاب بخشا۔ اور سکھوں کی مختصر سی "فوج" کا سردار بنا کر روانہ کیا۔ اس واقعہ کی شہادت کئی مورخ دیتے ہیں۔ "تواریخ گورو خالصہ" میں لکھا ہے۔ کہ "پنجاب کو روانہ ہونے سے پیشتر گورو گوبند سنگھ جی نے بندا سنگھ کو اپنے پاس بلایا۔ "بہادر" کا خطاب بخشا۔ اپنے ترکش سے پانچ تیر نکال کر دیئے بطور فتح کے نشان کے پانچ پیاروں کا ایک جتھہ بنایا۔ جس میں بھائی بنود سنگھ۔ بھائی کاہن سنگھ۔ بھائی باج سنگھ۔ بھائی دیا سنگھ اور بھائی رن سنگھ شامل تھے۔ گورو مہاراج نے یہ جتھہ بندا سنگھ بہادر کی امداد رہنمائی اور مشاورت کیلئے مقرر کیا۔ کوئی بیس مزید سکھ بھی ان کے ساتھ گئے۔ ایک نشان صاحب اور ایک نگارا بھی اس کے حوالے کیا۔ جو اس بات کی نشانی تھی کہ گورو

مہاراج نے اسے خالصہ پنتھ کا جتھے دار مقرر کر دیا ہے۔" (تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۲۱)

اِس واقعہ کا ذکر ایک انگریز مصنف نے "LATTER MUGHALS" نامی کتاب میں بھی لکھا ہے۔ اس کی یہ سطور ناظرین کی معلومات میں مزید اضافہ کریں گی۔ "کہ گورو گوبند سنگھ نے بندا سنگھ بہادر کو پنجاب کی طرف کوچ کرنے کا حکم دے کر اسے اپنا جانشین (فوجی جرنیل) مقرر کیا ہے۔ اپنی جگہ گورو نہیں بنایا۔ کیونکہ گورو کا خطاب تو گورو گوبند سنگھ "خالصہ پنتھ" کو دے کر گورو گرنتھ صاحب کو سونپ چکے تھے۔ بندا سنگھ بہادر کے جو سکھ دکن سے پنجاب کی طرف روانہ ہوئے۔ ان سب نے پنجاب کو آزاد کرانے کے حلف لئے۔ اور گورو کے سامنے ارداس کی۔ کہ وہ یا اپنی قوم کو آزاد کرائیں گے۔ یا جانیں دے دیں گے۔ گورو گوبند سنگھ نے پنجاب اور راجستھان میں اپنے سکھوں کے نام بھی لکھکر بندا سنگھ کو دیئے جن کی بنا پر اس نے روپیہ بھی اکٹھا کیا۔ اور مقبولیت بھی حاصل کی۔"

بندا سنگھ بہادر مہاراشٹر اور راجستھان کے لوگوں میں خود مقبول تھا۔ اس چیز نے بھی اس کی مدد کی۔ چنانچہ جب وہ پنجاب میں پہنچا۔ تو اس کی فوج میں کافی ترقی ہو چکی تھی۔ جس کے اخراجات کیلئے اس کے پاس دولت بھی جمع ہو رہی تھی۔ انگریزی کی ایک کتاب "ہسٹری آف دی اوریجن اینڈ پروگریس آف سکھس" میں اس کے مصنف مسٹر براڈنی نے لکھا ہے۔ کہ :۔

"One Bonda, a bairgi Fagir intimate friend of Gooroo Gobind singh went to all the most powerful and zealoes of the seeks, who had been followers of guru Gobind, and having excited in them the same spirit, with which he himself was actuated and enrolled him self in the fraternity of the seeks, he with ability collected the seet togeather in arms from all quarters."

(یعنی گورو گوبند سنگھ کے ایک قریبی دوست بندا نامی جو بیراگی فقیر تھا صدقی اور طاقتور سکھوں کے پاس گیا۔ یہ سکھ وہ تھے۔ جو گورو گوبند سنگھ کو گورو مانتے تھے۔ بندا نے انہیں اسی سپرٹ سے جس سے وہ خود خالصہ پنتھ کی برادری میں شامل ہوا تھا۔ ابھارا۔ اور اپنی ہمت، سرگرمیوں اور جوشِ عمل سے تمام علاقوں سے سکھوں کو اکٹھا کر کے ہتھیار بند کر دیا)

اسی طرح ایک دوسرے انگریز مصنف نے اپنی کتاب "TRAVELS" میں لکھا ہے۔ کہ :۔

(ایک سکھ بنداسنگھ جو گورو گوبند سنگھ کے دکن جانے پر ان کے دھرم میں آگیا تھا۔ پنجاب میں آیا۔ اور ایک چھوٹی سی فوج مرتب کر لی۔ سکھ قوم کو اپنے جھنڈے تلے اکٹھا کر لیا۔)

بنداسنگھ بہادر اکتوبر ۱۷۰۸ء کے پہلے ہفتہ میں ناندیڑ سے پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔ سری گورو گوبند سنگھ جی بھی واپس آنے کا خیال رکھتے تھے۔ ایک سال پہلے انہوں نے پنجاب کے سکھوں کو لکھا تھا کہ وہ جلدی واپس آجائیں گے لیکن آپ بنداسنگھ بہادر کو روانہ کر کے خود رک گئے۔ اس زمانہ میں مہاراشٹر میں آخری مرہٹے راجہ حکومت کر رہا تھا۔ یہ شخص سیواجی مرہٹہ کا پوتا تھا۔ کیا تعجب کہ صاحب سری گورو گوبند سنگھ جی نے مرہٹہ سرداروں سے سلسلۂ تعلق قائم کرنے کا خیال پیدا کر کے ہی اپنی واپسی ملتوی کی ہو لیکن ان ہی دنوں ایک پٹھان نے حضور کو چھرا گھونپ دیا۔ جو بھیس بدل کر ایک دیوان میں بیٹھا ہوا تھا۔ گورو صاحب زخمی تو ہو گئے مگر اپنی کرپان سے اُسے اُسی جگہ موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ مناسب علاج کے بعد مہاراج کا زخم بھر گیا تھا لیکن چند دن بعد آپ اسی مقام پر جوتی جوت سما گئے۔ اور بنداسنگھ بہادر کو اکیلے ہی پنجاب پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھنا پڑا۔ گورو مہاراج کے جوتی جوت سمانے کی خبر اُسے ناندیڑ سے روانہ ہونے کے بعد ملی تھی۔ گورو صاحب کی اس مقدس شہادت نے بنداسنگھ بہادر کے خون کو کھولا دیا اور بھی تیز کر دیا تھا۔ اور گورو کے شردھالو ہندو اور سکھ زیادہ شردھا سے اس کی مدد کرنے لگ گئے تھے۔

کوئی تین چار ماہ کے پیدل اور سفر کے بعد وہ شہر بھرت پور کے قریب پہنچا۔ تو اس خیال سے کہ شاہی فوجیں اس کا پیچھا نہ کریں۔ وہ زیادہ محتاط ہو گیا۔ اور دھارمک پرچار کے پردے میں اپنی فوجی تنظیم کرتا رہا۔ بھرت پور سے وہ راجستھان کے شمالی علاقوں میں پہنچا۔ اس جگہ سری گورو گوبند سنگھ جی کے شردھالوؤں کی تعداد زیادہ تھی۔ مہاراج کی چٹھیاں اور حکمنامے اس کے پاس تھے۔ ان کی وجہ سے لوگ اس کے گرد جمع ہونے لگے۔ اس طرح اس کی مالی مشکلات بھی آسان ہونے لگ گئیں۔ ۱۷۰۹ء کے ماہ مارچ و اپریل میں وہ راجستھان کے اس علاقہ میں تھا۔ اِن دنوں یہاں کے ہندو راجے مغلوں سے بغاوت کر رہے تھے۔ شہنشاہ بہادر شاہ ابھی دکن میں ہی پھنسا ہوا تھا۔ اور دہلی کی حکومت لڑکھڑا رہی تھی۔ سیاسی طور پر یہ موقع تھا کہ بنداسنگھ بہادر اور راجستھان کے ہندو راجے اکٹھے ہو جاتے اور دہلی پر حملہ کر دیتے۔ تو مغلیہ سلطنت کا خاتمہ چند سال پہلے ہو جانا ناممکن نہ تھا۔ اگر بنداسنگھ بہادر اور راجستھان کے ہندو راجوں کو یہ سیاسی نکتہ سوجھتا۔ بلکہ یہ بھی کہ مرہٹوں سے بھی سلسلۂ تعاون قائم کر لیا جائے۔ تو پنجاب کے مغل حکمرانوں کو ختم کر دینا بہت ہی آسان ہو جاتا۔

اِس سیاسی غلطی کے لئے کون ذمہ دار ہے؟

بنداسنگھ بہادر کی یدھ نیتی یا راجستھانی راجپوتوں کی بے بسی؟

اس سوال پر بحث کرنا اس زمانہ کے حالات کو روشنی میں لانا ہے۔ اور دیکھنا ہے۔ کہ راجستھان کے ہندو حکمرانوں کا رویہ کیا تھا۔ آیا بنداسنگھ بہادر نے ان سے تعاون مانگا۔ تو کیا جواب ملا۔ اس پر کوئی تاریخی حوالے تو شائد پیش نہ کئے جا سکیں لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ راجستھان ان راجپوت بہادروں کا دیش تھا۔ جنہوں نے اورنگزیب کے دانت کھٹے کر دیئے تھے۔ اور جو آخری وقت تک مغل بادشاہوں سے برسرپیکار رہے ہیں۔ سری گورو گوبند سنگھ جی کو بھی علم تھا کہ راجپوتوں نے مغل حکمرانوں کو آرام نہیں لینے دیا تھا۔ یہ بھی اغلب ہے۔ کہ بنداسنگھ بہادر کو بھی اِن فتوحات کا علم ہو گا۔ جو راجپوتوں نے

مغلوں پر حاصل کیں۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ راجستھان کے ہندو عوام نے خالصہ فوج میں شمولیت کی ہوگی۔ اور اس کو مالی امداد بھی دی ہوگی۔ پنجاب میں جو کارہائے نمایاں سری گورو گوبند سنگھ جی نے کئے۔ ان سے راجستھان کے ہندوؤں کو لاعلم نہیں ہونا چاہیئے تھا اور وہ یقیناً نہیں تھے۔

اِن ہی دنوں ہندوستان کے مختلف حصوں میں مغل حکمرانوں کے خلاف سادھوؤں کی بغاوت کی تحریک بھی شروع ہو چکی تھی۔ سادھو لوگ جتھے بند ہو کر جہاں عوام کے خلاف بھڑکاتے تھے۔ وہاں سرکاری فوجوں سے تصادم بھی کرتے تھے۔ یاد رہے کہ اس زمانہ میں ایسے حالات پیدا کر لینا مشکل نہیں تھا۔ کیونکہ مغل فوج بہت مضبوط نہ تھی۔ نہ ہی اس کی کوئی خاص تنظیم تھی۔ اور پھر اورنگزیب کی عمر خاتمہ کے قریب تھی۔ اس کی سیاسی طاقت کو بھی زوال آ رہا تھا۔ یہ چیز فوجوں میں کمزوری لانے کا باعث ہو رہی تھی۔ ایک طرف ہندو سادھو مغل افواج پر حملہ کرتے تھے۔ دوسری طرف خود شاہی خاندان میں انتشار اور باہمی رقابت پھیل رہی تھی۔ ان حالات کا فائدہ بھی بندا سنگھ بہادر کی فوجی طاقت کو پہنچا۔ مسلمان عوام خالصہ فوج کے مخالف تھے۔ اور ہندو عوام اس کی حمایت پر۔ ایک فرانسیسی مصنف نے جو اُن دنوں ہندوستان آیا تھا۔ بندا سنگھ بہادر کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ:۔

> "دہلی دربار میں یہ خبریں تو پہنچ رہی تھیں۔ کہ گورو گوبند سنگھ جی دکن میں چلے گئے تھے۔ اور درباری یہ مشہور کرنے لگے تھے۔ کہ سکھ گورو صاحب پنجاب سے ہمیشہ کے لئے چلے گئے ہیں۔ اور پھر واپس نہیں آئیں گے۔ لیکن راجستھان سے دارالخلافہ میں آنے والے مسافر ایسی خبریں لاتے تھے۔ جن سے خالصہ فوج کے پھر مرتب ہونے کی علامتیں ملتی تھیں۔ کچھ فرانسیسی رپورٹر اس دعوے کے لئے ذمہ دار ہیں۔ کہ بندا سنگھ بہادر نے کئی بار یہ خیال کیا کہ پنجاب پر حملہ آور ہونے سے پہلے دہلی کا رُخ کرے۔ لیکن اس کے ساتھ زیادہ فوج نہیں تھی۔ اِس لئے اس کا رُخ پنجاب کیطرف ہی رہا۔"

اور یہ ہے بھی دُرست۔ کہ اگر بندا سنگھ بہادر اپنے مختصر ساتھیوں کی طاقت پر دہلی کا رُخ کرتا۔ تو لمبا مقابلہ کرنا اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔ اِن حالات کا پُورا اندازہ کرنے کے بعد وہ پنجاب کی طرف بڑھا۔ تو یقیناً اس لئے کہ پنجاب کے ہندوؤں سکھوں کو اپنی فوج میں بھرتی کر کے پہلے زیادہ مضبوط ہو لے۔ دہلی پر قابض ہونے کی کوشش کرے۔ اس طریق سے فوجی طور پر مضبوط ہونے کے وقت تک حکومتِ دہلی کے مزید کمزور ہونے کا امکان بھی تھا۔ اس لئے بندا سنگھ بہادر کا پنجاب کیطرف بڑھنا STRATEGY OF WAR کا ایک حصّہ سمجھا جا سکتا ہے۔ بعد کے حالات بھی ہمارے اس خیال کی تائید کرتے ہیں۔

⁂ ——— ⁂ ——— ⁂

جنوب مغربی پنجاب پر پہلا حملہ

بندا سنگھ بہادر جب گورو گوبند سنگھ جی سے آگیا لے کر دکن سے روانہ ہوا۔ تو مہاراج نے اُسے پانچ اُپدیش دیئے تھے۔ جن کا ذکر اکثر کتابوں میں آتا ہے۔

۱۔ جب تک پنجاب فتح نہ ہو۔ شادی نہ کرنا۔ اور جنگ کے دوران میں پکا برہم چاری رہنا۔ عورتوں کی خواہش تمہاری فتح میں رکاوٹ ثابت ہوگی۔

۲۔ ہمیشہ سچائی پر مضبوط رہنا۔ سچائی کو رہنما بنانا۔ اور سچائی کے لئے مر جانا۔

۳۔ خالصہ پنتھ اپنا گورو آپ ہے۔ خالصہ کی خدمت کرنا۔ اور پانچ پیاروں کے مشورے سے ہر کام کرنا۔

۴۔ اپنا نیا پنتھ ہرگز نہ چلانا۔ خالصہ پنتھ ہی تمہارا پنتھ ہے۔

۵۔ فتوحات حاصل کرنے کے بعد مغرور نہ ہونا۔

گورو مہاراج نے جن پانچ پیاروں کو بندا سنگھ بہادر کے ساتھ بھیجا اُن کے نام یہ تھے۔ ۱۔ بھائی بنود سنگھ۔ ۲ بھائی کاہن سنگھ۔ ۳۔ بھائی باج سنگھ۔ ۴۔ بھائی دیا سنگھ۔ اور ۵ بھائی رام سنگھ۔ بھائی باج سنگھ کا نام بعض کتابوں میں بجے سنگھ بھی لکھا ہے۔ ان کے علاوہ بیس سکھ اور بھی تھے۔ جو اس کے ساتھ ناندیڑ سے روانہ ہوئے تھے۔ (رام سنگھ اور باج دبجے) سنگھ سگے بھائی تھے۔ یہ دونوں ہی ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے۔) اور گورو گوبند سنگھ کے ساتھ دکن گئے تھے۔ باج سنگھ ساری لڑائیوں میں بندا سنگھ بہادر کے ساتھ رہا۔ اور انجام کار اس کے ساتھ ہی گرفتار ہو کر مغلوں کے دہلی میں شہید ہوا۔ یہ باج سنگھ جاٹوں کے بل قبیلہ سے تھا۔ "تاریخِ شاہی" میں اس کا نام بخت سنگھ لکھا ہے۔

لیکن ان بہادر ساتھیوں کو ساتھ لے کر جب بندا سنگھ بہادر جنوب مغربی پنجاب میں (راجستھان کے شمال) میں پہنچا۔ تو اس کی طاقت میں کافی اضافہ ہو چکا تھا۔ بھرت پور کے علاقہ میں ایک سکھ تاجر سے اس کے تعلقات ہو گئے تھے۔ جس نے "دسوندھ" کے طور پر بے شمار روپیہ اسے دیا۔ دوسروں سے بھی دلایا۔ راجستھان بھر میں اس کی مالی امداد ہوتی رہی۔ وہ جس علاقہ سے پنجاب میں داخل ہوا اُسے "باگر" کہتے ہیں۔ بعض بانگر بھی کہتے ہیں۔ آج کل یہ علاقہ ضلع حصار میں ہے۔ اور ریاست بیکانیر کے شمال مشرقی کونے میں بھوانی۔ حصار۔ فتح آباد۔ اور سرسہ کے شہر اسی علاقہ میں واقع ہیں۔ اس زمانہ میں یہاں کوئی حکومت نہ تھی۔ کیونکہ دہلی کی حکومت سُکڑ چکی تھی۔ اور جنوب میں راجپوت بھی بغاوت کر رہے تھے۔ اِس لئے بندا سنگھ بہادر کو پاؤں جمانے اور اپنی فوجی طاقت میں اضافہ کرنے کا موقع مِل گیا۔

کہتے ہیں۔ کہ گورو گوبند سنگھ جی کے جوتی جوت سمانے کی اطلاع اسے اس علاقہ میں ملی تھی۔ اس سے اس کا جوش بڑھ گیا۔ اس نے پنجاب کی اینٹ سے اینٹ بجانے کا عزم زیادہ تیز کر دیا۔ یہ علاقہ سرہند سے (جہاں گورو گوبند سنگھ جی کے ننھے

صاحبزادے شہید کئے گئے تھے۔) کوئی ایک سو میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں سے اس نے مالوہ اور ماجھہ کے سکھوں کو گورو مہاراج کے حکمنامے بھیجے۔ اور فوجی بھرتی کا اعلان کر دیا۔ "انفارمیشن آف سکھ ازم" میں ڈاکٹر گوکلچند نارنگ لکھتے ہیں کہ:۔

"بندا سنگھ پنجاب میں اس کام کو مکمل کرنے کیلئے داخل ہوا۔ جسے گورو گوبند سنگھ ادھورا چھوڑ گئے تھے۔ اس نے جنگ کا بگل بجا دیا۔ اور ہزاروں سکھ اس کے جھنڈے تلے اکٹھے ہو گئے۔ اس کی خالصہ فوج میں تین قسم کے لوگ تھے۔ پہلی قسم کے لوگ وہ جو سچے سکھ تھے۔ جنہوں نے گورو گوبند سنگھ کے خالصہ پنتھ میں پرویش کر لیا۔ اور جو دھرم اور دیش کی رکھشا کے لئے جانیں قربان کرنے کیلئے تیار رہتے۔ دوسری قسم کے وہ لوگ جو خود تو شامل نہیں تھے۔ مگر مالی امداد کرنے میں پیش پیش تھے۔ انہوں نے اپنی دولت سے خالصہ فوج کھڑی کر دی تھی۔ اور تیسری قسم کے لوگ وہ تھے۔ جو محض لٹیرے تھے۔ اور جنگ ہار جانے والوں کو لوٹنے کی نیت سے بندا کی فوج میں شامل ہو گئے تھے۔"

پنجاب پر حملہ کرتے وقت بندا سنگھ بہادر کو جو سیاسی طاقت اور مذہبی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ اسے مشہور سکھ مورخ پروفیسر گنڈا سنگھ نے اپنی تصنیف "بندا سنگھ بہادر" میں اس طرح بیان کیا ہے۔ کہ:۔

"جوں جوں وہ آگے بڑھتا گیا۔ اس کا رسوخ اور زیادہ ہوتا گیا۔ عوام اسے سنت خیال کرنے لگ گئے تھے۔ اور ایسا سمجھ رہے تھے۔ کہ اسے گورو گوبند سنگھ جی نے ان کی امداد کیلئے بھیجا ہے۔ وہ غریبوں کی بہت امداد کرنے لگ گیا تھا۔ اس لئے کہ عوام میں مقبول ہو جائے۔ مذہبی طور پر بھی لوگ اسے آشیرواد دینے لگ گئے تھے۔ اور وہ عوام میں دودھ پوت دینے والا مشہور ہو گیا تھا۔ لوگوں کا اعتقاد یہ بھی ہو گیا تھا کہ بندا سنگھ بہادر اشاروں سے تیر برسانے شروع کر دیتا ہے۔ اور اپنی روحانی طاقت سے ہوا میں اڑنے لگتا ہے۔ جو بھی محتاج اس کے پاس آتا۔ وہ اس کی سیوا کرتا۔ غریبوں کو سونے کی مہریں بھی دیا کرتا تھا۔ جس کے ڈھیر ہمیشہ اس کے پاس لگے رہتے۔ وہ لوگوں سے واہگورو کا جاپ کراتا تھا۔ وہ ہر کسی کو "سنگھ" کے نام سے پکارتا تھا۔ علاقہ بھر میں مشہور ہو گیا تھا کہ ایک دیالو مہاراجہ لوگوں کی امداد کے لئے آیا ہے۔"

اس مقبولیت کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس کی خالصہ فوج میں بہت اضافہ ہو گیا۔ سرسہ، حصار، جاکھل، کیتھل اور بھوانی کے دائرہ میں جتنا علاقہ آج کل شامل ہے۔ اس پر اس کا دبدبہ چھا گیا۔ اگرچہ باقاعدہ حکومت نہیں بنی۔ اس کے فوجی سپاہی جہاں جاتے امیروں کو لوٹ لیتے اور غریبوں کو اپنے ساتھ ملا لیتے۔ اگر اس زمانہ کے لیڈروں کو باقاعدہ حکومت کرنے کا آرٹ معلوم ہوتا۔ تو اس علاقہ میں سکھ حکومت کا آغاز ہو گیا ہوتا۔ خصوصاً اس لئے کہ مغل حکومت یہاں سے ختم ہو چکی تھی۔ قصبوں کے مغل سردار اپنی اپنی جگہ حکمران بنتے جا رہے تھے۔ چار پانچ ماہ کے اندر اندر یعنی اگست ۱۷۰۹ء کے خاتمہ تک جب سرگرمیاں زوروں پر تھیں۔ بندا سنگھ بہادر کی فوج کی تکمیل اتنی ہو چکی تھی۔ کہ وہ مغل حکومت سے براہ راست ٹکر لے۔ تا ندھیڑ سے روانہ ہونے کے دس ماہ کے اندر اندر وہ اس قابل ہو گیا تھا کہ گورو صاحب کے حکم کے مطابق پنجاب کو فتح کرنے کا آغاز کرے۔

اسی تاریخ کے لگ بھگ اس نے کھر کھونڈا کے قصبہ جو حصار کے قریب واقع تھا۔ معلوم نہیں اب اس کا نام کیا ہے۔

اپنا خالصئی نشان ایک اُونچے مقام پر لہرایا۔ اور اس کے سامنے کھڑے ہو کر گورو گوبند سنگھ جی کے حکم کی پالنا کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ "میں بندا سنگھ ایک ادنیٰ سیوک ہوں گورو گوبند سنگھ کا۔ جنہوں نے مجھے امرت چھکایا اور سنگھ سجایا۔ میں سارے ہندوستان کے سکھوں کو دہار اج کے خالصہ پنتھ کے جھنڈے تلے جمع ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔ تاکہ ہم اپنے پیارے دیش سے مغلوں کی حکومت کا خاتمہ کر سکیں میری فوج غریبوں۔ لاچاروں اور بے کسوں کی رکھشا کرے گی۔ جو بھی ہمارے اِس جھنڈے تلے آکر پناہ لے گا۔ وہ گورو کا سکھ سمجھا جائے گا۔"

اِسی مقام پر بندا سنگھ بہادر نے فوجی نعرہ "فتح درشن" مرتب کیا۔ یعنی خالصہ فوج فتح کے درشن کرنے کے لئے بیتاب ہے۔ اُس نے "پلّو پھیرنا" کا طریق بھی جاری کیا۔ فوجی سپاہیوں کا جتھہ کسی علاقہ میں چلا جاتا اور بانس کے اوپر کپڑا لہرا کر اعلان کرتا کہ جو بھی اس کپڑے کے سایہ میں آئے گا۔ خالصہ فوج اس کی ہر طرح رکھشا کرے گی۔ اس زمانہ میں یہ علاقہ ڈاکوؤں اور رہزنوں سے بھر گیا تھا۔ اس لئے بھی لوگ "پلّو پھیرنا" تحریک کے ساتھ ہو گئے۔ اور اس طرح بندا سنگھ بہادر کی فوج میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ مسلم مورخ ہی خاں اپنی کتاب "منتخب اللعابت" میں لکھتا ہے۔ کہ جب بندا سنگھ کیتھل پر حملہ آور ہوا۔ تو اُس کی فوج میں ہزاروں لوگ بھرتی ہو چکے تھے۔ ان میں چار ہزار گھوڑ سوار بھی تھے کیتھل پر خالصہ فوج کے قبضہ کی تاریخ ستمبر ۱۷۰۹ء کے وسط میں ہوئی بتائی جاتی ہے۔ اس موقع پر اُس نے مالوہ ماجھا اور پنجاب کے دوسرے علاقوں کے سکھوں کو گورو صاحب کے حکمنامے بھیجے۔ اور اُنہیں خالصہ فوج کی امداد کیلئے پکارا ہی نہیں اِس علاقہ پر اپنا سکہ بٹھانے کیلئے ڈاکوؤں کا قلع قمع کرنے کیطرف بھی توجہ دی۔ اور اس طرح انتظامِ حکومت کی بنا ڈالی۔ اپنے آپکو "خالصہ فوج کا جتھیدار" کہنے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔

اَب اس میں وہ طاقت آچکی تھی۔ کہ مغل شاہی فوج سے ٹکر لے۔ اور پنجاب کے لوگوں کو یہ خیال دے کہ مغل سلطنت کو ختم کرنیوالا پیدا ہو گیا ہے۔ وہ ایسے موقع کی تلاش میں تھا کہ اُسے خبر ملی کہ شاہی خزانہ شمالی علاقہ سے دہلی کیطرف لے جایا جا رہا ہے۔ چنانچہ اُس نے کیتھل کے قریب ایک مقام چھوناہ یا بھونواہ کے قریب شاہی فوجی دستے پر حملہ کر دیا۔ ایک ایک کو پکڑ کر ہلاک کر دیا۔ اور سارا خزانہ لوٹ کر دیہی کے لوگوں میں بانٹ دیا۔ اس سے عوام اس کے ساتھ ہو گئے۔ اور ان کے تعاون سے اُس نے کیتھل پر قبضہ کر لیا۔ یہاں کا مغل فوجدار ایک ہندو تھا۔ وہ خالصہ فوج کے مقابلہ پر آیا۔ کچھ سپاہی بھی اس کے ساتھ تھے۔ اسے مغلوں نے اپنے ساتھ ملایا ہوا تھا۔ اسے بہت سی جاگیر ملی ہوئی تھی۔ شہر کے باہر دونوں فوجوں میں لڑائی ہوئی۔ مغل فوج ہار کر بھاگ گئی۔ اور بندا سنگھ بہادر نے ہندو فوجدار کو گرفتار کر لیا۔ لیکن اُسے قتل نہ کیا۔ اور اس شرط پر رہا کر دیا کہ وہ اکی فوج کا فوجدار بن جائے۔ اور اسے خراج ادا کرے۔ چنانچہ یہ ہندو فوجدار مغل بادشاہ سے کٹ کر خالصہ فوج کا باجگذار بن گیا۔ سرکاری عہدہ کا نام "عاملِ کیتھل" تھا۔

اِس بات سے بندا سنگھ بہادر کی ساکھ اور بھی بڑھ گئی۔ سرکاری خزانہ کے لوٹ لینے اور مغل فوجدار کے خالصہ فوج کے مطیع ہو جانے سے عوام میں اُس کا دبدبہ اور بھی زیادہ ہو گیا۔ اور اُس نے میدانِ جنگ میں تیسرا قدم اُٹھانے کا فیصلہ کیا۔ یہ قدم سونی پت کے شاہی قلعہ پر حملہ کرنا تھا۔ اس حملہ میں کیتھل کا ہندو عامل خالصہ فوج کے ساتھ شامل ہوا تھا۔ تاریخ میں لکھا ہے۔ کہ سونی پت پر حملہ نومبر ۱۷۰۹ء میں ہوا تھا۔

خالصہ فوج کی پیشقدمی

بندا سنگھ بہادر کی غیر منظم سی فوج سونی پت پر قابض ہو گئی۔ ضرورت تھی کہ وہ دہلی کی طرف بڑھتی۔ اور مغل دار الحکومت کا خاتمہ کر دیتی۔ اس قسمت آزمائی کا نتیجہ کیا ہوتا۔ اس کا عکس مندرجہ ذیل نظم میں دیکھئے:

جدھر خالصہ فوج بڑھتی گئی
مخالف کے سینوں پہ چڑھتی گئی
دیا اس نے رستہ میں سب کچھ لتاڑ
مٹا وہ بھی آیا نظر جو پہاڑ
مقابل نہ کوئی کھڑا رہ سکا
نہ جھنڈا کسی کا گڑا رہ سکا
ہوا ایسا مغلوں کا دم ناک میں
کہ سب دبدبہ مل گیا خاک میں
ہوا نازل ان پر جو غیظ و غضب
تو دہلی کی جانب گئے دوڑ سب
بڑھے حوصلے خالصہ فوج کے
جو ستگورو کی کرپا سے پیدا ہوئے

یہ پہلی تھی بندا بہادر کی جیت
لکھا اس کی تعریف میں تم نے گیت

سونی پت کے بعد سمانہ پر حملہ

موجودہ مشرقی پنجاب کے جنوب میں مغل سلطنت کی طاقت کو کمزور کرنے کے بعد بندا سنگھ بہادر نے شمال کی طرف رُخ نہیں کیا۔ یعنی ریاست جیند۔ پٹیالہ پھگیاں کو مغلوں کے پنجے سے چھڑانے کی طرف نہیں بڑھا۔ بلکہ موجودہ پنجاب کی مشرقی دیوار پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ جو مدہ نیتی کے اعتبار سے ایک فوجی جرنیل کو ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا۔ روہتک کرنال۔ تھانیسر کوروکشیتر اور انبالہ پر اپنا تسلط جمانے سے یہ خطرہ ٹل سکتا تھا کہ دلی سے مغل سرداروں کی فوجیں آگے بڑھ آئیں۔ بندا سنگھ بہادر کی جنگی عقلمندی حالات کے مطابق بہت موزوں تھی۔ سرہند کے مغل فوجداروں پر حملہ کرنے سے پہلے سونی پت۔ کرنال۔ انبالہ کے علاقہ میں اپنی حفاظت کیلئے دیوار بنانا ضروری تھا۔ مغلوں کا دلی اور سرہند کے درمیان اپنا تسلط کرلینا چاہیئے تھا۔ چنانچہ بندا سنگھ بہادر جنوبی پنجاب سے فارغ ہوکر سونی پت کیطرف بڑھا۔ اور کیتھل سے سیدھا سونی پت میں پہنچ گیا۔ سونی پت کا شہر دلی سے ۳۰ میل دُور پنجاب کی طرف واقع ہے۔ یہاں مُغلوں کا بڑا سردار رہتا تھا۔ اس کے پاس دو ہزار فوج تھی۔ اور پانچسو کے قریب گھوڑے۔ یہ خبریں تو وہ سُن چکا تھا کہ سرسہ۔ حصار۔ ٹوہانہ۔ کیتھل کے علاقہ میں خالصہ فوج نے سر اُٹھایا ہوا ہے۔ اور مغل فوجداروں کا خاتمہ کر رہی ہے۔ اُسے اپنی فوجی طاقت پر گھمنڈ تھا۔ اور وہ سمجھتا تھا کہ غیر تربیت یافتہ سکھ اس کی فوجوں کی تاب نہ لا سکیں گے۔ لیکن وہ ابھی دلی کے مغل سرداروں کو مطلع کرنے کی سوچ رہا تھا کہ بندا سنگھ بہادر کی خالصہ فوج سونی پت پر ٹوٹ پڑی۔ اور مغل فوجوں میں بھگدڑ مچا دی۔ شاہی فوج نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن سکھوں کی بہادر فوج نے جب فوج کا تعاقب کیا۔ اور شہر میں مسلمانوں کا قتلِ عام شروع کیا۔ تو فوجدار نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور قلعہ بندا سنگھ بہادر کے حوالے کردیا۔ LATTER MUGHALS نامی کتاب میں لکھا ہے۔ "کہ بندا سنگھ نے مغل فوجدار کو قتل کرادیا۔ اور اس کی جگہ سکھ فوجدار مقرر کرکے شہر پر اپنا قبضہ قائم کرلیا۔ بہت مغل سردار خاندانوں سمیت دلی کیطرف بھاگ گئے۔"

مُغل شہنشاہ بہادر شاہ اِن دنوں دکن میں تھا۔ ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ اس کی غیر حاضری میں جب بندا سنگھ بہادر کی فتوحات کی خبریں شاہی دربار میں پہنچیں۔ تو دلی میں بھی بھگدڑ مچ گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دلی بھی سکھوں کے قدموں پر گرنے والی ہے۔ لیکن بندا سنگھ بہادر نے اپنے قدم سونی پت میں ہی روک لئے۔ اور اپنی فوج کو شمال کیطرف بڑھنے کا حکم دیا۔ راقم کی رائے میں بندا سنگھ بہادر کا دلی کی طرف نہ بڑھنا بلکہ شمال کا رُخ بدھ نیتی کے ورُدھ تھا۔ سونی پت کی تباہی اور فتح کے بعد دلی پر حملہ کرنے سے بہت ممکن تھا کہ مغل کی سلطنت کی بنیادیں بالکل ہل جاتیں۔ اور خالصہ فوج دلی پر قابض ہو جاتی۔ بہادر شاہ کی حکومت ویسے بھی ڈانواں ڈول ہو رہی تھی۔ خود اس کے بھائی اس کے خلاف بغاوت کرچکے تھے۔ خالصہ فوج کا یہ حملہ مغل سلطنت پر کاری ضرب ثابت ہوسکتا تھا۔ اگر بندا سنگھ بہادر سونی پت کی فتح کے بعد یہ جنگی غلطی نہ کرتا تو اس کا وہ حشر نہ ہوتا۔ جو سات سال کے بعد ہوا۔ نہ ہی خالصہ فوج کو شکست کا منہ دیکھنا پڑتا۔ بڑے آدمی کی ایک معمولی سی غلطی کا نتیجہ

بھی بہت بڑا نکلا کرتا ہے۔ ایسی ہی غلطی موجودہ صدی میں ہٹلر نے بھی کی تھی۔ اس کی نازی فوجیں سارے یورپ پر قابض ہو چکی تھیں۔ اگر وہ سوویٹ روس پر حملہ نہ کرتا۔ تو اس کی فتح یقینی تھی۔

کسی تاریخ میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ لیکن قیاس یہ ہے کہ بندا سنگھ بہادر سے یہ غلطی اس لئے ہوئی کہ وہ گورو تیغ بہادر صاحب اور گورو گوبند سنگھ جی کے چھوٹے صاحبزادوں کے قاتلوں سے پہلے انتقام لینا چاہتا ہے۔ یہ قاتل ان دنوں سمانا میں آباد تھے۔ اور بندا سنگھ بہادر اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجانی چاہتا تھا۔ کیا تعجب کہ یہ مشورہ ان سکھوں نے دیا ہو۔ جو سرہند کے فوجدار وزیر خاں کی ملازمت میں تھے۔ اور وہاں سے بھاگ آئے تھے۔ یہ وزیر خاں وہی ہے۔ جس نے گورو گوبند سنگھ جی کے چھوٹے صاحبزادوں کو سرہند میں دیوار کے اندر زندہ چنوا کر شہید کروا دیا تھا۔ ظالم نے۔ بچوں کو تخفیف دینے کے بعد ان سے کہا تھا کہ اگر وہ مسلمان بن جائیں۔ تو انہیں بڑے بڑے عہدوں پر لگا یا جائے گا۔ اور بڑے بڑے خاندانوں میں ان کی شادیاں کی جائیں گی لیکن صاحبزادوں کی رگوں میں گورو ہرگوبند۔ گورو تیغ بہادر اور گورو گوبند سنگھ جی کا خون تھا۔ وہ شہید ہو گئے۔ لیکن اپنا دھرم نہ چھوڑا۔

سرہند کے اس مغل فوجدار وزیر خاں کی ملازمت میں چند سکھ بھی تھے۔ ان میں دو سرکردہ تھے۔ عالی سنگھ اور مالی سنگھ جب وزیر خاں کو خبر ملی کہ بندا سنگھ بہادر نے خالصہ فوج بنا کر پنجاب پر حملہ کر دیا ہے۔ اور وہ گورو گوبند سنگھ جی کے حکم کی تعمیل میں پنجاب سے مغل سلطنت کا خاتمہ کرنے آیا ہے۔ تو وہ غصہ میں آ گیا۔ اس کا "پیشکار" (وزیر) ایک ہندو سچانند تھا۔ اس نے اپنی قوم سے غداری کر کے گورو صاحب کے چھوٹے صاحبزادوں کو شہید کرایا تھا۔ وزیر خاں اور سچانند دونوں نے بندا سنگھ کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہیں بھی سونی پت کے مغل فوجدار کی طرح اپنی طاقت کا گھمنڈ تھا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے۔ جب بندا سنگھ بہادر جاکھل۔ نروانہ اور بڈھلاوہ کے علاقہ میں "کیتھل" پر حملہ کرنے سے پہلے سرگرم کار تھا ابھی اس نے سونی پت پر قبضہ نہیں کیا تھا۔ وزیر خاں کو اپنی طاقت پر اتنا گھمنڈ تھا کہ اس نے اپنی فوج کے سکھ ملازموں عالی سنگھ اور مالی سنگھ کو دربار میں بلایا اور ان سے کہا۔ کہ:۔

"سنتا ہے۔ کہ تمہارا گورو پھر پنجاب میں آ گیا ہے۔ اس کا نام بندا سنگھ ہے۔ کچھ لٹیروں اور ڈاکوؤں کو اکٹھا کر کے اس نے اودھم مچایا ہوا ہے۔ پہلے گورو گوبند سنگھ نے تو دکن کی طرف بھاگ کر جان بچائی۔ لیکن بندا سنگھ کی ہڈیاں اسی سرہند میں دفنائی جائیں گی۔ کیا تم اسے یہاں لانے کے لئے تیار ہو"
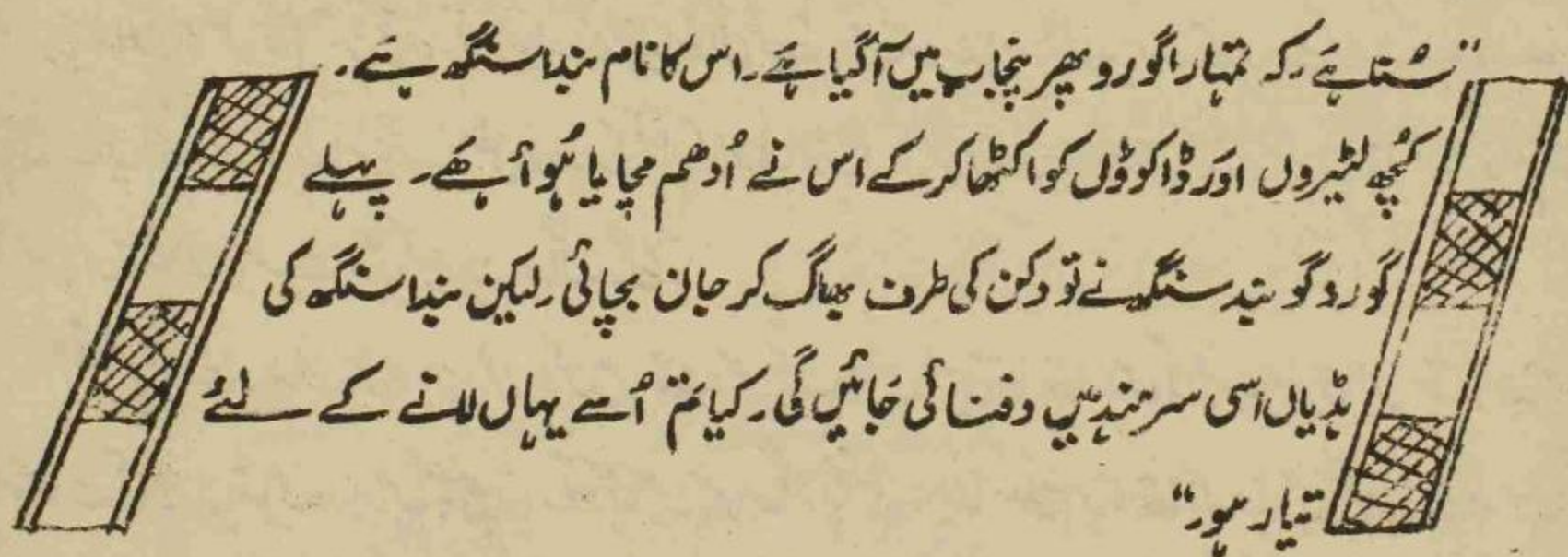
وزیر خاں کا مقصد یہ تھا کہ یہ دونوں سکھ سردار بندا سنگھ کے پاس جا کر اسے ہلاک کر دیں۔ یا دھوکہ دے گرفتار کرلائیں لیکن جب سکھوں نے یہ بات سنی۔ تو ان کی رگوں میں خون ابل آیا۔ اور انہوں نے وزیر خاں سے کہا۔ کہ وہ یہ حرکت کرنے کو تیار نہیں۔ انہیں ملازمت سے سبکدوش کر دیا جائے۔ اس پر وزیر خاں نے ان دونوں کو سمیت کئی سکھوں کے زنجیریں ڈال کر قید خانوں میں پھینکدیا۔ اور خود مونچھوں پر تاؤ دیکر بندا سنگھ بہادر کے مقابلہ کی تیاریاں کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اور جب اسے علم ہوا کہ خالصہ فوج سرہند پر حملہ آور ہونے کی بجائے سونی پت کی طرف چلی گئی ہے۔ تو اس نے بندا سنگھ بہادر کا مزید مذاق اڑایا لیکن اسے کیا علم تھا کہ چند دن کے اندر اندر عالی سنگھ اور مالی سنگھ

اس کی موت کا باعث بنیں گے۔ چنانچہ تاریخ میں لکھا ہے۔ کہ یہ دونوں سکھ کسی طرح جیل سے بھاگنے میں کامیاب ہو گئے، اور قریبی سکھ فوجداروں کے ہاں چلے گئے۔ جب وزیر خاں کو پتہ لگا۔ کہ اس کے دونوں سکھ ملازم بھاگ گئے ہیں۔ تو اُسے بہت فکر دامنگیر ہوئی۔ اُسے یہ خوف کھائے جا رہا تھا۔ کہ یہ سکھ کہیں بندا بہادر سے نہ جا ملیں۔ اور اسے سارے حالات سے آگاہ نہ کر دیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ دونوں سکھ وزیر خاں کے علاقہ سے نکل کر کیرت پور کے علاقہ میں چلے گئے تھے۔ جہاں سکھ فوجیں اکٹھی ہو رہی تھیں۔ اسی علاقہ میں ریاست پھلکیاں کے جانشین چوہدری رام سنگھ اور ترلوک سنگھ رہتے تھے۔ وہ کھل کر تو وزیر خاں کے مقابلہ میں نہ آتے۔ لیکن انہوں نے خالصہ فوج کے لئے کافی روپیہ اور آدمی دیئے۔ براڑ سکھ اسی علاقہ میں آباد تھے۔ انہوں نے بھی بندا سنگھ بہادر کی فوجوں کی امداد کی۔ یہ براڑ وہی ہیں۔ جن کا ذکر گورو گوبند سنگھ صاحب نے اپنے "ظفر نامہ" میں کیا ہے۔ کیرت پور کے بھائی پشور اسنگھ اور کشورا سنگھ ان دنوں بڑے منہ دھاگو سکھ تھے۔ ایک اتہاسک لیکھک میں لکھا ہے۔ کہ:۔

"عالی سنگھ اور مالی سنگھ سرہند سے نکل کر کیرت پور میں بھائی صاحبان کے پاس چلے گئے۔ جنہوں نے اُنہیں اپنے ہاں بڑے عہدے پر مقرر کر دیا۔ ان دونوں بھائیوں نے سکھوں کے لئے "گورو کا لنگر" جاری کر دیا تھا۔ یہ دونوں سکھ اس لنگر کا انتظام بھی کرتے تھے۔ اور بندا سنگھ بہادر کی فوجوں میں بھرتی بھی کراتے تھے۔ اُنہوں نے بندا سنگھ بہادر تک رسائی کر کے اسے وزیر خاں کی سرگرمیوں سے آگاہ بھی کر دیا تھا۔"

اس اثنا میں بندا سنگھ بہادر کی فوجیں سمانہ اور سادھوڑا کے علاقہ میں اپنے پاؤں جما رہی تھی۔ یہیں سے اس نے سونی پت پر حملہ کی تیاریاں کی تھیں۔ اِس علاقہ کے براڑ سکھ سری گورو گوبند سنگھ جی کے زیر اثر آ چکے تھے۔ ان کی عقیدت اور وفاداری کی تعریف میں گورو صاحب نے "ظفر نامہ" میں ذکر کیا ہے۔ اورنگزیب کو مخاطب کر کے مہاراج نے لکھا تھا:-

نہ ذرّہ دریں راہ خطرہ تُرا است
ہمہ قومِ بیراڑ حکمِ مرا است

(یعنی اے اورنگزیب! اِس علاقہ کی بیراڑ قوم میرے حُکم کی پابند ہے۔ اگر تُو یہاں آئے تو تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔)

سمانا کا قتلِ عام اور سادھورا پر قبضہ

سابق پیپسو کے وجود میں آنے سے پہلے اس علاقہ میں پھلکیاں بھی ایک ریاست تھی۔ یہاں سکھ سردار مغلوں کے وقت سے آباد چلے آتے تھے۔ سمانا کا شہر اسی ریاست میں تھا۔ یہ شہر سرہند سے کوئی ۲۵ میل دُور جنوب کیطرف ہے۔ بندا سنگھ بہادر کی فوج نے ۲۶ نومبر ۱۷۰۹ء کو اس پر حملہ کیا۔ یہ حملہ صبح کے وقت ہوا جب ابھی اندھیرا تھا۔ ۲۵ نومبر شام کو خالصہ فوج دس میل دُور ایک مقام پر پہنچ گئی تھی۔ اور تھوڑا سا آرام کرنے کے بعد راتوں رات سفر کرتی رہی تھی۔ صبح سویرے اندھیرے مُنہ لوگ ابھی گھروں کے دروازوں کے اندر تھے۔ کہ بندا سنگھ بہادر کی فوج نے چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ مغل فوجدار کی فوج بے خبر پڑی تھی۔ وہ ہتھیار بھی نہ سنبھال سکی۔ کہ نرغے میں آگئی۔ اور دوپہر تک اس نے ہتھیار ڈال دیئے۔ شہر کے بازاروں گلیوں اور مکانوں کی چھتوں اور حویلیوں کے صحن میں جہاں کہیں بھی کوئی مسلمان نظر آیا۔ ہلاک کر دیا گیا۔ گورو تیغ بہادر کے جلاد جلال الدین اور چھوٹے صاحبزادوں کے قاتل شاشال بیگ اور باشال بیگ کے گھروں کو آگ لگا دی گئی۔ انہیں گھسیٹ گھسیٹ کر ہلاک کیا گیا۔ اور ان کی جمع کی ہوئی دولت لوٹ لی گئی۔ ریاست پھلکیاں کے تاریخی روزنامچہ میں لکھا ہے۔ کہ خالصہ فوج نے تین دن تک شہر میں قتلِ عام کیا۔ اور گھروں کو جلاتی رہی۔ مغلوں میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا۔ اور ان کی حویلیوں میں سے ایک بھی کھڑی نہ رہنے دی گئی۔ پروفیسر گنڈا سنگھ اپنی کتاب "بندا سنگھ بہادر" میں لکھتے ہیں :- کہ

> شہر کی گلیوں اور بازاروں میں تلواریں چلتی رہیں۔ اور سکھ اپنے دشمنوں کا خاتمہ کرتے رہے۔ ہر طرف لاشیں ہی لاشیں نظر آرہی تھیں۔ نالیوں میں خون بہہ رہا تھا۔ خالصہ فوج میں کئی لوگ لوٹنے اور اپنے ظالموں سے بدلہ لینے کیلئے شامل ہو گئے۔ انہوں نے بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ جن مغلوں نے اردگرد کے دیہات کے لوگوں پر ظلم کئے تھے۔ ان کی ہڈی پسلی بھی کہیں نظر نہیں آتی۔ تین دن تک شہر میں قتلِ عام ہوتا رہا۔ تیسرے دن شام کے وقت مسلمانوں کا ایک بھی گھر کھڑا ہوا باقی نہیں تھا۔ دس ہزار انسان قتل کئے گئے۔ وہی بچے جو کسی طرح بھاگ گئے تھے۔ مغلوں میں سے ایک بھی زندہ نہ بچ سکا تھا۔"

شہر کی تباہی کے بعد بندا سنگھ بہادر نے اس علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے گیارہ پرگنے بنا کر سونی پت کے خالصہ فوجدار بھائی فتح سنگھ ہی کو یہاں کا حاکم بھی مقرر کیا۔ بھائی فتح سنگھ بڑی بہادری اور عقلمندی سے لڑتا رہا۔ اس علاقہ کی لوٹ مار

سے خالصہ فوج کے خزانہ میں کافی دولت جمع ہو گئی۔ اس سے پہلے فوجی سپاہیوں کو باقاعدہ تنخواہیں نہیں ملتی تھیں۔ اس لئے ہر کسی نے اپنی طاقت کے مطابق دولت اکٹھی کر لی۔ بندا سنگھ بہادر نے یہیں سے باقاعدہ فوج کو ترتیب دینا شروع کیا تھا۔ اور لوگوں سے زمینوں کا لگان لینے لگا۔ سمانا کی فتح نے اس کا دبدبہ اور بھی زیادہ کر دیا تھا۔ اور پنجاب کے تمام مغل فوجدار خالصہ فوج کے نام سے کانپنے لگ گئے تھے۔ سرہند کے فوجدار وزیر خاں کو جب خبر ملی۔ کہ بندا سنگھ بہادر نے سمانا پر قبضہ کر لیا ہے۔ تو وہ بہت گھبرایا۔ اور اپنی حفاظت کے وسائل سوچنے لگا۔ اصلیت معلوم کرنے کیلئے اس نے دو مسلم جاسوس سمانہ بھیجے۔ تاکہ خالصہ فوج کی طاقت کا اندازہ کر کے وزیر خاں کو مطلع کریں۔ ان میں سے ایک کی آنکھ نہیں تھی۔ اور دوسرے کا ایک ہاتھ نہیں تھا۔ وہ سمانا کے بازاروں میں پھر رہے تھے۔ کہ پکڑے گئے۔ اور بندا سنگھ بہادر نے انہیں اپنے سامنے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ لائے گئے تو انہیں جوتیوں سے پیٹا گیا۔ اور کہا گیا۔ کہ انہیں اس لئے زندہ چھوڑا جاتا ہے۔ کہ وہ سرہند میں جا کر وزیر خاں کو خبردار کر دیں۔ کہ وہ خالصہ فوج کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار رہے۔

سرہند کا مقام سمانا سے ۲۵ میل شمال کی طرف واقع ہے۔ لیکن بندا سنگھ بہادر نے سرہند کیطرف کوچ کرنا مناسب نہ سمجھا بلکہ مشرقی سمت کو روانہ ہو گیا۔ رستہ میں کئی مقامات پر مغلوں کو شکست دے کر ان کے شہروں اور قصبوں پر قبضہ کرتا رہا۔ پہلا مقابلہ "گورام" پر ہوا۔ یہاں جو پٹھان کوٹ حکمران تھے۔ انہیں شکست دے کر قتل کر دیا گیا۔ شہر کو لوٹ لیا گیا۔ پھر بھائی فتح سنگھ کے پرگنوں میں شامل کر لیا گیا۔ یہاں سے ٹھاسکا کو پامال کر کے خالصہ فوج شاہ آباد پر حملہ آور ہوئی۔ یہاں مغل سید اور شیخ آباد تھے۔ خالصہ فوج کی آمد کی خبر سن کر وہ پہلے ہی بھاگ گئے۔ فوجدار نے اپنے آپ کو ایک حویلی میں بند کر لیا۔ مگر خالصہ فوج نے اسے بھی ختم کر دیا۔ اسی علاقہ میں سرہند کے فوجدار وزیر خاں کا آبائی گاؤں تھا۔ اسے بھی لوٹا اور جلایا گیا خصوصاً وزیر خاں کے مکانوں کو آگ لگا دی گئی۔ یہاں سے انبالہ مصطفےٰ آباد۔ دالاڈر۔ کپوری وغیرہ مقامات کو تہ و بالا کرتا ہوا بندا سنگھ بہادر طوفان کی طرح سادھوڑا کی دیواروں سے جا ٹکرایا۔ رستہ میں ایک بڑی لڑائی کپوری کے مقام پر ہوئی۔ یہاں ایک شخص قادم الدین مغلوں کیطرف سے حکمرانی کیا کرتا تھا۔ اس شخص کا باپ امان اللہ اورنگزیب کے وقت گجرات کا گورنر تھا۔ اس نے بیشمار دولت جمع کی ہوئی تھی۔ قادم الدین بڑا بدمعاش تھا۔ اس علاقہ میں کوئی بھی ہندو عورت اس کے ہاتھوں سے محفوظ نہیں تھی۔ وہ ہندو براتوں پر حملہ کر کے نئی دلہنوں کو پکڑ کر لے جاتا تھا۔ اور انہیں ہفتہ عشرہ اپنے پاس رکھ کر چھوڑا کرتا تھا۔

جب بندا سنگھ بہادر کو بتایا گیا۔ کہ یہ شخص اتنا ظالم ہے۔ تو اس نے اس سے نپٹنے کا حکم دیا۔ چنانچہ خالصہ فوج کپوری پر ٹوٹ پڑی۔ قادم الدین نے مقابلہ کیا مگر گرفتار ہوا۔ زندہ آگ میں پھینک دیا گیا۔ اس علاقہ میں لبانہ ہندو تاجر بہت تھے۔ انہوں نے خالصہ فوج کا سواگت کیا۔ اور یہ علاقہ بھی بھائی فتح سنگھ کی عملداری میں دے دیا گیا۔ اس کے بعد بندا سنگھ بہادر کو سادھوڑا پر حملہ کرنا تھا۔ یہاں کا حاکم عثمان خاں بھی بڑا ظالم تھا۔ ہندوؤں کے گھروں کے آگے گائیں ذبح کرایا کرتا تھا۔ اور انہیں اپنے مردوں کو جلانے بھی نہیں دیتا تھا۔ تاکہ وہ مجبور ہو کر مسلمان بن جائیں۔ اس عثمان خاں نے ایک مسلمان فقیر سید بدرالدین شاہ کو محض اس لئے ہلاک کر دیا تھا۔ کہ سید صاحب نے بھنگانی کی لڑائی میں گورو گوبند سنگھ صاحب کی مدد کی تھی۔ یہی نہیں عثمان خاں کسانوں کی فصلیں اور اناج لے لیا کرتا تھا۔ اور جو انکار کرتا تھا۔ اسے قتل کرا دیتا تھا۔ ایسے ظالم

کو سزا نہ دینا بندا سنگھ بہادر کے کردار سے بعید تھا۔ چنانچہ اُس نے سادھوڑا پر حملہ کیا۔ اور شہر میں تباہی مچا دی۔ عثمان خاں اپنے خاندان سمیت سید بدرالدین صاحب کی حویلی میں جا چھپا۔ کہ سکھ سید صاحب کا احترام کر کے اس پر حملہ نہ کریں گے۔ لیکن لوگ مشتعل ہو چکے تھے۔ اُنہوں نے حویلی میں داخل ہو کر ایک ایک کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہاں اتنا قتلِ عام ہوا۔ کہ یہ جگہ "قتل گڑھی" کے نام سے مشہور ہے۔

بعض مُسلم مورخوں نے لکھا ہے۔ کہ کپوری اور سادھوڑا میں بندا سنگھ بہادر نے مُسلم قبریں بھی اکھڑوائیں۔ اور وہاں سے لاشیں نکلوا کر اُنہیں تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ لیکن سکھ مورخ یا انگریز مورخ اس بات کی تصدیق نہیں کرتے۔ یہ مقام سادھوڑا آجکل ضلع انبالہ کا ایک بڑا قصبہ ہے۔ اور انبالہ چھاؤنی سے کوئی بیس میل پہاڑوں کی طرف واقع ہے۔ بُدھ مت کے زمانہ میں اس کا نام "سادھو دہاڑا" تھا۔ جو بگڑ کر آج کا "سادھوڑا" بن گیا۔ بندا سنگھ نے اسے بھی بھائی فتح سنگھ کے پرگنے میں شامل کیا۔

سادھوڑا کی فتح کے ساتھ بندا سنگھ بہادر کی حکومت دریائے جمنا کے سامنے مغربی علاقہ میں یعنی سونی پت سے لے کر سادھوڑا تک۔ اور سونی پت سے کیتھل بھوانی۔ حصار تک کے علاقہ میں قائم ہو چکی تھی۔ آج کل کے یہ بڑے شہر خالصہ کے قبضہ میں آ چکے تھے۔ (سادھوڑا۔ انبالہ۔ جگادھری۔ شاہ آباد مارکنڈا۔ تھانیسر۔ کوروکشیتر۔ پانی پت۔ کرنال۔ گوہانہ۔ کیتھل۔ سمانا۔ بڈھلاڈا۔ فتح آباد۔ بھوانی۔ ہانسی اور سرسہ) بندا سنگھ بہادر نانڈیڑ سے روانہ ہوئے سوا سال ہو چکا تھا۔ تاریخیں بتاتی ہیں۔ کہ جنوری ۱۷۱۰ء میں وہ خود سادھوڑا کے علاقہ میں تھا۔

بندا سنگھ بہادر کی فتوحات کا عروج

بندا سنگھ بہادر کی ایک جنگی چال

گورو گوبند سنگھ صاحب کے دکن کی طرف چلے جانے کے بعد پنجاب میں مغلوں اور ان کے فوجداروں کا بڑا مرکز سرہند تھا۔ یہاں کے حکمران وزیر خاں نے ہی گورو مہاراج کے چھوٹے صاحبزادوں کو شہید کرایا تھا۔ اس واقعہ سے مغل حکمرانوں کے دلوں میں بھی اس کی قدر و قیمت بڑھ گئی تھی۔ اور پنجاب کے دوسرے فوجداروں میں بھی اس کا وقار زیادہ ہو گیا تھا۔ خالصہ فوج کا نشانہ بھی یہی مقام تھا۔ سرہند کا شہر سادھوڑا سے تھوڑا ہی دور تھا۔ زیادہ سے زیادہ دس بارہ میل لیکن بندا سنگھ بہادر نے سادھوڑا کے بعد اس کا رُخ نہیں کیا۔ کیوں؟

خالصہ فوج کے جرنیل کی یہ جنگی چال تھی۔ اسے انگریزی میں WOR STRATEGY کہتے ہیں۔ سادھوڑا فتح ہو چکا تھا۔ خالصہ فوج کی فتوحات کی خبریں سارے پنجاب میں پھیل گئی تھیں۔ مغل حکمران اور ظالم مسلمان تھر تھر کانپ رہے تھے۔ اور ہندو سکھ خوشی سے اپنی نجات کے دن کا انتظار کر رہے تھے۔ بندا سنگھ بہادر نے دوآبہ اور ماجھا کے سکھوں کے نام گورو گوبند سنگھ کے جو پیغامات ارسال کئے تھے۔ انہوں نے غیر مسلم آبادی پر بڑا اثر کیا تھا۔ اور لوگ ہزاروں کی تعداد میں سری آنند پور صاحب کی طرف بڑھ کر جمع ہو رہے تھے۔ بندا سنگھ بہادر کو اطلاعات مل چکی تھیں۔ کہ مالوہ۔ دوابہ اور ماجھا کے سکھ خالصہ فوج کی امداد کیلئے پہنچ رہے ہیں۔ جب سادھوڑا پر خالصہ کا قبضہ ہوا۔ تو بندا سنگھ بہادر نے ضروری سمجھا کہ سرہند پر حملہ کرنے اور مغل سلطنت پر آخری ضرب لگانے کیلئے اپنی فوجوں میں اضافہ کرے۔ چنانچہ اس نے اپنی فاتح فوج کا رُخ روپڑ کی طرف پھیر دیا۔ تاکہ دوآبہ اور ماجھا کے سکھوں کے لشکروں سے میل پیدا کر کے خالصہ فوج کی طاقت میں اضافہ کرے۔ اسے یہ اطلاع بھی مل چکی تھی۔ کہ حاکم سرہند وزیر خاں نے مالیر کوٹلہ کے پٹھانوں کا ایک لشکر روپڑ کی طرف بھیج دیا ہے۔ کہ وہ دوآبہ اور ماجھا کے سکھوں کے لشکر کو وہیں ختم کر دے۔ یا کم از کم آگے بڑھنے سے روک دے۔ یہ سکھ لشکر سری آنند پور صاحب اور کیرت پور صاحب کے درمیان جمع ہو چکا تھا۔ اور دریائے سرسہ کو عبور کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ وزیر خاں کی جنگی چال بھی قابلِ داد ہے۔ LATE MUGHALS میں انگریز مورّخ نے لکھا ہے کہ:-

"بندا سنگھ بہادر کے نزدیک روپڑ کو فتح کرنا اور دوابہ کے سکھوں کے لشکر کو اپنے ساتھ ملانا ضروری تھا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ سرہند پر حملہ کرنے میں وہ ہار گیا۔ تو پھر اس کے پاؤں کہیں بھی نہ جم سکیں گے۔ اور پنجاب کو فتح کرنے کا اس کا عزمِ صمیم ادھورا رہ جائے گا۔ مقابلہ میں وزیر خاں بھی جانتا تھا۔ کہ اگر بندا سنگھ کی فوجی طاقت میں اضافہ ہو گیا۔

تو وہ خالصہ فوج کی تاب نہیں لاسکے گا۔"

بندا سنگھ بہادر اور وزیر خاں دونوں اپنی اپنی جنگی چالیں چل رہے تھے۔ اس لئے دونوں طاقتوں کی ٹکر روپڑ کے قریب کسی نہ کسی مقام پر ناگزیر ہوگئی تھی۔ وزیر خاں نے ایک سیاسی چال بھی چلی۔ اور وہ یہ کہ اپنے ایک ہندو فوجدار کو جاسوس بنا کر خالصہ فوج میں بھیج دیا تھا۔ یہ ہندو فوجدار کوئی ایک ہزار فوج لے کر بندا سنگھ بہادر کے پاس آیا۔ اور اُس کی مدد کی پیشکش کی۔ یہ شخص وزیر خاں کے ہندو دیوان سچا نند کا بھتیجہ تھا۔ اُس نے بندا سنگھ بہادر سے کہا۔ کہ "ہم سچا نند اور وزیر خاں کے مظالم سے تنگ آ گئے ہیں۔ انہیں ختم کرنے کیلئے آپ کی سیوا میں آئے ہیں" بندا سنگھ نے اسے اپنی فوج میں شامل کر لیا لیکن وہ اس ٹوہ میں تھا۔ کہ موقع پا کر بندا سنگھ اور اس کے ساتھی جرنیلوں کو قتل دے۔ یا اگر ایسا نہ کر سکے۔ تو جب جنگ چھڑے۔ تو خالصہ فوج کو شکست دینے میں مدد دے۔ اسے ہدایت بھی دی گئی کہ جنگ چھڑنے پر خود خالصہ فوج پر ٹوٹ پڑے لیکن بندا سنگھ بہادر نے اس پر اعتبار کر لیا۔ اور جنگی تیاریوں میں مصروف ہوگیا۔ اس اثنا میں ماجھا اور دوابہ کے سکھ لشکر دریائے سرسہ کو عبور کر کے روپڑ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ کہ مالیر کوٹلہ کے پٹھان فوجدار ول شیر محمد وغیرہ نے انہیں روک لیا۔ اور یہاں جنگ شروع ہوگئی سکھ لشکروں کے پاس ہتھیار کم تھے۔ اور جو تھے وہ بھی معمولی۔ پٹھان لشکر کے پاس بندوقیں بھی تھیں۔ اس لئے لڑائی میں سکھوں کے ہار جانے کے حالات پیدا ہونے لگے۔ اور قریب تھا کہ پٹھانوں کی فتح ہو جاتی۔ لیکن قدرت کو ایسا منظور نہیں تھا۔ ایک دن رات کے اندھیرے میں سکھوں نے پٹھانوں پر حملہ کر دیا۔ اور ان میں بھاگڑ مچ گئی۔ شیر محمد خود گھوڑے پر سوار میدان میں آیا۔ اور تلوار سے کئی سکھ ہلاک کر ڈالے۔ اس کا بھائی خضر خاں مورچے کی رہنمائی کر رہا تھا۔ ایک سکھ نے بندوق سے اس کے سینے پر نشانہ بنایا۔ اور وہ گھوڑے پر سے گر پڑا۔

بس پھر کیا تھا۔ پٹھانوں نے دِل ہار دیئے۔ اور میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ شیر محمد اپنے بھائی اور بھتیجے کی لاشوں کو لے کر بمشکل بچ سکا۔ سکھ لشکر کا کوئی باقاعدہ نظام نہیں تھا۔ ورنہ وہ پٹھانوں کا تعاقب کر کے ان کا بہت زیادہ جانی نقصان کر سکتے تھے۔ موجودہ حالت میں اُنہوں نے یہی غنیمت سمجھا۔ کہ بہت سا سامانِ جنگ ان کے ہاتھ آیا۔ اور بہت سی خوراک بھی۔ اس واقعہ سے سرہند کے حاکم وزیر خاں کے لئے مزید تشویش پیدا ہوگئی۔ کیونکہ روپڑ کے فاتح سکھ لشکر کا بندا سنگھ بہادر کی خالصہ فوج سے جا ملنا اب یقینی ہوگیا تھا۔ اور وہ دِن قریب تر آ گیا تھا۔ جب سرہند پر حملہ ہوا۔ سکھ لشکر روپڑ پر قابض ہونے کے بعد جنوب کی طرف بڑھا۔ تاکہ خالصہ فوج کے جتھیدار سے مِل سکے۔ اِس اثنا میں بندا سنگھ بہادر نے بنوڑ پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ اور وہاں کے مغل حاکم کو بھگا دیا تھا۔ وہ اس مقام پر تھا۔ جب اسے اطلاع ملی۔ کہ ماجھا دوآبہ کا سکھ لشکر روپڑ کو فتح کر کے اس کی طرف آ رہا ہے۔ وہ بہت خوش ہوا۔ اور فاتح لشکر کا استقبال کرنے کیلئے بنوڑ سے چند میل آگے بڑھ آیا۔ کھرڑ اور بنوڑ کے درمیان ایک مقام "چھپٹ" کے قریب خالصہ فوج اور سکھ لشکر کا ملاپ ہوا۔ دونوں کے ملاپ سے خالصہ فوج میں اضافہ ہوگیا۔ بہت خوشیاں منائی گئیں۔ اکھنڈ پاٹھ رکھے گئے۔ اور کڑاہ پرشاد بانٹے گئے یہ واقعہ فروری یا مارچ ۱۷۱۰ء کا ہے۔ جس جس علاقہ پر خالصہ فوج کا قبضہ ہو چکا تھا۔ سونی پت سے لے کر

مغربی سرحد تک۔ ہر جگہ کے سکھ حاکم کو مطلع کیا گیا۔ تاکہ سارے سکھ علاقہ کے لوگوں کے حوصلے بلند ہوں۔ بندا سنگھ بہادر کی فوج میں ماجھا اور دوآبہ کے سکھوں کا آ شامل ہونا اُس زمانہ کے پنجاب کی تاریخ میں بہت اہم واقعہ تھا۔ مُغل سلطنت کے پاؤں لڑکھڑانے لگ گئے تھے۔ جنگی چال میں بھی بندا سنگھ بہادر کامیاب رہا۔

خالصہ فوج کا اتحاد

فضاؤں میں گونجیں صدائیں بہم
ہُوا خالصہ فوج میں اتحاد
شجاعت کے نعرے بھی اُٹھنے لگے
ہُوا دُور ہر ایک دِل سے عناد
مسلّط ہُوا سب پہ عزمِ صمیم
ستانے لگی اس کی ہر دِل کو یاد
لگے بھاگنے رَن سے ڈرپوک لوگ
ہواؤں میں گونجی جُونہی "زندہ باد"
بہم مل گئے سارے سکھوں کے دِل
ہُوئے سینوں سے دُور بغض و عناد

سرہند کا شہر منحوس اور مقدس

سکھ اتہاس میں سرہند ایک "CURSED CITY" منحوس شہر سمجھا جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں گورو گوبند سنگھ صاحب کے چھوٹے صاحبزادوں کو شہید کیا گیا تھا۔ جب گورو مہاراج کو آنند پور صاحب چھوڑنا پڑا۔ اور جب سرسہ ندی کو عبور کرتے وقت ان کی طاقت بکھر گئی۔ تو مہاراج کی بردھ ماتا ماتا گجری جی اور ان کے دو چھوٹے صاحبزادے بابا زوراور سنگھ جی اور بابا فتح سنگھ جی اپنے گھر کے ایک برہمن ملازم گنگو کی سکھوں سے غداری کی وجہ سے مسلم حکمرانوں کے ہاتھوں میں چلے گئے۔ یہ گنگو براہمن مورنڈا کے قریب ایک گاؤں سہیری کا رہنے والا تھا۔ جب وہ مہاراج سے الگ ہوا۔ تو ماتا جی اور بچوں کو لے کر اپنے گاؤں میں آیا۔ اور کچھ دن بعد انہیں مورنڈا کے مسلمان حاکم کے حوالے کر دیا۔ اور اس نے انہیں سرہند کے مغل فوجدار نواب وزیر خاں کے سپرد کر دیا۔ وزیر خاں وہی ہے۔ جس نے دو پٹھانوں کو گورو مہاراج کو قتل کرنے کیلئے دکن بھیجا تھا۔ اور جس کو سزا دینے کیلئے مغل بادشاہ بہادر شاہ نے مہاراج سے وعدہ بھی کیا تھا۔ وہ گورو گھر کا پکا دشمن تھا۔ صاحبزادوں اور ماتا جی کو اپنے قبضہ میں پاکر وہ بہت خوش ہوا۔ اس کا ہندو دیوان سچانند بھی گورو گھر کا ویری تھا۔ اس نے نواب سے کہا کہ "سانپ کے بچے بھی سانپ ہی ہوتے ہیں۔ انہیں ہلاک کر دینا چاہیئے۔" دوسرے درباریوں نے بھی یہی مشورہ دیا۔ چنانچہ نواب نے مالیر کوٹلہ کے پٹھان حاکم شیر محمد کے حوالے کرکے کہا۔ کہ گورو گوبند سنگھ نے آپکے والد کو لڑائی میں مارا تھا۔ وہ اِن بچوں کو قتل کرکے بدلہ لے۔" لیکن وہ یہ سُن کر کانپ اُٹھا۔ اُس نے ایسا ظلم کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ نواب کو بھی ایسا کرنے سے روکا۔

لیکن نواب وزیر خاں گورو مہاراج کا انتقام بچوں سے لینے پر تُلا ہوا تھا۔ اس نے اُنہیں حکم دیا۔ کہ وہ سکھ دھرم چھوڑ کر مسلمان بن جائیں۔ تو اُنہیں مال و دولت اور عہدے وغیرہ بہت کچھ دیا جائے گا۔ لیکن صاحبزادوں نے اس پر تھوک دیا۔ اور کہا۔ کہ وہ اپنے دھرم کے لئے شہید ہونا قبول کر لیں گے۔ لیکن مسلمان نہیں بنیں گے۔ بچوں کا جواب سُن کر نواب نے اُنہیں جلادوں کے حوالے کر دیا۔ جس نے اُنہیں جسمانی اذیتیں پہنچائیں۔ اور انجام کار دیوار میں زندہ چنوا کر شہید کر ڈالا۔ ماتا گجری جی بھی غم کی ماری پران تیاگ گئیں۔ یہ واقعہ ۲۷ دسمبر ۱۷۰۴ء کا ہے۔ ایک انگریز مورخ جیمز پروِن نے ایسے مذہبی مظالم کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب "INDIA TRACT" میں لکھا ہے کہ:۔

"ہندوستان میں نئے مذہب کو پھیلانے والوں کی طرف سے جو نئے نئے ظالمانہ طریق استعمال کئے گئے

ان میں سے یہ سب سے زیادہ بے رحمانہ اور وحشیانہ تھا۔ ایسے مذہبی جنون سے بے دست و پا عورتیں اور معصوم بچے بھی نہ بچ سکے۔" گورو گوبند سنگھ صاحب ماچھی واڑہ میں تھے۔ جب انہیں دونوں صاحبزادوں کے متعلق اطلاع ملی۔ کہ وہ دھرم کے لئے شہید ہو گئے ہیں۔ اُن دنوں آپ اورنگزیب کے نام "ظفر نامہ" مرتب کر رہے تھے۔ چنانچہ اس دردناک واقعہ کا ذکر اُنہوں نے "ظفر نامہ" کے ان اشعار میں کیا ہے۔ ؎

چہ شُد شغالے بہ مکر و ریا
ہمیں کُشت دو بچۂ شیر را
چُوں شیرِ ژیاں زندہ ماند ہمے
زِ تو انتقامے ستاند ہمے

لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ صاحبزادوں کے شہید ہونے پر بھی گورو مہاراج نے دِل نہیں ہارا۔ دھرم کی رکھشا اور قوم کی آزادی کے لئے جو جنگ اُنہوں نے شروع کی تھی اُسے جاری رکھنے کی طرف بڑھتے گئے۔ اُنہیں اِیشور پر وشواس تھا۔ کہ مُسلم حکمرانوں نے جو اتیا چار ان کی قوم اور اُن کے بچوں پر کیا ہے۔ قدرت خود اس کا انتقام لے گی۔ ایک انگریز مصنّف گورڈن نے اپنی کتاب "THE SIKH" میں لکھا ہے۔ کہ:۔

"جب گورو گوبند سنگھ کو بتایا گیا۔ کہ سرہند کے نواب وزیر خاں نے ان کے چھوٹے بچوں کو بے دردی سے شہید کر دیا ہے۔ تو ان کے سکھوں نے ان سے سرہند پر حملہ کر کے اسے جلا دینے کی اجازت مانگی۔ مگر گورو صاحب نے جواب دیا۔ کہ ان کے بچوں کو شہید کرنے کا بدلہ شہر کو جلا دینا نہیں ہے۔ کیونکہ عام لوگوں کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ بلکہ یہ بدلہ اس طرح لیا جائے گا۔ کہ آئندہ جو بھی سچا سکھ اس شہر میں سے گذرے۔ اس کی دو اینٹیں اکھیڑ کر لے جائے۔ اور انہیں دریا میں پھینک دے۔ یہ انتقام اسی طرح لیا جانا چاہیئے۔" اور دو سرے انگریز مصنفوں باس اور آرچر نے بھی اپنی اپنی تصانیف بالترتیب "TOUR IN UPPER INDIA" اور "LAND OF FIVE RIVERS" میں بھی مہاراج کے اس حکم کا حوالہ دیا ہے۔ جب انگریزوں کے زمانہ میں سرہند میں ریلوے لائین بنائی گئی تھی۔ تو ایک سکھ ٹھیکیدار نے شہر کی بہت سی پرانی اینٹیں اکھڑوا دی تھیں۔ اور اُنہیں ستلج یا جمنا میں ڈلوایا تھا۔ آج بھی دھارمک خیالات کے پکے سکھ جب سرہند کے شہر سے گذرتے ہیں۔ تو دو پرانی اینٹیں اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ اور اُنہیں ستلج یا کسی دوسرے دریا میں پھینکتے ہیں۔ سرہند شہر کے لئے سکھوں کے دِلوں میں پرانی نفرت بھی موجود ہے۔ اور کہ یہاں گورو مہاراج کے بچوں پر اتیا چار ہوئے لیکن صاحبزادوں کی شہیدی کی وجہ سے دونوں میں عقیدت بھی ہے۔ اڑھائی سو سال گذر جانے پر بھی سرہند میں ہر سال شہیدی میلہ لگتا ہے۔ جس میں صاحبزادوں کی شہیدیوں کی یاد تازہ کی جاتی ہے۔ قریب ہی گنگو برہمن کا گاؤں سہیری ہے۔ جس کا نام نفرت کی وجہ سے "کھیڑی" یا "اکھیڑی" بھی پڑ گیا ہے۔ گورو مہاراج کے سکھ آج گنگو برہمن کی غداری کے لئے

اس کے گاؤں کو زمین سے اکھیڑا ہوا کہتے ہیں۔

صاحبزادوں کی شہیدی ۱۷۰۴ء میں ہوئی۔ اور بندا سنگھ بہادر کی خالصہ فوج انتقام لینے کے لئے اور ظالم نواب وزیر خاں کو سزا دینے لئے ۱۷۱۰ء میں سرہند پر حملہ آور ہوئی۔ ظاہر ہے۔ کہ اس حملہ کے وقت سکھوں میں انتقام لینے کی آگ کتنی تیز ہوگی۔ خصوصاً اس حالت میں کہ جنوبی پنجاب کے سکھوں کی فوجوں میں ماجھا اور دوآبہ کے سکھوں کے لشکر بھی شامل ہو چکے تھے۔ بندا سنگھ بہادر کی فاتح خالصہ فوج کی فتح کے ڈنکوں سے سرہند کے در و دیوار کانپ رہے تھے۔

سرہند پر حملہ اور وزیر خاں کی ہلاکت

نواب وزیر خاں مغل بادشاہ کا ایک فوجدار تھا۔ اس کا دارالخلافہ سرہند میں تھا۔ اور اس علاقہ میں اس کی حکومت تھی۔ دہلی کے مغل بادشاہوں نے اسے سرہند کا گورنر (صوبیدار) مقرر کر رکھا تھا۔ اس زمانہ میں نظام حکومت کچھ ایسا تھا کہ بادشاہ اپنے صوبیداروں سے خراج حاصل کیا کرتا تھا۔ یا جنگ کے وقت اس سے فوج لیا کرتا تھا۔ ویسے عملی حکومت صوبیدار کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔

وزیر خاں کے پاس کافی فوج تھی۔ کئی ہزار "برق انداز" (آگ لگانے والے) کئی ہزار سپاہی۔ کئی ہزار گھوڑے اور کئی ہزار ہاتھی تھے۔ یہ وزیر خاں وہی نواب تھا جس نے گورو گوبند سنگھ کے چھوٹے صاحبزادوں کو سرہند میں شہید کیا تھا جب اسے پتہ لگا کہ بندا سنگھ بہادر کی خالصہ فوج اس سے انتقام لینے کیلئے سرہند پر حملہ آور ہو رہی تھی۔ تو اس نے مقابلہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ دہلی کی مغل حکومت بہت کمزور ہو چکی تھی۔ وہ برائے نام ہی تھی۔ اس لئے وزیر خاں کو وہاں سے کسی کمک کی امید نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر اس نے سکھوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔ اور اس طرح مسلمانوں کو اپنے گرد اکٹھا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ایک مسلمان مورخ کیفی خاں نے لکھا ہے۔ کہ:۔

"وزیر خاں کو علم تھا۔ کہ اس نے سکھوں پر جو ستم ڈھائے۔ اور گورو گوبند سنگھ کے بچوں کو جس بے دردی سے شہید کیا۔ اس کی سزا دینے کیلئے بندا سنگھ بہادر آ گیا۔ خالصہ فوج کی فتوحات نے اسے زیادہ خبردار کر دیا تھا۔ پانچ سرکردہ فوجداروں اور زمینداروں کو اس نے اپنے ساتھ ملا لیا۔ جتنی زیادہ فوج جمع کر سکتا تھا کر لی۔ کافروں (سکھوں) کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔ چند ہی دنوں میں اس کی فوج میں غازیوں کا بھی اضافہ ہو گیا۔ یہ غازی وہ تھے۔ جو سکھوں کو قتل کرنے کا حلف لیتے تھے۔ اور اسلام کے نام پر فوج میں شامل ہو جاتے تھے۔ نواب وزیر خاں کی فوج میں ۱۰ ہزار سپاہی ہو گئے تھے۔"

ایک دوسرے مسلم مورخ نے وزیر خاں کی فوج کی تعداد ۷۰ ہزار بتائی ہے۔ اور یہ زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ گورو گوبند سنگھ کے پنجاب سے چلے جانے کے بعد خالصہ فوج میں جو بد دلی پیدا ہو گئی تھی۔ اس سے مسلم حکمران کافی حوصلہ پکڑ گئے تھے۔ مگر وہ محسوس کرتے تھے۔ کہ بندا سنگھ بہادر کا حملہ بہت زبردست ہو گا۔ وہ گورو گوبند سنگھ کے نام پر فتوحات حاصل کرتا چلا آ رہا تھا۔ لیکن بندا سنگھ بہادر کی خالصہ فوج کی تعداد کتنی تھی۔ اور کیسی تھی۔ اس کے متعلق پروفیسر گنڈا سنگھ نے "بندا سنگھ بہادر" نامی کتاب میں تفصیل سے لکھا ہے۔ ان کی رائے ہے۔ کہ:۔

"اس خالصہ فوج میں تین قسم کے لوگ تھے۔ پہلی قسم میں وہ وفادار سکھ تھے۔ جنہوں نے گورو گوبند سنگھ سے امرت

چکا تھا۔ جو ان کے ساتھ لڑائیوں میں شامل ہو گئے تھے۔ جنہوں نے ان کے چرنوں میں بیٹھ کر دھرم اور دیش کی رکھشا کے اُپدیش سُنے تھے۔ وہ بندا سنگھ بہادر کے گرد اپنے گورو کی محبت اور سکھ دھرم کیلئے قربانی کے جذبہ سے اکٹھے ہوئے تھے۔ وہ لوٹ مار میں شامل نہیں ہونا چاہتے تھے۔ بلکہ گورو صاحب کے پیغام کو پھیلانا چاہتے تھے۔

دوسری قسم کے لوگ وہ تھے۔ جو تنخواہ دار سپاہی تھے۔ اور جنہیں کئی سکھ جاگیرداروں نے بندا سنگھ بہادر کی فوج میں بھرتی کر کے بھیجا تھا۔ یہ جاگیردار دِل سے خالصہ کے ساتھ تھے۔ مگر بظاہر مُسلم حکمرانوں سے ڈرتے تھے۔ پھول شاہی خاندان ایسی قسم کے جاگیرداروں پر مشتمل تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ مغل حکومت کا خاتمہ ہو۔ اور سکھوں پر ظلم و ستم باقی نہ رہے۔

تیسری قسم کے لوگ وہ تھے۔ جو لوٹ مار کے خیال سے ہر کسی کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ یہ طبقہ مُسلم حکومت کے مظالم سے تنگ آچکا تھا۔ اور کسی ایسے وقت کی انتظار میں تھا۔ کہ مغل حکومت ختم ہو۔ اِن لوگوں نے ذاتی مفاد کیلئے بندا سنگھ بہادر کے جھنڈے تلے آنا پسند کیا۔ اِن میں بیشتر ڈاکو اور رہزن بھی تھے۔ بیوپاریوں۔ رہزنوں اور دیہات کو لوٹنے کی بجائے اُنہوں نے خالصہ فوج میں شامل ہو کر لوٹ مار کو نشانہ بنایا ہوا تھا۔ مگر یہ تیسرے طبقے کے لوگ قابلِ اعتماد سپاہی نہ تھے۔ جب وہ دیکھتے تھے۔ کہ بندا سنگھ کی فوج شکست کھانے والی ہے۔ تو وہ پیٹھ دکھا کر بھاگ جاتے تھے۔ یہ لوگ پیشہ ور ڈاکو تھے۔

اُس زمانہ میں جنگ کا طریق آج کے طریق سے مختلف تھا۔ بندوقیں ہوتی تھیں۔ مگر بہت کم۔ اور وہ صرف مغل فوجوں کے پاس۔ بندا سنگھ بہادر کی فوج میں اِس قسم کے ہتھیار نہیں تھے۔ پروفیسر گنڈا سنگھ نے اپنی کتاب میں خالصہ فوج کے متعلق لکھا ہے۔ کہ:۔

”بندا سنگھ کے پاس توپخانہ نہیں تھا۔ ہاتھی بھی نہیں تھے۔ اور پوری تعداد میں گھوڑے بھی نہیں تھے۔ بندوقیں بھی سب کے پاس نہیں تھیں۔ سکھوں کے پاس لمبے بھالے۔ تیر اور تلواریں تھیں۔ جن سے وہ لڑائی کیا کرتے تھے۔ لیکن ان میں گورو گوبند سنگھ کی سپرٹ موجود تھی۔ اور وہ ان ظالموں کا خاتمہ کرنے کے لئے میدانِ جنگ میں آئے تھے۔ جنہوں نے ان کے دھرم اور دیش پر اتیاچار کئے تھے۔ اِس نشانے کو سامنے رکھ کر خالصہ فوج سرہند پر حملہ کرنے کیلئے اکٹھی ہوئی تھی۔“ مُسلم مورخ کیفی خان نے اپنی کتاب میں خالصہ فوج کی تعداد چالیس ہزار بتائی ہے۔ دوسرے مُسلم مورخ احمد شاہ ساکن بٹالہ نے اپنی کتاب ”ذکرِ گوروآں“ نامی میں بتایا ہے۔ کہ ”بندا سنگھ بہادر کی فوج میں پچاس ہزار ہندو سکھ شامل ہو گئے تھے“۔ مگر ”احوالِ سلاطینِ ہند“ نامی کتاب میں ایک تیسرے مُسلم مورخ نے خالصہ فوج کی تعداد ستر ہزار بتائی ہے۔

مغل فوج اور خالصہ فوج کی اِس ٹکر کا ذکر کئی کتابوں میں آیا ہے۔ انگریز مورخوں نے بھی یہی لکھا ہے۔ کہ جب بندا سنگھ بہادر کی فوج سرہند کی طرف بڑھی۔ اور جب نواب وزیر خاں کو یقین ہو گیا۔ کہ خالصہ فوج اِس پر حملہ کرنے والی ہے۔ تو اُس نے سکھوں کا مقابلہ کرنے کیلئے سرہند سے دس میل آگے چپڑ چیڑی کے مقام پر اپنی فوج کی صف بندی کر لی۔ اُس نے اپنا ڈیفینس دار الخلافہ سے باہر جاکر بنایا۔ ساری کی ساری فوج اِس فرنٹ میں جھونک دی۔ سکھوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر کے ہی اُس نے مُسلم عوام میں جوش پیدا کر دیا تھا۔ مولویوں نے بھی ایسے فتوے دے دیئے تھے۔ کہ اسلام کی حفاظت کیلئے غازی میدان میں آجائیں۔ وزیر خاں نے بیس ہزار فوج کی کمان خود سنبھال لی۔ اور چپڑ چیڑی کے مقام پر خیمہ زن ہو کر اپنے فوجداروں کو ہدایت کر دی۔ کہ ایک بھی سکھ آگے نہ بڑھنے پائے۔

دوسری طرف بندا سنگھ بہادر کو بھی خبر مل گئی۔ کہ نواب وزیر خاں بذاتِ خود میدانِ جنگ میں آیا ہوا ہے۔ اور اس کا مقابلہ کرنے کیلئے وہ بھی خود ہی مورچہ پر آ گیا۔ اپنے سرداروں باج سنگھ اور فتح سنگھ کو جو دکن سے اس کے ساتھ آئے تھے، حکم دیا۔ کہ نواب وزیر خاں کو یا زندہ گرفتار کرو۔ یا ہلاک کر کے اس کے سامنے لاؤ۔ بندا سنگھ نے اپنے دُوسرے سرداروں میں بھی اعلان کر دیا۔ کہ نواب کو ہرگز نہ بھاگنے دیا جائے۔ اِس موقع پر اس نے اپنی فوج کے ایک ایک حصے میں پہنچ کر اُنہیں جوش دلایا۔ اور بتایا۔ کہ یہ نواب وزیر خاں وہی ہے۔ جس نے گورو گوبند سنگھ کے چھوٹے صاحبزادوں کو زندہ دیواروں میں چنوایا تھا۔ اور جس سے انتقام لینے کا وقت آ گیا ہے۔ ایک انگریز مورخ نے بندا سنگھ بہادر کی اِن تقریروں کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو اُس نے اپنی فوج کے حوصلے بلند کرنے کیلئے کیں۔ مثلاً وہ کہتا تھا کہ:۔

"خالصہ فوج گورو گوبند سنگھ کی فوج ہے۔ میں گورو صاحب کا بھیجا ہوا سیوک ہُوں۔ مہاراج نے ہمیں حُکم دیا ہے۔ کہ پنجاب سے مغل سلطنت کا خاتمہ کرنا ہے۔"

"یاد رکھو سکھو! یاد رکھو بہادرو! یہ لڑائی تمہاری زندگی کی آخری لڑائی ہے۔ اگر گورو مہاراج کا نام لے کر آگے بڑھو۔ تو یقیناً تمہاری جیت ہوگی۔"

"بہادرو! گورو گوبند سنگھ نے تمہارے لئے سربنس قربان کر دیا۔ اب تمہارا فرض ہے۔ کہ گورو کیلئے اپنے آپ کو قربان کر دو۔ جس طرح پہلے سکھوں نے شہیدیاں پراپت کی ہیں۔ اُسی طرح تمہارے لئے بھی وقت آ گیا ہے۔"

"خالصہ بہادرو! جانیں لگا دو۔ اور صاحبزادوں کی موت کا بدلہ لو۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ خود تُم سے پہلے میدان میں جاؤں گا۔ اور تمہارے ساتھ قربان ہو جاؤں گا۔"

"ہم نے نواب وزیر خاں کو زندہ گرفتار کرنا ہے۔ یا ہلاک کر کے اس کی لاش کو اپنے پاس لانا ہے۔ اِس طرح پنجاب سے ظلم کا خاتمہ ہو جائے گا۔"

"ہم نے سرہند کی اس دیوار تک پہنچنا ہے۔ جس میں نواب وزیر خاں نے گورو کے ننھے صاحبزادوں کو زندہ چنوایا تھا۔ اِس دیوار کے درشن کر کے اپنی سکھی کو قائم رکھنا ہے۔ اور گورو کی مہر کی خوشیاں پراپت کرنی ہیں۔"

"ہمارا نعرہ "واہگورو جی کی فتح" ہے۔ یہ نعرہ لگاتے ہُوئے دشمن پر ٹوٹ پڑو۔ اور اسے خاک میں ملا کر رکھ دو۔"

بندا سنگھ بہادر کی اِن پُرجوش تقریروں کو ذیل کے اشعار میں نظم کر کے پیش کرتا ہُوں۔ تاکہ سکھ فتوحات کا ایک روشن پہلو ناظرین کے ذہن میں نقش ہو سکے۔

بہادر بڑی خالصہ فوج ہے ☆ یہ پُرجوش طوفان کی موج ہے

کوئی سامنے اس کے ٹھہرے کہاں ☆ کہ دشمن کو ملتی نہیں ہے اماں

ہمیں حملہ کرنا ہے سرہند پر ☆ بھروسہ ہے فوجِ ظفرمند پر

بجے اینٹ سے اینٹ اس شہر کی ☆ گرے بجلی نواب پر قہر کی

شہیدوں کا ظالم سے لو انتقام ☆ کہیں بھی نہ باقی رہے اس کا نام

ہے پیغام دسم گورو کا یہی ☆ عمل اس پہ کرنا ہے بس آج ہی

لہو میں حرارت ہوئی تیز تر ☆ کہ ہر سنگھ بن جائے شیرِ ببر

پیاسے ہو نواب کے خون کے ☆ نہ دو بھاگنے اسکو میدان سے

نظر سب کو آئے یہیں اسکی لاش ☆ کریں اس کے ٹکڑوں کو کُتے تلاش

بڑھو آگے نعرے لگاتے ہوئے ☆ بڑھو آگے ڈنکے بجاتے ہوئے

جنگ شروع ہوئی۔ تو بندا سنگھ بہادر نے مالوہ کے سکھوں کی کمان بھائی فتح سنگھ۔ کرم سنگھ۔ دھرم سنگھ۔ علی سنگھ اور شام سنگھ کے سپرد کی۔ اور خود ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گیا۔ وہاں سے ہدایات دینے لگا۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے تھیں۔ چپڑ چیڑی کے مقام پر دمامے بجنے لگے۔ اور فضاؤں میں نعرے بلند ہونے لگے۔ نواب وزیر خاں خود فوج کی کمان کر رہا تھا۔ اس کے دونوں لڑکے بھی ساتھ تھے۔ اس کے توپخانہ نے گولہ باری شروع کی۔ تو خالصہ فوج میں جو ڈاکو محض لوٹ کے خیال سے آ گئے تھے۔ بھاگ گئے۔ اس کے ساتھ ہی ایک ہزار سکھ وہ بھی بھاگ گئے۔ جو نواب وزیر خاں نے اپنے وزیر سچانند کے بھتیجے کی کمان میں خالصہ فوج میں غداری پھیلانے کے لئے بھیجے تھے۔ لڑائی سے پہلے یہ ہندو افسر ایک ہزار سکھوں کی فوج لیکر بندا سنگھ بہادر کے پاس آیا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ میں وزیر خاں کے مظالم سے تنگ آ کر خالصہ فوج کی شرن آیا ہوں۔ اور بندا سنگھ نے اسے اپنی فوج میں شامل کر لیا تھا۔ یہ شخص سچانند کا بھتیجا تھا۔ اور نواب نے اسے یہ ہدایت کر کے بھیجا تھا۔ کہ موقع پا کر بندا سنگھ کو قتل کر دینا۔ یا اگر اس سازش میں کامیاب نہ ہو سکے۔ تو جنگ کے وقت بھاگ جانا۔ تاکہ خالصہ فوج میں ابتری اور بددلی پیدا ہو جائے۔ چنانچہ عین لڑائی کے وقت یہ ایک ہزار غدار بھاگ گئے۔ مگر بندا سنگھ بہادر اور اس کے سرداروں نے حالات پر قابو پا لیا۔ اور اپنی فوج کا جوش بدستور قائم رکھا۔ لیکن فوج میں مزید بددلی پیدا نہ ہو۔ اس خیال سے بندا سنگھ خود آگے بڑھا۔ اور دست بدست تیغ زنی شروع کر دی۔ دوسرے سرداروں نے بھی تلواریں چلائیں۔ اور دشمن کی صفوں میں داخل ہو گئے۔ یہ سب بہادر گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور دشمن کا قتلِ عام کرتے جاتے تھے۔ بندا سنگھ خود تجربہ کار شمشیر زن تھا۔ "واہگورو جی کی فتح" کے نعروں سے بھی فضا گونج رہی تھی۔ بس پھر کیا تھا خالصہ فوج دشمن پہ پل پڑی۔ خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ اور دشمن فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔

اس دست بدست لڑائی کا منظر" احوالِ سلاطین ہند" کے مُسلم مؤرخ نے یوں لکھا ہے۔کہ:۔

"سکھ سپاہی اپنے مُسلم مخالفوں کے بالکل آمنے سامنے آ گئے۔اور تلواریں چلانی شروع کر دیں۔ہر سکھ کے دونوں ہاتھوں میں تلواریں اور ڈھالیں تھیں۔جو بھی سامنے آیا۔انہوں نے زمین پر ڈھیر کر دیا۔" واہگورو جی کی فتح" کے نعروں نے ان میں جوش بھر دیا تھا۔ بندا سنگھ بہادر اور باج سنگھ مُسلم فوج کی صفوں میں جا گھسے تھے۔وہ نواب وزیر خاں کی تلاش میں تھے۔ وزیر خاں اور اس کے ساتھی اس بہادری سے لڑے۔کہ سینکڑوں کافروں کو ہلاک کر دیا۔چاروں طرف لاشیں ہی لاشیں تھیں۔اور خون کے دریا بہہ رہے تھے۔مُسلم فوج بھی کافی ختم ہو چکی تھی۔اتنے میں باج سنگھ دوڑ کر وزیر خاں کے قریب جا پہنچا۔ وزیر خاں نے للکارا۔" خبردار لے گئے۔ اب کہاں جاتے گا۔" مگر باج سنگھ نے اُچھل کر تلوار وزیر خاں سے چھین لی۔اس پر وزیر خاں نے اپنے ترکش سے تیر نکالا۔اور باج سنگھ کی طرف پھینکا۔کہ اس کا سینہ چھلنی کر دے گا۔مگر اتنے میں دوسرا سکھ کمانڈر سردار فتح سنگھ بھی موقع پر پہنچ گیا۔اس نے تلوار اٹھائی۔اتنے زور سے ماری۔کہ وزیر خاں کی گردن کٹ کر زمین پر جا رہی۔"

بس پھر کیا تھا مُسلم فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ہر کسی نے جان بچانے کیلئے بھاگنا شروع کر دیا۔چاروں طرف مُسلمانوں کی لاشیں ہی لاشیں تھیں۔۱۵ ہزار کے ۱۵ ہزار مُسلم غازی میدان میں ہی ختم ہو گئے۔اس جنگ کے متعلق کیفی خاں نے اپنی کتاب میں یُوں لکھا ہے۔کہ:۔

"نواب وزیر خاں کے خاندان کا کوئی بھی مرد باقی نہ رہا۔سوائے ان کے جو جنگ میں شامل نہیں ہوئے تھے۔نواب وزیر خاں جان توڑ کر لڑا۔مگر فتح سنگھ کے ایک ہی وار نے اس کا کام تمام کر دیا۔ دُور سے خنجر پھینکا گیا تھا۔جونہی وہ گھوڑے پر سے نیچے گرا۔سکھوں نے ایک ایک مسلمان سپاہی کو پکڑ پکڑ کر ہلاک کر ڈالا۔ وزیر خاں کی ہلاکت سے سکھوں کی تلواروں نے وہ خون پیا کہ خود سکھوں کے چہرے لال سُرخ ہو گئے۔شائد ہی کوئی مُسلم سپاہی زندہ بچ کر واپس گیا ہو۔"

دوسرے مؤرخ لطیف خاں کا بیان ہے۔کہ" وزیر خاں تیر لگنے سے ہلاک ہوا۔جو اس کی چھاتی سے پار ہو گیا تھا۔" مگر میکالف نے دعویٰ کیا ہے۔کہ وزیر خاں کو بندا سنگھ بہادر نے خود اپنی تلوار سے موت کے گھاٹ اتارا۔"

سکھ فوج نے بھاگتے ہوئے دشمن کی تعاقب سرہند شہر تک کیا۔ دس میل کے فاصلہ میں مسلمانوں کی لاشیں ہی لاشیں تھیں۔کوئی زندہ بچ کر شہر میں واپس نہ جا سکا۔لیکن وزیر خاں کی اسلامی فوج کا نشان تک بھی باقی نہ رہا۔ اور خود اس کی لاش کا جو حال ہوا۔ وہ مُسلم مورخوں کی کتابیں پڑھئے۔لطیف "ہسٹری آف پنجاب" میں لکھتا ہے۔کہ" وزیر خاں کی لاش کو درخت کے ساتھ لٹکایا گیا۔جو گِدھوں اور گیدڑوں کی خوراک بنی۔ مگر" پراچین پنتھ پرکاش" میں لکھا ہے۔کہ "اس کی لاش بیلوں کے پیچھے باندھ کر گھسیٹی گئی۔اور پھر جلا دی گئی۔"

بربادیٔ سرہند

سرہند کہ ہے معبدِ اربابِ شہادت

دو بچۂ شبیر اس کی زمیں سے ہوئے پیوند

اس خاکِ مقدس پہ گرا خونِ شہیداں

اس خونِ شہیداں سے ہوئی قوم ظفر مند

روشن ابھی اُن چھوٹے شہیدوں کا لہو ہے

جو دھرم کی رکھشا کے طریقوں کے تھے پابند

سر خم نہ ہوا خنجرِ جلّاد کے آگے

وہ تھے پدرِ پیکرِ ایثار کے فرزند

یاد آتے ہی رگ رگ میں لہو گرم نہ ہو کیوں

دونوں تھے گورو تیغ بہادر کے جگر بند

کرتے رہیں گے تازہ روایاتِ کہن کو

ملتا رہے گا ہم کو روایات سے آنند

ظالم کو کیا بندہ بہادر نے تہِ تیغ

اس قول کی تفسیر ہے بربادیٔ سرہند

سرہند پر خالصہ فوج کا قبضہ

وزیر خاں اور اس کی "اسلامی فوج" کے قتل ہونے کے بعد سارا علاقہ خالصہ فوج کے رحم پر تھا۔ کوئی بھی باقی نہیں تھا۔ جو اس کا مقابلہ کر سکتا۔ وزیر خاں کی فوج بھی ختم ہو گئی تھی۔ اور وہ "غازی" بھی دُم دبا کر بھاگ گئے تھے۔ جو مولویوں کے جہاد کے نعرے سُن کر بندا سنگھ بہادر کی فوج پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اُس زمانہ میں "جنگی قیدیوں" کا کوئی رواج نہیں تھا۔ دشمن کو یا ہلاک کر دیا جاتا یا وہ جان بچا کر بھاگ جاتا۔ وزیر خاں کا خاندان بھی ختم کر دیا گیا تھا۔ اس کا جو لڑکا سرہند میں موجود تھا جب اس نے اپنے باپ کے قتل ہو جانے اور فوجوں کے شکست کھا جانے کی خبر سُنی۔ تو وہ اپنی ماں اور بہنوں وغیرہ کو ساتھ لے کر دلی کی طرف بھاگ گیا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ کئی کروڑ روپیہ کے زیورات بھی وہ ساتھ لے گیا تھا۔

اَب فاتح بندا سنگھ بہادر اور خالصہ فوج کے سامنے سرہند پر قبضہ کرنے کا میدان کھلا تھا۔ انہوں نے اس لڑائی میں اپنی فتح کو "واہگورو کی فتح" قرار دیا۔ اور اس خالصئی نعرے کے ساتھ وہ سرہند کی طرف بڑھے۔ رستہ میں جو بھی آیا مطیع ہوتا گیا۔ دس میل کا فاصلہ تھا۔ اس میں کوئی بھی سر اٹھانے کے قابل نہ رہا۔ لیکن سرہند شہر میں داخل ہونے پر وزیر خاں کے قلعہ میں سے توپیں اور بندوقیں چلتی رہیں۔ ان کے مقابلہ میں خالصہ فوج نے ایک اونچی ڈھیری پر ہو کر اینٹوں کی بھٹی چھپ کر ان توپوں کو خاموش کرنے کا منصوبہ بنایا۔ کچھ سکھ چاؤ دہر) کے قریب جا کر ڈھیری پر چڑھ گئے۔ اور تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ جس سے توپ چلانے والے ہلاک ہو گئے۔ اور توپیں خاموش ہو گئیں۔ اس لڑائی میں ۵۰۰ سکھ کام آئے جنہیں قریب ہی ایک جگہ جلا دیا گیا۔ اس جگہ کا نام اب تک "شہید گنج" چلا آتا ہے۔ ایک مسلم مورخ نے رسالہ صاحب نما چہار گلشن پنجاب" میں لکھا ہے۔ کہ:۔

> **سکھوں** نے اپنی فتح کو واہگورو کی فتح قرار دیا۔ اور "واہگورو جی کی فتح" کے نعرے لگاتے ہوئے سرہند میں داخل ہوئے۔ ربیع الاول ۲۶ تاریخ ۱۱۲۲ ہجری کا دن تھا۔ ۲۴ مئی ۱۷۱۰ء کی تاریخ تھی۔ بندا سنگھ بہادر خود پیچھے رہا۔ اور خالصہ فوج نعرے لگاتی ہوئی شہر میں داخل ہو گئی۔ سکھوں میں گورو گوبند سنگھ جی کے بچوں کے قتل کا انتقام لینے کی آگ تیز ہو گئی تھی۔ اور وہ وزیر خاں کا بیج ناش کرنا چاہتے تھے۔ خالصہ فوج کے علاوہ وہ رہزن اور ٹھگ بھی شہر میں داخل ہو گئے تھے۔ جو لڑائی کے وقت بھاگ گئے۔ سب نے مل کر شہر میں وہ تباہی مچائی۔ کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔

لیکن نواب وزیر خاں کی حویلیوں میں بہت دولت جمع تھی۔ اس کا بڑا لڑکا بہت سا سامان اور خاندان لے کر دہلی بھاگ گیا تھا۔ مگر دولت بہت زیادہ تھی۔ کیونکہ وزیر خاں مغل بادشاہت کا صوبیدار تھا۔ اور لوگوں سے ٹیکس وصول کیا کرتا تھا۔ بندا سنگھ بہادر نے اس کی حویلیوں پر قبضہ کر لیا۔ اور پھر ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اس نے اپنی فوج کو حکم دیا۔ کہ جس شخص نے صاحبزادوں کو شہید کیا ہے۔ اس کا نام و نشان باقی نہیں رہنا چاہیئے۔ پروفیسر گنڈا سنگھ نے اس سلسلہ میں بتایا ہے۔ کہ:۔

"نواب وزیر خاں کا لڑکا دولت کے انبار لے کر دہلی کی طرف بھاگ گیا۔ کئی دوسرے امیر آدمی بھی خوف کے مارے سرہند کو خالی کر گئے۔ مسلم آبادی کا قتلِ عام اتنا زیادہ ہوا۔ کہ شائد ہی کوئی زندہ رہا۔ صرف وہی مسلمان زندہ رہ سکے۔ جنہوں نے ہندو لباس پہن لیا تھا۔ اور ہندوؤں کے گھروں میں پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ مگر بندا سنگھ بہادر نے اِن مسلمانوں کو یہ سزا اس لئے نہیں دی تھی۔ کہ وہ مسلمان تھے۔ بلکہ اس لئے کہ انہوں نے نواب وزیر خاں سے مِل کر ہندوؤں اور سکھوں پر ظلم کئے تھے۔ بلکہ غریب لوگوں پر مذہبی مظالم ڈھائے تھے۔ بندا سنگھ بہادر نے اُن ہندوؤں کو بھی نہ چھوڑا۔ جو نواب وزیر خاں سے مِل کر ہندو عوام پر ظلم ڈھایا کرتے تھے۔"

سچّانند ایک ہندو تھا۔ جو وزیر خاں کا وزیر مقرر ہوا تھا۔ پیشکار بھی وہی تھا۔ اس نے بھی ہندوؤں پر بھاری مظالم توڑے تھے۔ یہ وہی شخص تھا۔ جس نے گورو گوبند سنگھ جی کے معصوم بچّوں کو دیواروں میں زندہ چنوانے پر زور دیا تھا۔ اُس کی گورو دشمنی کے متعلق واقعہ کو یُوں ظاہر کیا جا سکتا ہے۔

جب صاحبزادوں کو گرفتار کر کے نواب وزیر خاں کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو یہ سچّانند بھی بطور پیشکار حویلی میں موجود تھا۔ جلاد بھی اور نواب مالیر کوٹلہ بھی۔ نواب کے آدمیوں نے بچّوں سے کہا:۔

"تم کو دولت سے مالا مال کر دیا جائے گا۔ اسلام قبول کر لو۔"

بچّوں نے جواب دیا:۔

"ہم گورو گوبند سنگھ کے بیٹے ہیں۔ ہم لالچ میں نہیں آئیں گے۔"

نواب نے دھمکی دی:۔

"مسلمان بن جاؤ۔ ورنہ ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ یہ دیکھو تلواریں تیار ہیں۔"

بچّوں نے جواب دیا:۔

"تلواروں سے ہمیں مت ڈراؤ۔ ہماری رگوں میں شہید دادا کا خُون ہے۔ جس نے اورنگزیب کے سامنے سر نہ جھکایا۔ اور دھرم کے لئے شہید ہو گئے۔ ہم ہرگز اسلام قبول نہ کریں گے۔"

قاضی نے انہیں مخاطب ہو کر کہا:۔

"دیکھو بچو! تمہاری زندگی کی ابتدا ہے۔ خواہ مخواہ ضد نہ کرو۔ جانیں نہ گنواؤ۔ مسلمان بن جاؤ۔ تو تمہاری زندگی بچ سکتی ہے"

ایک دوسرے درباری نے لالچ دیا کہ:۔

"تم مسلمان بن جاؤ گے۔ تو میں اپنی خوبصورت لڑکیوں سے تمہاری شادی کر دوں گا۔ دیکھو سمجھ جاؤ۔"

خود نواب وزیر خاں نے کہا:۔

"تم کو اِس علاقہ کا بڑا عہدیدار بنا دیا جائے گا۔ کافی دولت بھی دے دی جائے گی مغل شہنشاہ کے دربار میں حاضر کر کے انعامات و اکرامات بھی دلائے جائیں گے مسلمان بن جانے پر تمہاری جان بخشی بھی ہو جائے گی۔"

مگر بچوں نے سخت ترین الفاظ میں جواب دیا کہ:۔

"خبردار ہمارے دھرم کی توہین نہ کرو۔ ہم گورو نانک کے دھرم کو ماننے والے ہیں۔ گورو ارجن دیو جی۔ گورو ہرگوبند جی اور گورو تیغ بہادر جی کی اولاد ہیں۔ جنہوں نے دھرم کی خاطر شہیدیاں دیں۔ اور اُن گورو گوبند سنگھ صاحب کے بچے ہیں جنہوں نے دھرم اور دیش کی رکھشا کیلئے دھرم یدھ شروع کر رکھا۔ ہم جانیں دے دینگے۔ مگر اپنا دھرم نہ چھوڑیں گے۔ تمہاری تلوار ہمیں نہیں ڈرا سکتی۔"

یہ جواب سُن کر سچانند پیش کار نے نواب وزیر خاں سے کہا کہ:۔

"سانپ کے بچے سانپ ہی ہوتے ہیں حضور! اگر گورو گوبند سنگھ تو شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اس کے ان بچوں کو موت کے گھاٹ اتارنے ہی میں ہمارا بھلا ہے۔"

اِس سچانند کے مشورہ پر وزیر خاں نے گورو صاحب کے بچوں کو شہید کر ڈالا تھا۔ سکھوں کو اس کا علم تھا اور بندا سنگھ بہادر کو تو خود گورو گوبند سنگھ صاحب نے ناندھیڑ میں بتایا تھا کہ سرہند کے نواب وزیر خاں نے بہت اتیا چار کئے ہیں۔ ان باتوں کی یاد تازہ ہو جانے پر یہ ناممکن تھا کہ خالصہ فوج سرہند کے ظالموں سے بدلہ نہ لیتی۔ نواب وزیر خاں اور سچانند کی حویلیاں زمین سے ہموار کر دی گئیں۔ اور اس وقت کے رواج یا قانون کے مطابق ان دونوں کے وابستگان کو بھی شدید سزائیں دی گئیں۔ ایک مسلمان مورخ محمد قاسم نے اپنی کتاب "عبرت نامہ" میں یوں لکھا ہے۔ کہ:۔

> "نواب وزیر خاں کا ہندو پیشکار خالصہ فوج کے انتقام کا نشانہ تھا۔ اس کی حویلیاں اور گھر لوٹ لئے گئے۔ انہیں آگ لگا کر خاک کر دیا گیا۔ میں نے ملحقہ علاقہ کے لوگوں سے خود سنا۔ کہ وزیر خاں کے عہد کے دوران میں کوئی ایسا ظلم نہیں تھا۔ جو غریب لوگوں پر نہ توڑا گیا۔ اور جس کا نتیجہ ظالموں کو نہ بھگتنا پڑا۔ خالصہ فوج نے اُن کے خاندان بھی مٹا دیئے۔ بندا سنگھ بہادر کے ہاتھوں میں جو مالِ غنیمت آیا۔ اس کا اندازہ دو کروڑ روپیہ سے کم نہیں تھا۔ یہ وزیر خاں کی حویلی سے ملا۔ سچانند اور دوسرے اشخاص کے گھروں سے بھی کئی لاکھ روپیہ حاصل کیا گیا۔"

ایک فارسی کی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ:۔

"سچانند نامی پیش کارِ وزیر خاں مرحوم اسکنہ و امتقہ زاغ و بُوم گردانند۔"

(سچانند کے مکانوں پر اُلو بولتے ہیں۔ اور ان کی حفاظت کوئی نہ کر سکا۔)

لیکن بندا سنگھ بہادر کی خالصہ فوج نے کسی کو اس لئے ہلاک نہیں کیا۔ کہ وہ مسلمان تھا۔ بلکہ اس لئے کہ اُنہوں نے ہندوؤں پر ظلم کئے تھے۔ ہر نیک اور پرہیزگار مسلمان کی بندا سنگھ بہادر نے پوری حفاظت کی۔ سرہند میں اب بھی شیخ احمد شاہ مجدد الف ثانی کا مزار موجود ہے۔ بندا سنگھ کی خالصہ فوج کے حملہ کے وقت بھی کھڑا تھا۔ مگر اسے قطعاً نقصان نہیں پہنچایا گیا

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل تاریخی ثبوت موجود ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر گوکل چند نارنگ نے اپنی کتاب "TRANSFORMATION OF SISKHS" میں لکھا ہے۔ کہ سید احمد شاہ مجدد ثانی کے مزار کی عالیشان عمارت وزیر خاں کے زمانہ میں موجود تھی۔ اور آج بھی (۱۹۱۲ء میں) موجود ہے اگر سکھ ہر مسلم نشان کو مٹانے والے ہوتے۔ تو اس مزار کو بھی تباہ کر دیا گیا ہوتا۔"

۲۔ سرہند کے کھنڈروں میں مجدد الف ثانی شیخ کا مزار بدستور کھڑا ہے۔ یہ وہ مقام ہے۔ جس کی زیارت کے لئے کابل سے پٹھان آتے ہیں۔ (پھلکیاں سٹیٹ)

۳۔ سکھوں نے مسلم پیروں اور بزرگوں کی یادگاروں کو نقصان نہیں پہنچایا۔ نواب مالیر کوٹلہ کی حفاظت کی کہ اس نے صاحبزادوں کو ہلاک کرنے کی مخالفت کی تھی۔ (LATTER MUGHALS) نامی کتاب جو ایک انگریز مؤرخ نے لکھی ہے)

لیکن بندا سنگھ بہادر نے سرہند کو نہ صرف تباہ ہی کیا۔ بلکہ مغل سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اس علاقہ کے تمام مغل فوجداروں کو پکڑ پکڑ کر ہلاک کیا۔ یا وہ اس علاقہ سے بھاگ گئے۔ خالصہ فوج نے ان کا تعاقب کیا۔ اور اس طرح سارے علاقہ میں سکھ حکومت قائم ہوگئی۔ سارے علاقہ میں بندا سنگھ کی مخالفت والا کوئی نہ رہا۔ بلکہ وہ گرد و نواح کے علاقوں میں بھی اپنی حکومت قائم کرنے کی طرف متوجہ ہوگیا۔

میدانِ جنگ میں وزیر خاں کی ہلاکت کے دو دن بعد خالصہ فوج سرہند پر قابض ہوئی۔ یہ دو دن مغل حکومت کی تباہی کے دن تھے۔
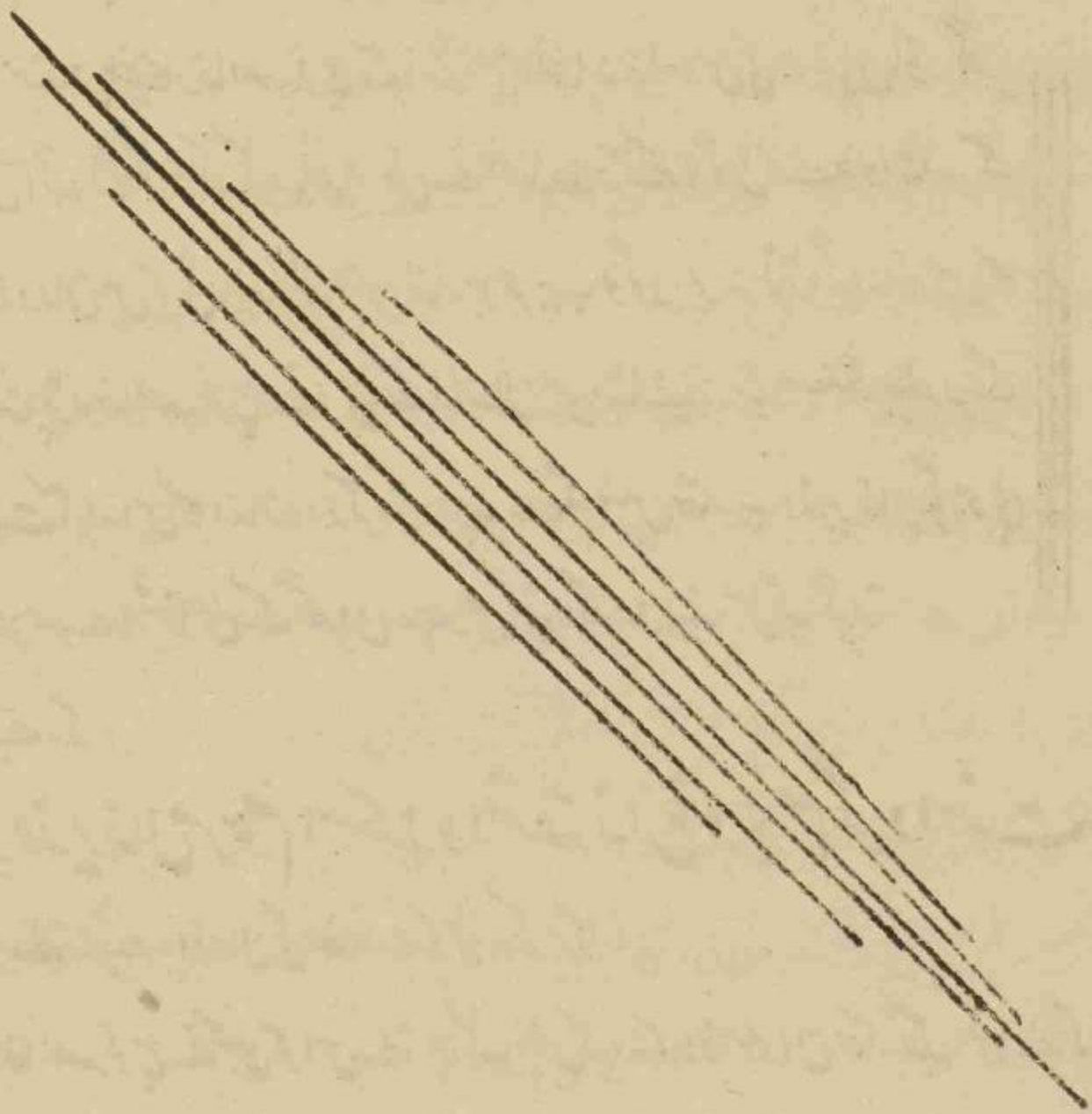
سرہند۔ خالصہ راج کی راجدھانی

نواب وزیر خاں اور ان کے ساتھیوں کا نام و نشان مٹانے کے بعد بندا سنگھ بہادر نے خالصہ راج قائم کرنے کی طرف توجہ دی۔ ارد گرد کے علاقوں میں اس نے گورنر مقرر کر دیئے۔ جالندھر سے لے کر سونی پت تک سکھ سلطنت کے قیام کا اعلان کر دیا۔ پروفیسر گنڈا سنگھ نے اپنی کتاب "بندا سنگھ بہادر" میں یُوں لکھا ہے۔ کہ

"سرہند پر قبضہ کرنے کے بعد بندا سنگھ بہادر نے انتظامِ حکومت کو مضبوط کرنے کا کام شروع کیا۔ دُور دراز کے علاقوں میں سکھ گورنر مقرر کئے۔ اور امن و امان قائم کرنے پر لگ گیا۔ سردار باج سنگھ اس کے ساتھ ناندیڑ سے آیا تھا۔ اور گورو گوبند سنگھ نے اسے خاص طور پر پنجاب کی مہم میں بھیجا تھا۔ اسے سرہند کا صوبیدار گورنر مقرر کیا گیا۔ اور علی سنگھ کو اس کا نائب۔ بھائی فتح سنگھ کو سامانہ کا صوبیدار بنایا گیا۔ باج سنگھ کے ساتھ بھائی رام سنگھ کو تھانیسر کا گورنر مقرر کیا گیا۔ مگر سرہند میں خالصہ راج کی راجدھانی قائم کی گئی۔ بندا سنگھ بہادر خود سرہند ہی میں رہتا۔ اپنے گورنروں کی امداد کیلئے فوجی دستے لے کر جگہ جگہ پہنچتا۔ اور ان زمینداروں کی سرکوبی کرتا۔ جو مغلوں کی در پردہ امداد کرتے پکڑے جاتے۔ خالصہ فوج کا وہ دبدبہ پیدا ہو گیا۔ کہ مغلوں کے ماتحت حکومت کرنے والے اکثر جاگیر دار یا سردار بندا سنگھ کے مطیع ہو گئے۔"

ایک انگریز مصنف نے "لیٹر مغلز" میں انکشاف کیا ہے۔ کہ :۔

"مغلوں کے ساتھی چاہے وہ مسلمان تھے۔ یا ہندو۔ ایک ایک کر کے بندا سنگھ بہادر کے ساتھ مل گئے۔ وہ خالصہ فوج کا حکم مانتے تھے۔ اور سکھ سلطنت کے باجگذار تھے۔ چند ہی دنوں میں تمام پرگنے جن کی سالانہ آمدنی ۳۶ لاکھ روپیہ تھی۔ سکھ سلطنت میں شامل ہو گئے۔"

ایک دوسرا انگریز مصنف لکھتا ہے۔ کہ :۔

"ہندو تھا یا مسلمان۔ مغلوں کے باجگذاروں میں سے کوئی بھی ایسا نہ رہا۔ جس نے بندا سنگھ کی اطاعت قبول نہ کر لی۔ ہر کسی نے اسی میں اپنی سلامتی سمجھی۔ کہ سکھ سلطنت کا ساتھ دے۔ اور مغلوں کے خلاف صف آرا ہو جائے۔ بلکہ سکھ مذہب میں بھی شامل ہونے لگے۔ بندا سنگھ بہادر بہت اوصاف کا مالک تھا۔ قد آور اور پُر وقار شخصیت رکھتا تھا۔ جو کوئی اس کے تعلق میں آیا۔ اس کے آگے سر جھکا دیا۔ اس نے ہر ممکن طریقہ سے سکھ سلطنت کو وسیع کرنے اور اس میں امن و امان قائم کرنے کی کوشش کی۔ جو لوگ اس کے مطیع ہوتے گئے۔ بندا سنگھ بہادر ان سے مہربانی سے پیش آتا تھا۔"

خالصہ راج کی خصوصیات کا مختصر سا ذکر کر دینا بھی اس موقع پر مناسب ہوگا۔ مختلف مؤرخوں کی تحریروں کا نچوڑ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ سکھ سلطنت میں جلد ہی امن و امان قائم ہو گیا تھا۔ وجہ یہ تھی۔ کہ خالصہ فوج کے دبدبے کے سامنے لٹیروں اور رہزنوں کی پیش نہ جاتی تھی۔ گورونے حکم جاری کر دیا تھا۔ کہ جو شخص کسی کے مال و اسباب کو لوٹے گا۔ اس کو ہلاک کر دیا جائے گا۔ اس اعلان کا کافی اثر ہوا۔"

۲۔ بندا سنگھ نے گورنمنٹ کے کام کو باقاعدہ آرگنائز کیا۔ جگہ جگہ فوجی چوکیاں بنائیں۔ اور قصبوں اور دیہات میں اپنے افسر مقرر کئے۔ جو لوگوں کی شکایات رفع کرتے تھے۔ اور سختی کرنے والوں کو سزائیں دیتے تھے۔ ایسے فیصلے عام طور پر گوردواروں میں ہوتے تھے۔

۳۔ کسی بھی دھرم کی توہین کرنے کی ممانعت کر دی گئی تھی خصوصاً سکھ دھرم کی مخالفت کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ بندا سنگھ نے جگہ جگہ تھانے بنائے۔ اور لوگوں سے کہا کہ کسی کے خلاف انہیں شکایت ہو۔ تو تھانیداروں کے سامنے بیان کریں۔ پائل کے علاقہ میں رام رائیے سکھوں کے ایک لیڈر نے گورو گوبند سنگھ کے خلاف کچھ کہا۔ بندا سنگھ خود وہاں پہنچا۔ دیوان سجایا۔ اور سکھوں کے مخالف لوگوں کو قصبہ سے نکال دیا۔

۴۔ بندا سنگھ بہادر نے مخلص پور کے قلعہ کو اپنی راجدھانی بنایا۔ پہلے پہلے یہ قرعہ سرہند پر پڑا۔ مگر بعد میں اس خیال سے کہ یہ شہر میدانوں میں ہے۔ ارادہ بدل دیا گیا۔ اور قلعہ مبارک پور کو منتخب کیا گیا۔ مخلص پور کا قلعہ شاہجہان کے زمانہ میں ایک فوجی سردار مخلص خاں نے بنایا تھا۔ یہ قلعہ ریاست ناہن میں واقع ہے۔ اور پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔

۵۔ بندا سنگھ جب سادھو تھا۔ تو مالیر کوٹلہ میں ایک شخص کشن داس بنیا کے ہاں ٹھہرا۔ مگر اب جب وہ خالصہ راج قائم کرکے مالیر کوٹلہ گیا۔ تو کشن داس نے اسے پہچان لیا۔ اور ساہوکاروں سے روپیہ اکٹھا کرکے اس کی خدمت میں پیش کیا۔ بندا سنگھ نے مالیر کوٹلہ کو تباہ نہ کیا۔ اور رائے کوٹ کی طرف بڑھ گیا۔

۶۔ لدھیانہ سے لے کر مالیر کوٹلہ۔ ماچھیواڑہ اور کرنال تک خالصہ راج قائم ہو گیا۔ مخالفت کرنے والا کوئی نہ رہا۔ چند ہی ہفتوں میں مغلوں کی سرکوبی ہو گئی۔ اور لوگ امن و امان کا سانس لینے لگے۔

خالصہ راج کے قائم ہو جانے پر سکھ دھرم میں بھی اضافہ ہوا۔ بیشمار لوگ سکھ بن گئے۔

سکھ راج کا قیام

اگرچہ بڑا اور حقیقی سکھ راج (پنجابی راج) مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں قائم ہوا۔ لیکن بندا سنگھ بہادر نے پنجاب سے مغل سلطنت کی جڑیں اکھیڑ کر جو خالصہ راج اپنے زمانہ میں قائم کیا۔ اُسے پہلا سکھ راج کہا جا سکتا ہے۔ سرہند کا نواب وزیر خاں دہلی کے مغل بادشاہوں کا بہت بڑا باجگذار تھا جس کی حکومت سونی پت سے لے کر انبالہ اور وہاں سے امرتسر تک پھیلی ہوئی تھی لیکن اس کے خاندان۔ اس کی فوج اور اس کے سیاسی اقتدار کے خاتمہ پر اس علاقہ میں سکھ راج قائم ہو گیا تھا جس کا سہرا بندا سنگھ بہادر کے سر رہا۔ اس علاقہ کے لوگوں نے اس جرنیل کا ساتھ دیا۔ کہ اسے ظالم حکمرانوں کا قلع قمع کرنے شری گورو گوبند سنگھ صاحب نے پنجاب میں بھیجا تھا۔ بڑے بڑے زمیندار اور جاگیردار اس کے سامنے جھک گئے تھے۔ خالصہ فوج اتنی طاقتور تھی۔ کہ لوگوں نے سمجھ لیا تھا۔ کہ مغل سلطنت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔

بندا سنگھ بہادر نے اپنی راجدھانی بنائی۔ اور وہاں حکومت کو آرگنائیز کرنے کا کام شروع کیا۔ اس کا اثر و رسوخ اتنا زیادہ ہو گیا تھا کہ ہزاروں مسلمانوں اور ہندوؤں نے سکھ دھرم اختیار کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس سلسلہ میں ایک انگریز مؤرخ جیمز براؤن نے اپنی کتاب "INDIA TRACT" میں لکھا ہے کہ :-

"نہ ہندوؤں نہ مسلمانوں کو اس کے سوائے اپنی حفاظت کا کوئی ذریعہ نظر نہ آیا۔ کہ وہ سکھ دھرم اختیار کر لیں۔ بندا سنگھ بڑے حوصلے اور بلند خیال کا آدمی تھا۔ اس نے اپنی فوج بڑھانے کیلئے وسیع ذرائع اختیار کئے۔"

لیکن یہ ہوا سکھ دھرم کو وسعت دینے کا معاملہ۔ بندا سنگھ بہادر نے اپنی حکومت کو پائدار بنانے کی طرف بھی توجہ دی۔ چونکہ اس کی حکومت پنجاب کے اس علاقہ میں قائم ہوئی۔ جہاں زیادہ تر کسان اور زمیندار رہتے تھے۔ اس نے ان کی حالت کو بہتر بنانے پر زیادہ توجہ دی۔ دور دراز تک اپنے سرکردہ سرداروں کو بھیجا۔ جنہوں نے حکومت کا دائرہ وسیع کر کے امن و امان قائم کیا۔ بڑے بڑے جاگیرداروں کو اپنے ساتھ ملایا۔ ان کی جاگیریں ختم کر کے عام کسانوں پر زمینیں منتقل کر دیں۔ اس سلسلہ میں پروفیسر گنڈا سنگھ نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے۔ کہ :-

"خالصہ سلطنت میں کوئی بھی بندا سنگھ کی مخالفت کرنے والا نہیں رہا۔ علاقہ بھر کے چودہریوں نے اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ بندا سنگھ نے اپنے ساتھی باج سنگھ کو سرہند کا گورنر مقرر کیا۔ جس کے ماتحت جنوب، شمال، مشرق اور مغرب کی طرف فوجی گروہ مہم پر جاتے رہے۔ اور مزید علاقے سکھ سلطنت میں شامل کرتے رہے۔ اس طرح جالندھر

سے کرنال تک سکھ سلطنت کی بنیادیں ڈال دی گئیں :-

"بندا سنگھ نے قانونی حیثیت اختیار کرلی ۔ قلعہ مخلص پور میں اپنی راجدھانی بنائی ۔ اور وہاں حکومت کے مختلف محکموں کے صدر دفاتر قائم کئے ۔ راجدھانی کا نام لوہگڑھ رکھا ۔ تمام علاقوں کے سکھ کے ماتحت جمع ہونے لگے ۔ اس سکھ حکومت کے ماتحت بندا سنگھ نے دوسرے علاقوں پر قبضہ کیا ۔ اور وہاں امن وامان قائم کیا ۔ پھر اپنا سکہ چلایا ۔ جس پر گورو نانک دیو جی کا نام کندہ تھا ۔ یہ نام فارسی لپی میں تھا ۔ اور ان الفاظ میں تھا ۔ ؎

سکّہ زد بر ہر دو عالم تیغِ نانک واہب است
فتح گوبند سنگھ شاہِ شاہاں فضلِ سچا صاحب است

سکہ کے دوسری طرف یہ الفاظ تھے ؎

ضرب بہ امان الدہر مصورات شہر زینت التخت مبارک بخت

اس طرح بندا سنگھ نے اپنے فرمان جاری کرنے کے لئے بھی خاص الفاظ مقرر کئے ۔ اور ایک سرکاری مُہر جاری کی ۔ جسے وہ اپنے حکمناموں پر ثبت کیا کرتا تھا ۔ اس مہر کے الفاظ یہ تھے ؎

دیگ و تیغ و فتح و نصرت بے درنگ
یافت از نانک گورو گوبند سنگھ

لیکن بندا سنگھ بہادر کی حکومت کی بنیادی اصلاح کی تھی ۔ اس نے اپنے علاقہ میں زمینداری اور جاگیرداری کا خاتمہ کرکے زمینیں عام کسانوں میں بانٹ دیں ۔ آج کل پنجاب میں جو کسان ہیں ۔ وہ بندا سنگھ بہادر کے وقت کی تقسیم زمین کے وقت سے ہیں ۔

ختم شد

فتوحات

بندہ سنگھ بہادر

حصہ دوم

پبلشرز:- بھائی جواہر سنگھ کرپال سنگھ تاجران کتب بازار مائی سیواں امرتسر

بندہ سنگھ بہادر کی مزید فتوحات

جیسا کہ بیشتر ازیں بتایا جا چکا ہے۔ بندہ سنگھ بہادر نے سرہند کو فتح کر کے خالصہ راج کے پرچم لہرا دیئے۔ پہلے اُس شیر نر نے اس شہر کو راجدھانی بنانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن جنگی نقطہ نگاہ سے اسکو غیر واجب سمجھ کر مخلص پور کو جا راجدھانی بنایا۔ اور اُس جگہ کے قلعہ کا نام لوہ گڑھ رکھ دیا۔ قلعہ کے نام پر راجدھانی کا نام بھی مخلص پور ہی مشہور ہوا اور وہاں بیٹھ کر بندہ سنگھ بہادر نے نظام حکومت کو چلانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ حکومت کو مستحکم کرنے کے لئے مزید فتوحات کا سلسلہ بھی جاری رکھا جس کا ذکر ہم یہاں کریں گے :

نانک چند ناز جالندھر

سہارنپور کی فتح

سرہند کی عظیم فتح کے بعد بندہ سنگھ بہادر نے اپنے سرداروں کے ساتھ صلاح کی کہ اب کیا کرنا چاہیئے اس صلاح مشورہ سے پہلے یہ فیصلہ ہُوا کہ ماجھا اور دوآبہ کی طرف کُوچ کر دیا جاوے - لیکن بعد میں یہ فیصلہ بدل کر یہ طے پایا کہ دریائے جمنا کے مشرق کی طرف کے علاقہ کو فتح کر کے سکھ سلطنت کا حصّہ بنا لیا جاوے فیصلہ میں اس تبدیلی کی وجہ یہ تھی کہ اس علاقہ کے مُسلمان حُکام اور زمیندار ہندو رعایا پر بہت ظُلم کرتے تھے اور ہندو فریادیں لے کر لوہ گڑھ پہنچ رہے تھے -

بندہ سنگھ بہادر نے اپنی فوج کو کُوچ کا حکم دے دیا - اُس نے کہا کہ ایسا زور کا حملہ کیا جاوے گا کہ دہلی تک کا سارا علاقہ خالصہ راج کے جھنڈے کے نیچے آجاوے گا - خالصہ فوج آگے بڑھنے لگی اور سہارن پُور کے مقام پر پہنچ گئی - وہاں کا حاکم حمید خاں اپنی ہندو رعایا پر بہت ظُلم کرتا تھا - اسکو سزا دینے کے لئے بندہ سنگھ بہادر نے شہر کو محاصرہ میں لے لیا - حمید خاں نے سیدھی طرح اطاعت نہ مان کر لڑائی کا فیصلہ کیا - اُسکی فوج خالصہ فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے شہر سے باہر نکل آئی - ایک گھمسان کا یدھ ہُوا - اور مُسلمان فوج ہار کر میدان سے بھاگ گئی -

بندہ سنگھ بہادر کے حُکم سے سکھ فوج شہر میں داخل ہو گئی اور اُس نے حمید خاں کو گرفتار کر کے اُسکے سامنے لا کھڑا کیا - بابا بندہ سنگھ بہادر نے اپنے سرداروں کی صلاح سے فیصلہ کیا کہ شہر کے ہندوؤں کو بُلا کر پُوچھا جاوے کہ وہ اس کو کیا سزا دینا چاہتے ہیں - چنانچہ ہندوؤں کو بُلایا گیا - اُن کے سامنے حمید خاں نے معافی مانگ لی - اُس نے کہا کہ آئندہ ہندوؤں سے کوئی زیادتی نہیں ہوگی - اُس نے اُن تمام ہندو ملازمین کو اُسی وقت بحال کر دیا کہ جن کو محض ہندو ہونے کی وجہ سے نوکری سے علیحدہ کیا گیا تھا -

حمید خاں نے بطور ہرجانہ ایک بڑی رقم بندہ سنگھ بہادر کو دی اور اقرار کیا کہ

آئندہ وہ دہلی کا نہیں لوہ گڑھ کا وفادار رہے گا۔

حمید خاں نے بندہ سنگھ بہادر کو کہا کہ اگر وہ حکم کریں تو وہ اسلام چھوڑ کر سکھ بننے کے لئے بھی راضی ہے۔ لیکن بندہ سنگھ بہادر نے کہا کہ اگر ہم تلوار کے زور سے دوسرے مذہب کے لوگوں کو سکھ بنائیں تو پھر ہم میں اور مغل حکمرانوں میں فرق ہی کیا رہ گیا۔ ہماری لڑائی تو دھرم کی حفاظت کے لئے ہی ہے۔ ہم کسی کا دھرم زبردستی کیوں چھینیں گے؟

یہ ٹھیک ہے کہ بندہ سنگھ بہادر کے زمانہ میں صرف ہندو ہی نہیں بہت سے مسلمان بھی سکھ بنے لیکن زور زبر سے کسی ایک کو بھی سکھ نہیں بنایا گیا۔ بلکہ وہ تمام اپنی خواہش اور شردھا کی وجہ سے سکھی میں آئے۔

سہارنپور سے بندہ سنگھ بہادر نے جلال آباد کا رخ کیا۔ لیکن راستہ میں بہٹا نام کے قصبہ میں زمینداروں کی غلامی اور ظلم سے اُن کے ہندو مزارعہ کو بھی نجات دلائی اور لوٹ کھسوٹ سے اکٹھا کیا ہوا اُن کا خزانہ نکال کر تمام ہندو رعایا میں تقسیم کر دیا۔ یہ زمیندار پیرزادے کہلاتے تھے اُن کی عورتوں کی درخواست پر اُن کی جانیں بخش دی گئیں۔

جلال آباد پر حملہ

جلال آباد ایک جلال الدین نام کے پٹھان نے آباد کیا ہوا تھا اور وہی اُس پر حکومت کرتا تھا۔ اس کے خلاف بندہ سنگھ بہادر کو لوہ گڑھ میں ہی شکایات پہنچی تھیں کہ وہ اپنی ہندو رعایا کو بہت بُری طرح پریشان کر رہا ہے۔ سہارنپور کی فتح کے بعد بابا بندہ سنگھ بہادر نے اُس طرف کو کوچ کرنے سے پہلے ایک سکھ کو ایلچی بنا کر جلال آباد بھیجا تا کہ وہ نواب جلال الدین کو اطاعت قبول کرنے کا مشورہ دے۔ اور بتائے کہ اگر اُس نے اطاعت قبول کر کے نذرانہ ادا نہ کیا تو خالصہ فوج حملہ کر دے گی۔

بندہ سنگھ بہادر کے سکھ ایلچی نے جب نواب جلال الدین کو اُس کا پیغام دیا تو حکومت کے غرور کیوجہ سے اُس نے بہت نامناسب بات کی۔ یہ کہ اس ایلچی کا مُنہ کالا کر کے اُسکو گدھے پر بٹھا کر اُس کا جلوس نکالا اور جلوس کی شکل میں ہی شہر سے باہر کر دیا۔ اس نے کہا کہ میں تجھے مار دیتا لیکن اس لئے نہیں مارا کہ تم اپنے سردار کو بتا سکو کہ میں کون ہوں اور اسکا مُنہ توڑنے کے لئے کتنی طاقت رکھتا ہوں۔ اس طرح کی بہت سی نامناسب باتیں نواب جلال الدین نے اُسکو کہیں جو اُس نے تمام آکر بندہ سنگھ بہادر کو ٹھیک ٹھیک بتا دیں۔

سُنکر بندہ سنگھ بہادر غصہ سے لال ہو گیا اور اُس نے خالصہ فوج کو فوراً جلال آباد کی طرف بڑھ کر حملہ ور ہونے کا حکم دے دیا۔ جلال الدین نے جہاد کا جھنڈا کھڑا کر کے اِرد گرد کے مُسلمانوں کو بھی اکٹھا کر لیا اور اُس کے پاس اپنی فوج بھی کافی تھی۔ بہت زبردست طاقت جمع کر کے وہ خالصہ فوج سے جنگ کرنے کے لئے میدان میں آیا۔ گھمسان کا یُدھ ہُوا۔ اِس یُدھ میں چھوٹی توپوں اور بندوقوں کا بھی استعمال ہُوا۔ تلوار بھی خوب چلی اور سنگھوں نے تیروں کا استعمال بھی کیا۔ سنگھوں کی طاقت اور بہادری دیکھ کر غازیوں کی ساری شیخی کِرکِری ہو گئی۔ پہلے دن کی لڑائی میں ہی جب جلال الدین کے بیشمار آدمی مارے گئے تو دُوسرے دن اُسکو میدانِ جنگ میں آنے کا حوصلہ ہی نہیں پڑا اور وُہ قلعہ میں بند ہو کر بیٹھ گیا۔

قلعہ بہت مضبوط تھا اور اُس کے چاروں طرف نہریں بنا کر پانی چھوڑا ہُوا تھا جسکی وجہ سے قلعہ پر آگے بڑھ کر حملہ کرنا ناممکن تھا۔ یہ دیکھ کر بندہ سنگھ بہادر نے قلعہ کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا خالصہ فوج قلعہ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے کر بیٹھ گئی اور بیس دن بیٹھی رہی۔ مُسلمانوں کو قلعہ سے باہر آ کر مقابلہ کرنے کا حوصلہ نہ ہُوا اور سکھ قلعے میں داخل نہ ہو سکے۔

اس دوران میں حالات اس طرح کے پیدا ہو گئے کہ جو سکھوں کے لئے حوصلہ شکن تھے۔ جلال آباد کی لڑائی کی خبر سُنکر دہلی اور سہارنپور کے علاقوں سے مسلمان فوج آنی شروع ہو گئی۔ دُوسری طرف سے سکھوں کو کسی کمک کے پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جب بندہ سنگھ بہادر نے دُشمن کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھا تو مناسب سمجھا کہ محاصرہ اُٹھا لیا جاوے اور جلال آباد کو فتح کرنے کے لئے کسی دُوسرے مناسب موقع کا انتظار کیا جاوے۔ چنانچہ محاصرہ اُٹھا کر سکھ فوج لوہ گڑھ میں واپس آ گئی ۔

کرنال کی فتح

بابا بندہ سنگھ بہادر نے جلال آباد کا محاصرہ اُٹھانے کے بعد لوہ گڑھ واپس آنیسے پہلے کرنال کو فتح کرلیا۔ وہاں کا فوجدار اور اسکے ساتھی اِتنا حوصلہ ہی نہ کرسکے کہ وُہ مقابلہ کریں۔ بابا بندہ سنگھ اور سردار رام سنگھ کو کرنال کے حاکم مقرر کیا گیا۔

جلال آباد کے حملہ سے پہلے اور بعد بابا بندہ سنگھ بہادر نے انبیٹا نانوتا وغیرہ بھی فتح کر لئے۔ نانوتا میں اُن کو وہاں کے حاکم شیخ محمد افضل نے سخت مقابلہ کیا اور اپنے تین سو ساتھیوں کیساتھ کٹ مرے۔ خالصہ فوج کے ہاتھ لُوٹ کا بہت مال آیا اور سارا نانوتا تباہ ہوگیا۔ جس کی وجہ سے اُس کا نام پھوٹا شہر پڑ گیا۔ اِس طرح بابا بندہ سنگھ کی کمان میں سکھ فوج نے چاہے جلال آباد فتح نہ کیا لیکن دُوسرے علاقے اِتنے فتح کر لئے کہ بابا بندہ سنگھ بہادر کی دھاک دہلی تک پہنچ گئی اور ایسا معلُوم ہونے لگا کہ اگر حالت اس طرح کی ہی رہی تو سکھ جلد ہی مُغل حکومت کا خاتمہ کرکے تمام مُلک میں اپنا قبضہ جمالیں گے۔ یہ بات ٹھیک بھی تھی کیونکہ اس وقت تک ایک وسیع علاقہ پر سکھوں کا قبضہ ہوچکا تھا۔ یہ علاقہ پانی پت سے لیکر پہاڑوں کے راستہ پٹھانکوٹ تک پھیلا ہُوا تھا۔ اور لاہور کے لئے زبردست خطرہ محسُوس کیا جانے لگا تھا۔ تمام مُغل حکام اس صُورتِ حال کو دیکھ کر پریشان ہوگئے اور بادشاہ بہادر خاں کو چٹھیاں لکھ کر خبردار کیا جانے لگا۔ لاہور کے حاکم اسلم خاں نے بادشاہ کو مدد کے لئے لکھا۔ صُوبہ دہلی کے صُوبیدار اسد خاں نے بھی بادشاہ کو صُورتِ حال سے آگاہ کردیا۔ اِس دوران میں بندہ سنگھ بہادر اپنی قائم کردہ سکھ سلطنت کو مضبُوط کرنے میں لگا ہُوا تھا۔

سِکھ ماجھے اور دوآبہ میں اُٹھ کھڑے ہوئے

بابا بندہ سنگھ بہادر کی ان فتوحات کی خبریں جب ماجھا اور دوآبہ میں پہنچیں تو وہاں بھی گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کے سِکھوں کا حوصلہ بڑھا اور مُغل راج کو ختم کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سرہند کی فتح کی خبر سے سِکھوں کو سب جگہ اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ وُہ ہمّت کر کے آگے بڑھیں تو خالصہ راج سارے پنجاب میں قائم ہو سکتا ہے۔ مالوہ کے بعد سِکھ ماجھا میں اُٹھے۔ اُنہوں نے امرتسر میں جمع ہو کر آپسی صلاح مشورہ کیا اور ہتھیار اکٹھے کر کے میدانِ عمل میں کُود پڑے۔ اُن کے حوصلے اِتنے بڑھ گئے کہ وُہ اپنے آپ کو آزاد حُکمران سمجھنے لگے اور اُنہوں نے حکُومت کی بُنیادیں رکھنی شروع کر دیں۔ اُن کا جتھّہ دیہاتوں میں چکّر کاٹنے لگا۔ وہ چودھریوں سے نذرانے وصُول کرتا اور اُن کو خالصہ راج کا وفادار رہنے کی تاکید کرتا ہُوا آگے نِکل جاتا۔

بٹالہ لوٹ آیا

امرتسر سے مختلف دیہاتوں کا چکّر کاٹتے ہوئے سِنگھ بٹالہ پہنچے۔ یہ اُس وقت ایک بہت امیر اور خوشحال شہر تھا اور سِکھوں کو اس وقت روپیہ کی سخت ضرُورت تھی۔ اِسی لئے وُہ اس شہر پر حملہ ور ہوئے۔ اُن کی تعداد اسوقت آٹھ ہزار کے قریب تھی۔ بٹالہ کے حُکّام فوج لے کر مقابلہ کے لئے آئے لیکن سِکھوں کے اِس طُوفان کے آگے اُنہوں نے کیا ٹھہرنا تھا۔ سِکھوں نے خوب ہاتھ رنگے اور آگے بڑھ کر کلانور کو جا لُوٹا۔ کلانور کی اُن دِنوں بڑی شہرت اور عظمت تھی۔ اکبر بادشاہ اسی جگہ راج گدّی پر بیٹھا تھا۔ اِس لئے مُغل حکُومت کے لئے اس جگہ کی بڑی خاص پوزیشن تھی اور بہت مالدار مُغل وہاں آباد تھے۔ سِکھوں نے اُن تمام کو لُوٹ کر دولت حاصل کی اور کاہنووان کے چھنبھ میں جا کر ڈیرے ڈال دیئے۔ وہاں ڈیرہ قائم کر کے سِکھوں نے دُور دُور تک چھاپے مارنے شروع کر دیئے۔ اُن کے حوصلے یہاں

تک بڑھے کہ وُہ لاہور تک پہنچنے شروع ہو گئے۔ دیہاتوں سے مُسلمانوں نے سکھوں کے ڈر کی وجہ سے ہجرت کر کے لاہور پہنچنا شروع کر دیا۔

جہاد کا حیدری جھنڈا

لاہور کا صُوبیدار اسلم خاں بڑا ہی کمزور اور بزدل تھا۔ سکھوں کی اس چڑھت کو دیکھ کر وُہ بہت بُری طرح پریشان ہو گیا۔ اُسمیں اِتنا حوصلہ نہیں تھا کہ باہر نکل کر سکھوں کے مقابلہ کے لئے آتا۔ وُہ ایک پیرزادہ تھا اور قلعہ کے اندر بیٹھ کر دعائیں کرتا تھا کہ خداوند اس مصیبت کو ٹال دے آخر لاہور اور اِردگرد کے مولوی۔ قاضی اور مولانوں نے جمع ہو کر صُورتِ حالات کا جائزہ لیا۔ دیہاتوں سے بھاگ کر آئے ہوئے چودھری بھی موجُود تھے۔ سکھوں کیخلاف جہاد کا حیدری جھنڈا کھڑا کر کے اُن کا صفایا کرنے کا فیصلہ کر دیا گیا۔ اور صُوبیدار اسلم خاں سے مطالبہ کیا گیا کہ وُہ اس جہاد میں اپنی سرکار کی طرف سے پُوری فوجی اور مالی مدد دیں۔

اِس طرح سرکاری اور غیر سرکاری مُسلمانوں کی طرف سے مولانوں کی رہنمائی میں جہاد کا جھنڈا کھڑا ہو گیا۔ مولانوں نے دہلی دروازہ کے باہر عیدگاہ میں جہاد کا حیدری جھنڈا کھڑا کر دیا اور اِسلام کے نام پر سکھوں کا نام و نشان مٹانے کے لئے اِشتعال انگیز تقریریں ہونے لگیں۔ مُسلمان ہزاروں کی تعداد میں اس حیدری جھنڈے کے نیچے جمع ہونے لگے۔ شہادت کے گانے ہاتھوں کو باندھے گئے۔ ہندُو اور مُسلمان امیروں سے چندہ لے کر اس جہاد کے خرچ کے لئے بہت سی دولت اکھٹی کر لی گئی۔ صُوبیدار اسلم خاں نے ان غازیوں کی مدد کے لئے مہر آتا اللہ خاں کی کمان میں ۵۰۰ سوار اور ۱۰۰۰ پیدل فوج دی۔ اس طرح سکھوں کو نیست و نابُود کرنے کے لئے جہاد کا ایک زبردست طُوفان اُٹھ کھڑا ہُوا۔

سکھوں نے اس جہاد کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو چار جتھوں میں تقسیم کر لیا۔ ان میں سے ایک جتھہ دریائے راوی کے کنارے موضع بھرت میں ایک حویلی میں ٹھہرا ہُوا تھا۔ تاریخ دانوں نے اس حویلی کو قلعہ بھگونت رائے کا نام دیا ہے۔ کیونکہ اُس کے مالک کا یہی نام تھا جہاد کا حیدری جھنڈا اُٹھائے ہوئے ہزارہا غازیوں نے "یا علی یا علی" کے نعرے بلند کرتے ہوئے

مذکورہ بالا حویلی کو محاصرہ میں لے لیا۔

سکھوں کا جتھہ اُن غازیوں کے استقبال کے لئے پہلے ہی تیار ہو چکا تھا۔ اُس نے اُوپر بُرج تیار کر کے مورچہ بندی کر رکھی تھی۔ بندوقیں اور تیر کمان لے کر سکھ دُشمن کا انتظار کر رہے تھے۔ جب وُہ اُن کی مار کے نیچے آیا تو اُنہوں نے آگ برسانی شروع کر دی۔ اُن کی گولیوں اور تیروں سے غازیوں کی نعش پر نعش چڑھنے لگی۔ لیکن غازی مذہبی جنُون میں بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ اُن کا زور بڑھتا ہُوا نظر آنے لگا۔ اِس پر اندر بیٹھے سکھ جتھیداروں نے مشورہ کیا اور رات کا انتظار کرنے لگے۔ اندھیرا ہوتے ہی وُہ اچانک حویلی سے نکلے اور دُشمن کو تہِ تیغ کرتے ہوئے نکل گئے۔ غازیوں میں کھلبلی مچ گئی اور آپس میں ہی لڑنے لگ پڑے۔ اُن کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ سکھ اِس طرح بچ کر نکل گئے ہیں۔ صبح اُنہوں نے جب حویلی کو خالی دیکھا تو بہت پریشان ہو گئے۔ اور گاؤں کے ہندوؤں کو لُوٹتے اور مارتے ہوئے واپس لاہور چلے گئے۔ اِس طرح سکھوں اور مسلمانوں میں ایک عوامی جنگ شروع ہو گئی۔ جہاد کا حیدری جھنڈا لہراتا رہا اور لڑائیاں لڑی جاتی رہیں۔

آخر کوٹلہ بیگم کے مقام پر سکھوں نے اِن جہادی غازیوں کو فیصلہ کُن شکست دے کر لاہور کی طرف بھگا دیا۔ اُنہوں نے لاہور شالا مار باغ کے پاس ڈیرہ ڈال لیا۔ لیکن سکھ وہاں بھی اُن پر چھاپے مارنے کے لئے پہنچنے لگے۔ اور اُن کو گاجر مُولی کی طرح کاٹ کر بخیریت واپس اپنے اڈّوں پر آجاتے۔ بڑے بڑے غازی لیڈر مارے گئے اور باقی تمام مُنتشر ہو گئے۔ سکھوں کا حوصلہ بہت بڑھ گیا اور اُنہوں نے آگے بڑھ کر لاہور کی مُتعدد نواحی بستیاں لُوٹ لیں۔ کسی کو بھی پھر اُن کے مقابلہ پر آنے کا حوصلہ نہیں پڑا۔ یہ سب کچھ اسوقت ہو رہا تھا جب بندہ سنگھ بہادر جلال آباد کا محاصرہ کئے بیٹھا تھا۔

دوآبہ میں بھی

مالوہ اور ماجھہ میں سکھوں کو سرگرم دیکھ کر دوآبہ میں بھی سکھ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُنہوں نے اکٹھا ہو کر اپنا ایک دل بنایا اور راہوں پر حملہ کر دیا۔ راہوں کا زمیندار عنائت خاں بہت امیر بھی تھا اور ظالم بھی تھا۔ سکھوں نے اُس کی تمام دولت لُوٹ لی۔ اِس کے بعد اُنہوں نے

دوآبہ کے اور مقاموں میں لوٹ مار کی۔ اسوقت جالندھر کا فوجدار سُلطان پُور رہتا تھا۔ اُس کا نام شمس خاں تھا۔ سِکھوں نے جب راہوں پر قبضہ کرلیا تو اُسکو بھی الٹی میٹم دے دیا۔ ایک ایلچی کے ذریعہ اسکو کہا گیا کہ اطاعت قبُول کرو۔ ہندو سِکھ قیدی رہا کرو اور خزانہ لیکر خالصہ جی کی خدمت میں حاضر ہو اور دارو بارُود اور ہتھیار بھی ہمارے حوالہ کردو۔

شمس خاں بڑا ہوشیار سیاستدان تھا۔ جب اسکو یہ الٹی میٹم مِلا تو وُہ سوچنے لگا کہ اسکو کیا کرنا چاہیئے۔ سوچ سمجھ کر اُس نے ایک چال چلنے کا فیصلہ کیا۔ پیغام لیکر آنے سِکھوں کو اُس نے کہا کہ مَیں ہر طرح تابعدار ہُوں۔ جس طرح کہو گے اسی طرح ہوگا۔ انہوں نے سِکھوں کو ٹھہرا کر اپنے ساتھیوں کو بُلا کر صلاح مشورہ کیا۔ لبعد میں اُس نے سِکھوں کو کہا کہ آپکی شرائط مجھے منظور ہیں۔ یہاں بہت ساجنگی سامان ہے۔ اسمیں سے کچھ آپ ساتھ ہی لے جاؤ۔ باقی سامان اور نذرانہ کے لئے روپیہ کا بندوبست کرکے مَیں خُود حاضر ہوتا ہُوں۔

بیل گاڑیوں میں بھرا ہُوا یہ سامان جب راہوں پہنچا تو سِکھوں کو بہت خوشی ہُوئی۔ فوجدار جالندھر کی طرف سے اطاعت قبُول کرنی کوئی معمُولی بات نہیں تھی۔ وُہ بے فِکر ہو کر خوشیاں منانے لگے۔ لیکن ہوشیار شمس خاں نے اِس طرح تیاری کے لئے وقت حاصل کرلیا۔ اس نے بھی جہاد کا جھنڈا کھڑا کرکے ایک لاکھ غازی جمع کرلئے۔ علاوہ ازیں اُس کے پاس پانچ ہزار سوار اور ۳۰ ہزار پیدل فوج بھی تھی۔ یہ فوج اور غازی لیکر اُس نے راہوں میں سِکھوں پر حملہ کردیا۔

دوسری طرف سِکھوں کو بھی اس بدنیتی کی بروقت اطلاع مِل گئی اور اُنہوں نے بھی مقابلہ کے لئے تیاریاں کرلیں۔ دُشمن کے زد میں آتے ہی اُنہوں نے اپنے مورچوں سے گولیوں اور تیروں کی بوچھاڑ شروع کردی۔ گھمسان کا یُدھ ہُوا۔ بیشمار غازی موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔ آخرکار مارتے مارتے تھک کر سِنگھوں نے قلعہ میں آکر دروازے بند کرلئے۔ اور شمس خاں محاصرہ کرکے بیٹھ گیا۔ کچھ دِن وُہ بے کار بیٹھا رہا۔ پھر ایک دِن ۱۱ راکتوبر سنہ ۱۷۱۰ء کو سِکھوں نے اچانک گورمتا کرکے قلعہ کا دروازہ کھولا اور دُشمن کو گاجر مُولی کی طرح کاٹتے ہوئے صاف بچکر نِکل گئے۔ شمس خاں فتح کے نگارے بجاتا ہُوا واپس سُلطان پور چلا گیا۔ لیکن اس کے جاتے

کے فوراً بعد ایک ہزار سکھوں کے ایک مضبوط جتھے نے پھر حملہ کر کے فوجدار کی فوج کو مار بھگایا اور قلعے پر قبضہ کر لیا۔

جالندھر پر قبضہ

دوآبہ میں سکھوں کے آگے بڑھے قدم پھر پیچھے نہیں ہٹے۔ راہوں کو سنبھالنے کے بعد وہ جالندھر کی طرف بڑھے۔ وہاں کے پٹھان حاکم ڈرتے ہوئے بھاگ گئے اور اس طرح یہ شہر بھی بغیر کسی لڑائی کے سکھوں کے قبضہ میں آ گیا۔ جالندھر کے بعد سکھوں نے پھگواڑہ اور ہوشیارپور کی طرف رُخ کیا۔ اور ان شہروں کو بھی اپنے راج میں شامل کر لیا۔

پہاڑ کی طرف

دوآبہ کے میدانی علاقہ میں پاؤں جمانے کے بعد سکھوں نے پہاڑوں کی طرف پیشقدمی کی۔ اسکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ پہاڑی ریاستوں کے راجے سری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کیساتھ لڑتے رہے تھے اور سکھ اُن سے بدلہ لینا ضروری سمجھتے تھے۔ اسلئے یہ موقع ہی ٹھیک سمجھا گیا۔ راجہ بلاسپور کو الٹی میٹم بھیج دیا گیا کہ اطاعت قبول کر دیا لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔

راجہ بلاسپور بھیم چند نے لڑائی کے راستہ کا انتخاب کیا۔ اس نے دُوسرے پہاڑی راجے اور جاگیردار اکٹھے کر کے قلعہ میں جنگ کا سارا سامان اور بھاری فوج اکٹھی کر لی اور شراب پلا کر سات ہاتھیوں کو قلعہ کے باہر پہرہ کے لئے کھڑا کر دیا گیا۔

سکھوں نے ایسی ناموافق حالت میں حملہ کیا۔ اُن کی کمان سردار کہر سنگھ، سردار رنجیت سنگھ رنجودھ سنگھ، بجر سنگھ اور باگڑ سنگھ کے ہاتھ میں تھی۔ حملہ اتنا زوردار کیا گیا کہ سات کے سات ہاتھی ہی مار دیئے گئے اور سنگھ جوان قلعہ کا دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو گئے۔ اور دُشمن کے ہزارہا آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر قبضہ کر لیا۔

اس بلاسپور کی فتح کا نتیجہ یہ ہُوا کہ باقی کے تمام پہاڑی راجوں نے اطاعت قبول کر لی۔ نذرانے دیئے اور ہمیشہ کے لئے وفادار رہنے کے حلف لے لئے۔

دوآبہ کے بہادر سنگھوں نے اتنے بڑے علاقہ پر ٹھیک اسوقت قبضہ کر لیا کہ جب مالوہ میں بندہ سنگھ بہادر خالصہ راج کا پرچم لہرا کر اپنا سکہ چلا چکا تھا۔ اور ماجھا میں سکھ

لاہور کے اِرد گرد ایک وسیع علاقہ کو اپنی حکمرانی میں لے کر لاہور پر حملے شروع کر رہے ہیں۔
اِتنی چڑھدی کلا سِکھوں نے یہ پہلی دفعہ دیکھی۔ اُن کا رعب ہر طرف چھا گیا اور ان کی تعداد حیرت انگیز طور پر بڑھنے لگی۔ ہزار ہا ہندوؤں اور مُسلمانوں نے امرت چھک کر سکھ دھرم قبول کر لیا۔ سب نے ایسا شردھا سے کیا۔ کسی پر بھی اِس کے لئے زور وزبر نہیں کیا گیا۔ بابا بندہ سنگھ بہادر سمجھتے تھے کہ تلوار کے زور سے کسی کا ایمان اور دھرم بدلنا ایک گُناہِ عظیم ہے۔ اِس لئے اُنہوں نے جہاں کہیں تھوڑا سا بھی جبر سمجھا، وہاں ہی سِکھ بنانے سے اِنکار کر دیا۔ کِتنے ہی مُسلمان حاکم ہارنے کے بعد سِکھ دھرم میں آنے کی درخواست کرتے تھے لیکن بندہ سنگھ بہادر نے اُس حالت میں ان کو سِکھی میں لینے سے ہمیشہ اِنکار کیا۔ اِس وجہ سے بھی ہندوؤں اور مُسلمانوں کے لئے سِکھ دھرم خاص کشش بن گیا تھا۔

دھلی کے مُغل سامراج کا حملہ

جس وقت پنجاب میں سِکھوں کا اِس طرح بول بالا اور مغل سلطنت کا دیوالہ ہو رہا تھا۔ مُغل شہنشاہ بہادر شاہ دکن کی لڑائیوں میں اُلجھا ہوا تھا۔ وہاں وہ اپنے بھائی کی بغاوت کو دبانے کے لئے گیا تھا۔ دُور دراز ہونے کی وجہ سے وہ وہاں پنجاب کی اِس حالت سے زیادہ تر بے خبر ہی رہا۔ دکن سے واپسی کے بعد اُس نے اجمیر میں کیمپ لگایا۔ شاہی ڈائری سے پتہ چلتا ہے کہ اجمیر میں ہی اس کو 3 مئی ۱۹۱۰ء کو یہ اِطلاع مِلی کہ پنجاب میں سِکھ چھائے جا رہے ہیں۔ اور یہ عظیم صُوبہ مُغل سلطنت کے ہاتھ سے نِکل رہا ہے۔ سرہند کی تباہی اور بربادی کی ساری داستان سُن کر بہادر شاہ غُصّہ سے کانپنے لگا۔ پنجاب سے اُس نے اعلیٰ حُکّام اور دُوسرے سرکردہ اصحاب کو بُلا کر رپورٹ طلب کی اور پوری پوری واقفی حاصل کر لی۔ دکن سے واپسی کے وقت بادشاہ کا پروگرام کچھ دُوسرا تھا۔ وہ کچھ وقت کے لئے آرام کرنا چاہتا تھا اور پھر راجپوتوں کی سرکوبی کے لئے نِکلنا چاہتا تھا لیکن پنجاب کی ان خبروں نے اسکی

نیند حرام کردی - اس نے فیصلہ کر لیا کہ وُہ خُود فوج لے کر پنجاب جاویگا اور سِکھوں کو نیست و نابُود کرکے ہی واپس آئے گا - اس نے پنجاب سے آئے حُکّام کو جھاڑ ڈالی کہ اُنہوں نے حالت کو اپنی بُزدلی کی وجہ سے بِگاڑ دیا ہے - بادشاہ نے 22 جُون ۱۷۱۵ء کو صُوبیدار دہلی آصف دولا کے نام حُکم جاری کیا کہ سِکھوں پر زور آ چڑھائی کرے - اِسی طرح دُوسرے صُوبیداروں اور فوجداروں کے نام بھی اِس جہاد میں شامل ہو کر لڑنے کے حُکم صادر کئے گئے - احکام کی فوراً تعمیل شروع ہو گئی اور 27 جُون ۱۷۱۵ء کو بادشاہ نے بھی پنجاب کی طرف کُوچ کر دیا - وزیر خاں کی جگہ جو کہ بندہ سنگھ بہادر کے ہاتھوں قتل ہو چُکا تھا بادشاہ نے نیا صُوبیدار بھی مقرر کر دیا - اِس لڑائی کی رہنمائی بادشاہ خُود کرنا چاہتا تھا -

بادشاہی فوج نے دہلی سے کُوچ کیا اور ۱۷ راگست ۱۷۱۵ء کو پراگ پُور کے مقام پر جا چھاؤنی ڈالی - وہاں فوج کے ہراول دستوں کو فیروز خاں میواتی کی کمان میں آگے بڑھنے کا حُکم دیا گیا اور اسکی مدد کے لئے دو سرے دو مُسلمان فوجی سرداروں کی ڈیوٹیاں لگا دی گئیں - ہراول دستے آگے بڑھتے ہوئے اُن تمام علاقوں پر قبضہ کرتے جا رہے تھے کہ جنکو فتح کر کے بندہ سنگھ بہادر راج میں شامل کر چکا تھا -

پہلی لڑائی

مُغل سامراج کی فوج اور سِکھوں میں پہلی لڑائی امین گڑھ کے نزدیک ایک جنگل میں ہُوئی - شاہی فوج کی آمد کی خبر سُنکر سکھ مقابلہ کے لئے وہاں جنگل کی اوٹ لیکر بیٹھے ہوئے تھے - 26 راکتوبر ۱۷۱۵ء کو جب دُشمن اِن سُورماؤں کی زد میں آیا تو اُنہوں نے اسکو گولیوں اور تیروں سے بھُوننا شروع کر دیا - اچانک ہوئے اِس حملہ سے مُغل فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وُہ بھاگ کھڑی ہوئی - لیکن بعد میں جب فیروز خاں میواتی کی کمان میں مُغل فوج نے بڑا حملہ کیا تو سِکھ گھمسان کی لڑائی کرنے کے بعد وہاں سے پیچھے ہٹ گئے - یہ میواتی سردار کی فتح عظیم سمجھی گئی اور اِنعام کے طور پر اسکو سرہند کی صُوبیداری مِل گئی -

سرہند بھی گیا

اِس کے بعد مُغل فوج نے سرہند پر حملہ کیا - اِس کے وہاں پہنچنے کے

پہلے ہی جالندھر کا فوجدار سرہند کے قلعہ پر قبضہ کر بیٹھا تھا۔ لیکن میواتی سردار نے اس پر احکام کی نافرمانی کا الزام لگا کر فوجداری سے علیحدہ کرا دیا۔ اسکو یہ منظور نہیں تھا کہ سرہند کی فتح کا سہرہ وہ لے جاوے۔ اس نے یہ کریڈٹ بھی بادشاہ کی حضوری سے خود حاصل کیا۔ سرہند بابا بندا سنگھ بہادر کے قبضہ سے نکل گیا۔ ۵۰۰ سکھوں کو قتل کر کے شمس خاں ان کے سر لے گیا تھا۔ جو دسمبر ۱۷۱۰ء میں بادشاہ کے سڈور سے پہنچے پر نیزوں پر ٹانک کر اس کے پیش کئے گئے لیکن اس کا انعام اسکو میواتی سردار نے فوجداری سے علیحدہ کرا کے دیا۔ اور اسکی جگہ اپنے آدمی عیسیٰ خاں کو جالندھر کا فوجدار بنوا دیا۔ تاکہ سرہند پر بطور صوبیدار حکومت کرنے کے لئے اس کے ہاتھ مضبوط ہو جاویں۔

لوہ گڑھ کا محاصرہ

سرہند کے بعد سڈورا بھی سکھوں کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ انہوں نے مقابلہ خوب کیا لیکن جرار شاہی لشکر کے سامنے ان کی کوئی پیش نہیں گئی۔ اور وہ شہر خالی کر کے لوہ گڑھ کی طرف پسپا ہو گئے۔ شاہی فوج نے وہاں پر چھاؤنی ڈال لی۔ اور آگے بڑھ کر بابا بندہ سنگھ بہادر کی راجدھانی اور قلعہ لوہ گڑھ کا محاصرہ کر لیا۔ بادشاہ اسوقت شاہی فوج کی کمان خود کر رہا تھا۔ فوج کی نفری اسوقت ۶۰-۷۰ ہزار تھی۔ لیکن بادشاہ کو اتنا حوصلہ نہیں پڑتا تھا کہ وہ آگے بڑھ کر حملہ کا حکم دے۔ محاصرہ کرنے کے بعد بادشاہ کا خیال تھا کہ سکھ مقابلہ کے لئے باہر نکلیں گے تو انہوں کو کچل دیا جائے گا۔ محاصرہ کئے بیٹھی شاہی فوج میں یہ مشہور ہو گیا کہ بندہ سنگھ بہادر کوئی جادوگر ہے اور اپنے جادو کے زور سے ساری فوج کو ختم کر دے گا۔ ان افواہوں کے ساتھ جب زوردار بارش شروع ہو گئی تو بادشاہ بہت گھبرایا۔ بارش کے ساتھ ہی اندر سے سکھوں نے چھاپے مار کر بھی شاہی فوج کا بہت نقصان کیا۔

آخر بارش بند ہوئی تو بادشاہ نے لڑائی کا دو ٹوک فیصلہ کرنے کا حکم دے دیا۔ فوج کی کمان

شہزادہ رفیع الشان کے حوالہ کی اور فیروز خاں میواتی اور دیگر تمام فوجی سرداروں کو مدد کے لئے اس کے ساتھ کر دیا۔

سکھوں کا مقابلہ

فیروز خاں میواتی سردار کو ہراول دستے دیکر آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا اور اس نے بڑھنا شروع کر دیا۔ ابھی وُہ شاہی کیمپ سے بمشکل ایک میل گیا ہوگا کہ سکھوں سے مقابلہ ہوگیا۔ سکھوں نے تیروں۔ گولیوں اور تلواروں سے اچانک حملہ کر کے شاہی فوج کو بہت نقصان پہنچایا۔ میواتی کا بیٹا بہت بُری طرح زخمی ہُوا اور بھتیجہ مارا گیا۔ سکھوں کے مقابلہ شاہی فوج کی تعداد چار پانچ گُنا تھی لیکن وُہ ڈٹ کر لڑے اور رات کا اندھیرا ہوتے ہی قلعہ کی طرف واپس چلے گئے۔

لوہ گڑھ کا آخری جنگ

اسی طرح شاہی فوجیں لڑتی ہوئیں آہستہ آہستہ بندہ سنگھ بہادر کی راجدھانی کی طرف بڑھنے لگیں۔ قلعہ کے پاس جب یہ شاہی فوج پہنچی تو سکھوں نے پھر گولیوں اور تیروں سے استقبال کیا۔ سکھوں نے مُغلوں کی نعش پر نعش چڑھادی۔ بادشاہ کا حُکم تھا کہ آگے بڑھ کر قلعہ پر حملہ نہ کیا جاوے۔ لیکن جب جرنیلوں نے اپنی فوج کا اسی طرح عظیم جانی نقصان ہوتا دیکھا تو بادشاہ کے حُکم سے لاپرواہ ہو کر حملہ کر دیا۔ قلعہ کے لئے گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی۔ شاہی فوج کے جوان سیڑھیوں کے ذریعہ قلعہ پر چڑھنے کے لئے بار بار حملہ ہوتے تھے اور سکھ اُن کو مار کر نیچے گرادیتے تھے۔ قلعہ کی دیواروں کیساتھ دُشمن کی نعشوں کے انبار لگ گئے۔ سچا نند دیوان کا لڑکا بھی اس گھمسان میں ہی مارا گیا۔ مرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں تھی لیکن رات کے اندھیرے کی وجہ سے لڑائی رُک گئی

لوہ گڑھ بھی گیا

گو مُغل فوج کا اس لڑائی میں سخت نقصان ہُوا لیکن سکھوں کا بھی اتنا نقصان ہُوا کہ جسکی تلافی نہیں ہو سکتی تھی۔ قلعہ کے اندر راشن اور سامانِ جنگ ختم ہو چکا تھا۔ اِسی لئے گُرمتا کیا گیا کہ قلعہ چھوڑ دیا جائے۔ اور دس بارہ سکھوں کے علاوہ تمام سکھ رات کے اندھیرے سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے قلعہ سے نکل گئے۔ بابا بندہ سنگھ بہادر کی راجدھانی بھی اس کے

ہاتھ سے نکل گیا۔

بندہ سنگھ بہادر بچ نکلا

سکھوں نے لوہ گڑھ کا قلعہ ۱۰ اور ۱۱ دسمبر ۱۷۱۰ء کی درمیانی رات کو خالی کیا۔ ۱۱ دسمبر کو قلعہ خالی دیکھ کر شاہی فوج اسمیں داخل ہو گئی۔ شاہی فوج میں یہ اعلان کیا گیا کہ بندہ سنگھ بہادر قیدی بنا لیا گیا ہے۔ لیکن بادشاہ کو یہ اطلاع قیدیوں کے پہنچنے سے پہلے ہی مل گئی تھی کہ وہ شیر پنجرے سے نکل گیا ہے۔ بعد میں پوری پوچھ پڑتال سے پتہ لگا کہ جسکو بندہ سنگھ بہادر سمجھ کر گرفتار کیا گیا وہ ایک دوسرا سکھ بھائی گلاب سنگھ تھا جس نے بندہ سنگھ بہادر کے لئے خود قربان ہو جانا اور اسکی شاہی پوشاک پہن کر گدی پر بیٹھ گیا تھا۔ بادشاہ اور اس کے جرنیل یہ سنکر بڑے ہی ٹپٹائے۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ بھائی گلاب سنگھ کو پنجرہ میں بند کر کے دہلی بھیج دیا گیا۔ یہاں اسکو شہید کر دیا گیا۔ بندہ سنگھ بہادر کو تلاش کرنے کی بڑی کوشش کی گئی۔ لوہ گڑھ اور اس کے ارد گرد کا پتہ پتہ چھان مارا گیا لیکن وہ نہ ملنا تھا اور نہ ملا۔ بادشاہ نے وہاں سے فوجی محاصرہ اٹھایا اور لاہور کی طرف کوچ کر دیا۔ ۱۱ اگست ۱۷۱۱ء کو بادشاہ بمعہ فوج لاہور میں داخل ہو گیا تاکہ وہاں بیٹھ کر سکھوں کو نیست و نابود کرنے کی مہم کو خود چلا سکے؛

بندہ سنگھ بہادر پہاڑ میں

راجگان پہاڑ سے لڑائیاں اور صلح کی کہانیاں

لوہ گڑھ کا قلعہ ہاتھ سے نکل جانا معمولی بات نہیں تھی - لیکن بندہ سنگھ بہادر نے دل نہیں چھوڑا - وہ پہاڑوں کی طرف آگے بڑھا اور چند آزمودہ ساتھیوں کے ساتھ کیرت پور پہنچ گیا - وہاں پہنچ کر سب سے پہلے اُس نے اِس بات کی تسلّی کر لی کہ شاہی فوج اُن کا پیچھا نہیں کر رہی اور پھر اپنی طاقت بڑھانی شروع کر دی لوہ گڑھ سے بکھرے ہوئے سنگھ بھی کیرت پور میں اپنے شیر دل جرنیل کی کمان میں پھر سے اکٹھے ہونے شروع ہو گئے اور چند ماہ کے عرصہ میں پھر بابا بندہ سنگھ کے پاس کافی طاقت جمع ہو گئی - باباجی میدانی علاقہ میں اتر کر پھر سے زور آزمائی کرنا چاہتے تھے - لیکن راجگان پہاڑ نے اپنی ناجائز حرکات سے اُن کو اپنے ساتھ لڑائی کے لئے مجبور کر دیا - بات یہی ہُوئی کہ بادشاہ نے تمام راجگان پہاڑ کو تاکیدی حکمنامے لکھے کہ وُہ اپنے علاقہ جات میں بابا بندہ سنگھ بہادر کو کہیں بھی پناہ نہ دیں - بلکہ اُسکو گرفتار کر کے بادشاہ کے پیش کر کے انعام حاصل کریں - بادشاہ کے اِس حکم کی وجہ سے پہاڑی راجے خبردار ہو گئے - اور جب اُن کو یہ معلوم ہُوا کہ بندہ سنگھ بہادر نے کیرت پور میں ڈیرے ڈال لئے ہیں تو اُنہوں نے اُس کو وہاں سے بھگانے یا گرفتار کرنے کے لئے زور شور سے تیاریاں شروع کر دیں -

بندہ سنگھ بہادر صرف بہادر جرنیل ہی نہیں تھا بلکہ اپنے اِرد گرد کے حالات سے پُوری طرح خبردار رہنے والا حکمران بھی تھا - راجگان پہاڑ کی اِس شیطانی کی اطلاعات اُس کے ہاں برابر پہنچ رہی تھیں - اُس کے جاسوس تمام پہاڑی پردیش پر چھائے

ہوئے تھے اور تمام راجگان کی حرکات کو کیرت پور میں پہنچانا اُن کا فرض تھا۔

کہلور کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی

اِن راجگان پہاڑ کا لیڈر کیلور کا راجہ بھیم چند تھا۔ وُہ مُغل حکومت کا وفادار اور مُلک کا غدّار تھا۔ سری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کے ساتھ مغلوں کی لڑائیوں میں بھی وُہ حِصّہ لیتا رہتا تھا اور آنند پور صاحب پر ہوئے بڑے حملے میں بھی بھاری تعداد میں فوج لے کر شامل ہُوا تھا۔ بندہ سنگھ بہادر یہ تمام باتیں اچھّی طرح جانتا تھا۔ اب اُس کو کیرت پور میں یہ اِطلاع اُس سے جاسُوسوں کی طرح سے مِلی کہ اِسی راجہ بھیم چند نے سکھوں پر حملہ کرنے کے لئے پندرہ ہزار کے قریب فوج جمع کر لی ہے اور ابھی اور کر رہا ہے۔

اِس خبر کو سُنکر بابا بندہ سنگھ بہادر کے دِل میں بدلے کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اُنہوں نے ایک بڑا بھاری دیوان سجایا۔ جسمیں تمام حالات پر روشنی پانے کے بعد سِکھّوں کو کہا کہ اِس دُشمن سے بدلہ لینے کا وقت آچکا ہے۔ اُٹھو! آگے بڑھو اور گیلور کی اینٹ سے اینٹ بجا دو۔ بابا بندہ سنگھ بہادر کی اِس للکار نے سِکھّوں میں غُصّہ کی زبردست آگ بھڑکا دی۔ اور وُہ آندھی اور طُوفان کی طرح کیلور کی طرف بڑھنے لگے۔ کون تھا جو اِس آندھی اور طُوفان کو روک سکتا۔ بندہ سِنگھ بہادر کی کمان میں سِنگھوں نے جن کی تعداد پانچ ہزار کے قریب تھی۔ کیلور پر حملہ کر دیا۔ راجہ بھیم چند کی پندرہ ہزار فوج پانچ ہزار سِکھوں کا مقابلہ نہ کر سکی اور قلعہ میں داخل ہو کر اس نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ اِس سے سِنگھوں کا غُصّہ اور غضب اور تیز ہو گیا۔ اُنہوں نے قلعہ کا دروازہ جلا ڈالا اور اندر داخل ہو کر پہاڑیوں کا قتلِ عام کرکے قلعہ اور شہر کی

اینٹ سے اینٹ بجادی - راجہ ہیم چند بمعہ اپنے لڑکے اجمیر چند - فوج کے کچھ سرکردہ افسروں اور کچھ جاگیرداروں کے گرفتار ہو گیا - بندہ سنگھ بہادر نے اُن سب کو عبرتناک سزائیں دیں - اور اپنی حکمرانی کا پرچم ایک دفعہ پھر لہرادیا -

معافی دے دی گئی

جب بندہ سنگھ بہادر کی اِس فتح عظیم کی خبر دور سر راجگان پہاڑ کو ملی تو وُہ ڈر گئے - اُنہوں کو اپنی بھلائی صرف معافی مانگنے اور اطاعت قبول کرنے میں ہی نظر آنے لگی - اُنہوں نے منڈی میں اپنی ایک میٹنگ کی اور راجہ منڈی کی رہنمائی میں ایک ڈیپوٹیشن کی شکل میں بندہ سنگھ بہادر کی خدمت میں حاضر ہوئے - اُنہوں نے سب سے پہلے اپنا معافی نامہ پیش کیا پھر اطاعت قبول کرتے ہوئے کہا کہ ہم راجے اور آپ ہمارے مہاراج - جو حکم آپ کریں گے ہم اسکو بجالائینگے - آپ اِس علاقہ کو اپنی سلطنت سمجھ کر ہی رہیں - منڈی کا راجہ زار زار رو رہا تھا - جس کو دیکھ کر بندہ سنگھ بہادر کو رحم آگیا - اِن راجوں نے یہ بھی کہا کہ ہم گرو گھر کے سچے سیوک ہیں اور امرت چھک کر سنگھ بننے کے لئے بھی تیار ہیں - بندہ سنگھ بہادر نے فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے اُن کو معاف کر دیا - کیلور کے جو قیدی ابھی تک اُس کے قبضہ میں تھے وُہ تمام رہا کر دیئے گئے - اُس نے اِس پہاڑی علاقہ میں رہ کر اپنی فوجی طاقت بڑھانے کا فیصلہ کر لیا اور دریں مطلب سب پہاڑی ریاستوں کا دورہ کرنے کا پروگرام بنا لیا - وُہ اپنی طرح ان پہاڑی راجوں کو بھی صاف دل ہی سمجھتے تھے - اُنہوں نے سوچا اگر یہ لوگ وفاداری سے ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جاویں تو مغل حکومت سے لڑائی میں بہت آسانی ہو جاویگی اُنہوں نے یہ دورہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ شروع کر دیا - تمام راجگان سے تعلق پیدا کر کے وُہ اُن کی طاقت ایک جگہ اکٹھی کرنا چاہتے تھے -

لوہا کے پنجرہ میں قید

اِس دورہ کے دوران میں وُہ جب ایک چھوٹی سی پہاڑی ریاست سلطان پور میں پہنچے تو وہاں کے راجہ مان سنگھ نے بڑی گرمجوشی

سے اُن کا استقبال کیا۔ لیکن بعد میں اُن کے ہمراہ بہت تھوڑے آدمی دیکھ کر اُس کا دل بے ایمان ہو گیا۔ اس نے بندہ سنگھ بہادر کو گرفتار کر کے مُغل حکومت کے حوالہ کر کے اِسکی خوشنودی حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ علیحدہ بات چیت کے بہانہ اِس نے بابا جی کو قلعہ میں بُلایا۔ اور بذریعہ فوج گرفتار کر کے لوہے کے پنجرہ میں قید کر دیا۔

اِس دھوکے نے بابا بندہ سنگھ بہادر کو پریشان کر دیا۔ ایسا دھوکہ کوئی دوست بن کر دے گا یہ بات اُنہوں نے کبھی سوچی نہیں تھی۔ اب جب ایک دوست نے اُن کو دھوکہ سے لوہے کے پنجرے میں قید کر لیا تو اِنتقام کی آگ اُن کے دِل و دِماغ میں بھڑک اُٹھی۔ اپنی ہوشیاری سے اُنہوں نے راجہ کے کچھ آدمیوں کو جو آپ کے پہرے پر لگائے گئے تھے اپنا شردھالو بنا لیا اور اُسی رات کو اُن کی مدد سے اِس قید سے رہائی حاصل کر لی۔ رہائی کے بعد بابا بندہ سنگھ بہادر نے راجہ مان سنگھ کو قتل کر کے اپنی اِنتقامی آگ کو ٹھنڈہ کیا اور آگے منڈی کی طرف کُوچ کر دیا۔

چنبہ کی راجکماری سے شادی

کیلور کی تباہی اور راجہ مان سنگھ کی عبرتناک موت نے تمام راجگان پہاڑی کی آنکھیں کھول دیں۔ اب وُہ جدھر بھی جاتے آگے سے راجے نذرانے لے کر ملتے۔ وُہ منڈی ہوتے ہوئے چنبہ پہنچے۔ وہاں سے راجہ اُودے سنگھ نے شاہی ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ آپ کا اِستقبال کیا۔ اپنے پاس محل میں ٹھہرایا اور اپنے ہاتھوں سے خِدمت کرنے لگا۔ جب وُہ بابا بندہ سنگھ بہادر کے زیادہ نزدیک آگیا تو اُس نے آپ کے سامنے شادی کی تجویز رکھ دی۔ آپ یہ تجویز سُنکر بڑے حیران ہوئے کیونکہ اُن کے لئے یہ تجویز بالکل نئی تھی شادی کا خیال بھی اب تک اُنہوں نے نہیں کیا تھا۔ لیکن راجہ اُودے سنگھ نے آپ کو قائل کر لیا کہ شادی ضرور کرنی چاہیئے۔ آخر راجہ نے یہ بھی بتا دیا کہ وُہ آپ کی شادی کسی غیر سے نہیں بلکہ اپنی ہی راجکماری سے کرنا چاہتا ہے۔ راجکماری بے حد خُوبصورت تھی۔ راجہ نے دونوں کی

مُلاقات بھی کرا دی - اور اِس مُلاقات کے اگلے روز یہ شادی ہو گئی - آپ نے یہ شادی پُورن گُورمریادہ کے مطابق کی - اِس شادی سے ہی آپ کے بڑے لڑکے اجے سِنگھ نے جنم لیا جو بعد میں آپ کے ساتھ ہی شہید ہو گیا -

بابا بندہ سِنگھ بہادر نے اِس کے بعد ایک اور شادی بھی کی - آپ کی اِس دُوسری بیوی کا نام صاحب کور تھا اور وزیرآباد کے ایک کھتری کی لڑکی تھی - اِس کے بطن سے آپ کا دُوسرا لڑکا رنجیت سِنگھ پیدا ہُوا -

بابا جی کو یہ شادیاں کرنی چاہیئے تھیں یا نہیں ؟ اِس کے متعلق طرح طرح کے خیالات پائے جاتے ہیں - لیکن ہم اِس بحث میں اُلجھنا اِس وقت مناسب نہیں سمجھتے -

بابا بندہ سِنگھ بہادر یہ شادی کروا کر وہاں چین سے نہیں بیٹھے رہے - بلکہ اِس دوران میں حاکمانِ وقت کو مغلوب کرنے کی سبیلیں سوچتے رہے - کئی قسم کی تجویزیں بناتے رہے - اور ساتھ ہی ساتھ اُن کی سیاست کا جائزہ لیتے رہے -

حکومتِ مُغلیہ کی بُنیادیں کھوکھلی ہو چکی تھیں - عوام اِس حکومت سے مُتنفر ہو چکے تھے - ہر طرف بغاوت کے عَلم بلند کئے جا رہے ہیں - اور کارپردازانِ حکومت کے علاوہ بادشاہ خُود بھی بڑا پریشان تھا - ایک بغاوت کو سر کرتا تو کوئی دُوسری طرف سر اُٹھا لیتا - اگر دکن میں کسی بغاوت کو سر کیا تو راجپوتانے میں ہلّہ ہو گیا - وہاں کا اِنتظام کیا تو پنجاب میں کھلبلی مچ اُٹھی -

بندہ سِنگھ بہادر نے اِس موقعہ کو غنیمت جانا اور اِس کا پُورا پُورا فائدہ اُٹھانے کے لئے پھر فوج اکٹھی کرنی شروع کر دی - پھر سے اسلحہ جمع کرنا شروع کر دیا - اعلےٰ نسل کے گھوڑے فراہم کرنے شروع کر دیئے - اور جب دیکھا کہ دشمن سے لوہا لینے کے قابل ہو گیا ہُوں تو پھر میدان میں اُتر آیا -

پھر میدانِ جنگ میں

بابا بندہ سنگھ بہادر کی پہاڑ سے واپسی

بابا بندہ سنگھ بہادر گرہست جیون میں پڑ کر بھی اپنے فرائض کو نہیں بھولا۔ وُہ پہاڑوں میں بیٹھا اپنی طاقت بنا رہا تھا اور مُغل حُکمرانوں کے زوال کا جائزہ بھی لیتا جا رہا تھا۔ دہلی کا بادشاہ بہادر شاہ لوہ گڑھ کی لڑائی کے بعد واپس دہلی میں نہیں گیا تھا۔ اُس نے لاہور میں ڈیرے ڈال دیئے تھے۔ سیاسی پریشانیوں نے بادشاہ کا دماغی توازن بہت بری طرح بگاڑ دیا تھا۔ اور وُہ سچ مُچ ہی پاگل ہو گیا۔ اور اس پاگل پن میں ہی وُہ ۲۶ فروری ۱۷۱۲ء کو چل پڑا۔

بادشاہ کی موت کے ساتھ ہی اُس کے بیٹوں میں اقتدار کی جنگ شروع ہو گئی۔ اتنی شدت سے کہ بادشاہ کی نعش بھی دو مہینے تک لاہور میں پڑی رہی۔ اور دو مہینوں کے بعد اسکو دھلی لے جا کر قبر میں اُتارا گیا۔ شاہی خاندان کی یہ لڑائی صُوبیداروں اور فوجداروں تک بھی آ گئی۔ سبکو اپنی اپنی پوزیشن بچانے کا فکر پڑا ہوا تھا۔ ایسی حالت سے بندہ سنگھ بہادر نے پُورا فائدہ اُٹھانے کا فیصلہ کیا۔ اُنہوں نے سکھوں کو اکٹھا کر کے ازسرِ نو فوج کی تنظیم کر لی اور پہاڑوں سے اُتر کر میدانِ جنگ میں کُود پڑا۔

لوہ گڑھ کی فتح اور شکست

بندہ سنگھ بہادر نے میدانِ جنگ میں اُترتے ہی پھر سے مُغل حکومت کے فوجدار امین خاں کو مار بھگایا اور قلعہ پر پھر سے قبضہ کر لیا۔ یہ فتح بہت خُوب تھی لیکن زیادہ دِن قائم نہ رہ سکی۔ دھلی کے نئے بادشاہ فرخ سیر کو جب یہ خبر پہنچی تو اُس نے ایک بڑی فوج قلعہ واپس لینے کے لئے بھیج دی۔ سِنگھوں نے اِس شاہی فوج کا

بڑے زور سے مقابلہ کیا۔ لیکن جب دُشمن کا دباؤ زیادہ بڑھا ہُوا نظر آیا تو سنگھ شیروں کی طرح گرجتے ہوئے قلعہ سے نکلے اور شاہی فوج کا محاصرہ توڑ کر صاف نکل گئے۔ وُہ قلعہ میں کچھ بھی باقی چھوڑ کر نہیں گئے اور سب ساز و سامان اپنے ساتھ لے گئے۔

لوہ گڑھ کا قلعہ پھر سے خالی کرنے کے بعد بندہ سنگھ بہادر جموں کی طرف نکل گیا۔ اصل میں وہ پہاڑ سے کچھ دیر سے اُترا تھا۔ اور حالات پھر ناموافق ہو چکے تھے۔ جموں کے علاقہ میں آپ نے ایک ڈیرہ قائم کر لیا اور وہاں ہی دُوسری شادی رچا لی جس کا ذکر ہم پیشتر ازیں کر چکے ہیں۔ شائد اب بندہ سنگھ بہادر گرہست اور بھگتی میں ہی باقی ماندہ زندگی گذارنا چاہتے تھے۔ لیکن مُغل حکومت سے بدلہ لینے کی جو آگ اُن کے دِل میں بھڑک رہی تھی اُس نے اُن کو چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ اور جلدی ہی وُہ پھر جنگ و جدل کے میدان میں کُودنے کے لئے مجبور ہو گئے۔ وُہ پنجاب کو مُغل سامراج سے آزاد کرانا اپنا سب سے پہلا فرض سمجھتے تھے اور اسکو پُورا کرنا اپنا دھرم۔ گھر گرہست اُن کے اِس مشن میں روڑا ثابت نہیں ہو سکا۔

دو سال کے بعد ہی بابا بندہ سنگھ بہادر پھر حرکت میں آ گیا۔ اُن کی سرگرمیوں کی اطلاعات ۱۷۱۴ء کے موسم گرما میں لاہور پہنچنی شروع ہو گئیں۔ لاہور کا اُس وقت کا صُوبیدار عبدالصمد خان ابھی کوئی کاروائی کے لئے سوچ ہی رہا تھا کہ بابا بندہ سنگھ بہادر ایک دفعہ پھر آندھی اور طُوفان کی طرح پنجاب کے میدانوں میں آ نمُودار ہُوا۔ اور اِن دو سالوں میں مُغل حُکام نے جو اتیا چار ہندُو سِکھوں پر کئے تھے گِن گِن کر اُس کے بدلے چکانے شروع کر دیئے۔

اُس نے وزیر آباد کے نزدیک دریائے راوی کو عبور کیا اور آتے ہی کلانور کا علاقہ فتح کر کے اپنی حُکمرانی کے پرچم لہرا دیئے۔ اِس کے فوراً ہی بعد اس نے بٹالہ سے امبر شہر پر حملہ کر دیا۔ وہاں کے مُسلمان حاکموں کو مار بھگا دیا۔ شہر کی تمام دولت لُوٹ لی اور سارے علاقہ کو اپنے دائرۂ حکومت میں شامل کر لیا۔ بٹالہ کے حاکم اور قاضی وغیرہ وہاں سے بھاگ کر لاہور اور دہلی پہنچے اور رو رو کر اپنی کہانی مُغل حکومت کے ذمّہ داروں کو سُنائی۔

گورداس ننگل کی لڑائی

بابا بندہ سنگھ بہادر مغل شاہی کی قید میں

بابا بندہ سنگھ بہادر کے اِس طرح تیزی سے پنجاب کے میدانی علاقہ میں آکر فتوحات حاصل کرنے سے دھلی اور لاہور میں ایک طرح سے بھونچال سا آگیا۔ بادشاہ اور صُوبیدار نے اپنی گدّیاں لرزتی ہُوئی محسُوس کیں اور اِس سنگھ خطرہ کے مقابلہ کے لئے فوراً فوج چڑھادی۔ بادشاہ فرخ سیئر کو یہ خبر اُس وقت مِلی جبکہ وُہ راجپوتانہ کی بغاوت کو دبانے میں لگا ہُوا تھا۔ وُہ اُس مہم کو ختم کرکے فوراً دھلی پہنچا اور اپنے آزمُودہ جرنیلوں کی کمان میں ایک بھاری فوج پنجاب میں بندہ سنگھ بہادر کے مقابلہ کے لئے بھیج دی۔ یہ کمان اُس نے دو مُسلمان جرنیلوں۔ کمرالدین خاں اور منظفر خاں نیز دو ہندو جرنیلوں راجہ گُلاب سنگھ اور اُودھے سنگھ کو سونپی۔ علاوہ ازیں بادشاہ نے شمال مغربی ہندوستان کے تمام صُوبیداروں۔ فوجداروں اور راجگان پہاڑ کے نام تاکیدی حُکم نامے جاری کِئے کہ بندہ سنگھ ایک باغی اور مُلک کا غدّار ہے۔ اِس کیخلاف شاہی فوج کی بڑی سختی سے مدد کیجاوے۔ بادشاہ نے اپنے اِس حُکمنامے میں بندہ سنگھ بہادر کے نام کے ساتھ ڈاکُو کا لفظ بھی اِستعمال کیا۔ اِس طرح شاہی فوج اِدھر اُدھر سے کمک اور مدد حاصل کرتی ہوُئی سنگھوں پر حملہ کے لئے آگے بڑھنے لگی۔ شاہی فوج میں یہ افواہ بڑے زور سے چکّر لگا رہی تھی کہ بابا بندہ سنگھ بہادر ایک جادُوگر ہے اور اُس پر دُنیا کی کوئی طاقت بھی فتح حاصل نہیں کر سکتی۔ بڑے بڑے جرنیل بھی اِس بات میں حقیقت سمجھ کر ڈر محسوس کر رہے تھے۔ اُنہوں نے بہت سے پیر اور مولانے ساتھ لے لئے تھے تاکہ وُہ اپنا کلام پڑھ کر بندہ سنگھ کے جادُو کو ناکام بنا دیں۔ اِس طرح جوش اور ڈر کے مِلے جُلے جذبات کے ساتھ شاہی فوج سنگھوں پر حملے کے لئے آگے بڑھ رہی تھی۔

دُوسری طرف بابا بندہ سنگھ بہادر نے اپنے اِس نئے حملے سے کلانور اور بٹالہ کے علاقے فتح تو کر لئے تھے لیکن اُن کے قدم ابھی اُس علاقہ میں جم نہیں سکے تھے۔ اُن کے لئے خاص مُشکل بات یہ تھی کہ کلانور اور بٹالہ کے اِس سارے علاقہ میں قلعہ کوئی نہیں تھا۔ ابھی سِکھ قلعہ بنانے کے سوال پر غور و خوض ہی کر رہے تھے کہ اُن کے جاسُوسوں نے شاہی فوج کے چڑھ آنے کی خبر لا دی۔ بابا بندہ سنگھ نے فوراً ہی مقابلہ کے لئے فیصلہ کر لیا۔ کوٹ مرزا خاں کے مقام پر ایک کچا قلعہ بنا کر ڈٹ گئے۔ اِس طرح یہ لڑائی اُنہوں نے بڑی ہی مُشکل حالت میں شروع کی۔ شاہی فوج کا حملہ شروع ہُوا۔ اسکی تعداد سِکھوں سے بہُت زیادہ تھی۔ پھر اِس کو سارے ہندوستان سے کمک اور مدد پہنچ رہی تھی۔ لیکن سِکھوں کو کہیں سے بھی کوئی مدد پہنچنے کی اُمید نہیں تھی۔ پھر بھی اُنہوں نے کئی روز تک مقابلہ کیا اور جب وہاں مقابلہ ناممکن نظر آیا تو وُہ دُشمن کا محاصرہ توڑ کر نِکل گئے۔ اور گورداس ننگل کی قلعہ نما حویلی میں جا مورچے لگائے۔

گورداس ننگل کی لڑائی

سِکھوں کا اِس گورداس ننگل کے قلعہ میں بھی محاصرہ ہو گیا۔ شاہی فوج محاصرہ کر کے تو بیٹھ گئی لیکن آگے بڑھ کر حملے کرنے کا حوصلہ اُس کے کسی بھی جرنیل کو نہیں پڑتا تھا۔ دُوسری طرف قلعہ کے اندر سِکھوں کے لئے مصائب کھڑے ہو رہے تھے۔ کھانے کے لئے نہ کچھ اُن کے لئے باقی بچا تھا اور نہ ہی اُن کے گھوڑوں کے لئے بھوک کے ساتھ ہی ساتھ بیماریوں نے بھی سر اُٹھا لیا۔ مصیبت اکیلی نہیں آتی اِس کے ساتھ ہی آپسی پھُوٹ نے بھی شکل دِکھا دی۔ اسوقت بائیس سو کے قریب سِکھ گُورداس ننگل کے اِس قلعہ میں تھے۔ ان کی اکثریت اب یہ چاہتی تھی کہ اگر مرنا ہی ہے تو باہر نکل کر لڑ کر مریں اور اگر ممکن ہو سکے تو دُشمن کی صفیں چیر کر نِکل جاویں۔ بابا بنود سِنگھ اِس تحریک کے رہنما تھے۔ دوسری طرف بابا بندہ سنگھ بہادر اِس حویلی نما قلعہ میں بند رہ کر حالات کا اور مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔ اُن کو اب بھی اپنی شکتی اور واہگورو کے معجزے پر بھروسہ تھا۔ وُہ سمجھتے تھے کہ شائد کوئی غیبی مدد حالات کو ایک دفعہ پھر بدل دیگی۔ لیکن بابا بنود سنگھ

اور اُن کے ساتھی ابھی کرو یا مرو کے اصُول کے مطابق کچھ کر گزرنے کا تہیّہ کئے ہوئے تھے۔ اس لئے اُنہوں نے بابا بندہ سنگھ بہادر کے ساتھ اس قلعہ میں بھُوکے نہ مرنے کا فیصلہ کیا۔ آدھی رات کو اُنہوں نے اچانک دروازہ کھولا اور دُشمن پر جھپٹ پڑے۔ اور اُسکو گاجر مُولی کی طرح کاٹتے ہوئے بچ کر نکل گئے۔

بابا بنود سنگھ کے ساتھ بارہ سَو کے قریب سوار بچ کر نکل گئے۔ دُشمن کا محاصرہ اُنہوں نے توڑ کر رکھ دیا۔ لیکن بابا بندہ سنگھ بہادر اور اُن کے ایک ہزار کے قریب ساتھی قلعہ میں ڈٹے رہے۔ حالت اب عجیب سی تھی۔ ایک ہزار سکھ قلعہ میں بابا بندہ سنگھ کی رہنمائی میں بے سرو سامانی کی حالت میں بیٹھے تھے۔ اُن کا راشن پانی بالکل ختم ہو چُکا تھا۔ دُوسری طرف شاہی فوج کے حوصلے بھی بہت بُری طرح پست ہو چُکے تھے۔ بندہ سنگھ بہادر کا ڈر اُن کو بہت بُری طرح پریشان کر رہا تھا۔ وُہ بھاگ جانا چاہتی تھی لیکن بادشاہ کا ڈنڈا اس کو ایسا کرنے سے بھی روک رہا تھا۔ بندہ سنگھ کے جوان شاہی فوج پر بدستور چھاپے مار رہے تھے۔ شاہی فوج کو تازہ دم کمک بڑی تیزی سے پہنچ رہی تھی۔ جسکی وجہ سے سکھوں کے لئے حالت نازک ترین ہوتی چلی جا رہی تھی۔

آخر صُلح کی بات چیت کا آغاز ہُوا۔ شاہی فوج کے جرنیل اور سمد خاں دلیر جنگ نے اپنے ایلچی بابا بندہ سنگھ کے پاس بھیجے اور اقرار کیا کہ اگر سکھ یہ جگہ خالی کر کے چلے جاویں تو اِن کا پیچھا نہیں کیا جاوے گا۔ اور اُن کو بچ کر جانے دیا جاوے گا۔ کئی دن اس سلسلہ میں بات چیت چلتی رہی اور آخر بابا بندہ سنگھ بہادر نے دُشمن کے اقرار پر بھروسہ کرنے کا ہی فیصلہ کر لیا۔

گُورداس ننگل قلعہ کا دروازہ کھُل گیا

شاہی فوج کے جرنیلوں کے اس اقرار کی وجہ سے سکھوں نے گُورداس ننگل کا قلعہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا اور اس کے دروازے کھول دیئے۔ لیکن ابھی سکھ باہر

نہیں نکلے تھے کہ دشمن نے اپنا اقرار توڑ کر حملہ کر دیا۔ مغل سپاہ تیزی سے قلعہ میں داخل ہو گئی۔ سکھوں نے جب اس بے ایمانی کو دیکھا تو مقابلہ کیا۔ وہ مردانہ وار لڑے اور دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے آدھے کے قریب بچ کر نکل گئے۔ باقی ماندہ شاہی فوج نے قیدی بنا لئے۔ ان قیدیوں میں بابا بندہ سنگھ بہادر کے علاوہ کوئی پانچ سو سنگھ تھے۔ جن میں سے تین سو کی مشکیں باندھ کر میدانِ جنگ میں ہی قتل کر دیا گیا۔ بادشاہ کو فتح کی یہ خبر ایک تیز رفتار گھوڑ سوار کے ذریعہ دہلی بھیج دی گئی۔ شاہی دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خوشخبری بادشاہ کو ۲۲ دسمبر ۱۷۱۵ء کو دہلی پہنچ گئی۔

سنگھوں کا عجیب جلوس

شاہی فوج کے جرنیلوں نے اس لڑائی میں قیدی بنائے گئے سنگھوں کا ایک عجیب جلوس بنایا۔ قتل کئے گئے سنگھوں کے سر نیزوں پر لٹکائے گئے اور مغل سپاہی اُن کو لیکر گورداس ننگل سے لاہور کو چلے۔ بابا بندہ سنگھ بہادر کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑ کر لوہے کے ایک پنجرے میں بند کر کے ایک ہاتھی پر بٹھایا گیا۔ جو دو سو سنگھ زندہ پکڑے گئے تھے اُن کو جکڑ کر اونٹوں اور گدھوں پر رکھا گیا۔

یہ جلوس چلا ہی تھا کہ شاہی فوج کے جرنیلوں کو محسوس ہوا کہ بادشاہ کے پیش کرنے کے لئے سر ناکافی ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اِرد گرد کے دیہات میں قتلِ عام کا حکم دے دیا۔ جتنے سکھ ملے موت کے گھاٹ اُتار کر اُن سب کے سر اُتار لئے گئے۔ اور اس طرح ان سروں کی تعداد تین سو سے تین ہزار تک بڑھا لی گئی۔

بندہ سنگھ بہادر کا ڈر اور رعب اب بھی شاہی فوج اور اس کے جرنیلوں پر چھایا ہوا تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ وہ اب بھی اپنے جادو کے زور سے بچ نکلے گا۔ اس لئے اُس کے پنجرے کے ساتھ شاہی فوج کے دو افسروں کو اس ہدایت کے ساتھ باندھ دیا گیا کہ اگر بابا بندہ سنگھ بہادر جادو کے زور سے اُڑنے لگے تو اُس کے پیٹ میں خنجر مار کر اُس کو ختم کر دیا جاوے۔

گورداس ننگل سے جب سنگھوں کا یہ جلوس لاہور پہنچا تو ایک عجیب نظارہ تھا۔

لوگ ہزاروں کی تعداد میں یہ تماشہ دیکھنے کے لئے شہر سے باہر سڑکوں پر نکل آئے تھے۔ اس جلوس کے آگے فوجی بینڈ بج رہا تھا۔ بینڈ کے بعد تین ہزار سکھوں کے سر نیزوں پر تھے۔ سروں کے اس عظیم جلوس کے بعد بابا بندہ سنگھ بہادر کا ہاتھی تھا اور اس کے پیچھے اونٹوں اور گدھوں پر جکڑے ہوئے دو سو سنگھ۔ پھر شاہی فوج فتح کے نعرے لگاتی اور جھنڈے لہراتی ہوئی آ رہی تھی۔

یہاں پر یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بابا بندہ سنگھ بہادر سے قلعہ بادشاہ کی طرف سے مکمل طور پر معافی دینے کے اقرار کر کے خالی کروایا گیا تھا۔ اور اس کے لئے قرآن شریف کو ضامن دیا گیا تھا۔ اس ضامن کی وجہ سے ہی سکھوں نے ۷ دسمبر ۱۷۱۵ء کو قلعہ خالی کیا۔ اس اقرار اور حلف کا جو حشر ہوا ناظرین مذکورہ بالا الفاظ میں پڑھ ہی آئے ہیں اور اب مزید کیا لکھا جاوے۔

بابا بندہ سنگھ بہادر دہلی میں

خاں صاحب ذکریا خاں کی کمان میں شاہی فوج کے مضبوط دستے بابا بندہ سنگھ بہادر اور ان کے زندہ اور مردہ ساتھیوں کے جلوس کو لے کر لاہور سے دہلی کی طرف چلے۔ لاہور سے جب یہ جلوس سرہند پہنچا تو وہاں کے مسلمانوں نے زندہ سکھوں پر بدلے کے زیر اثر خوب اینٹ اور پتھر برسائے لیکن سکھ گوربانی کا پاٹھ کرتے ہوئے مست رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ ظلم انہوں پر ذرا بھی اثر انداز نہیں ہو رہا۔

جب ۲۵ فروری ۱۷۱۶ء کو دہلی میں بادشاہ کو سنگھوں کے اس جلوس کی دہلی کے نزدیک پہنچنے کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے کچھ خاص آدمی اس لئے روانہ کر دیئے کہ وہ سکھوں کو اس طریقہ سے راجدھانی میں لاویں کہ دیکھ کر لوگوں کے دل و دماغ میں شاہی دبدبہ بیٹھے اور عبرت ہو۔

۲۷ فروری ۱۷۱۶ء کو ایک بھیانک جلوس راجدھانی میں داخل ہوا۔ سب سے آگے

تین ہزار سکھوں کے سر بانسوں پر اِس طرح لٹکا نے مغل سپاہی چل رہے تھے کہ تمام سروں کے لمبے لمبے بال پیچھے کی طرف لٹک رہے تھے۔ اِن سروں کے پیچھے بابا بندہ سنگھ بہادر کا ہاتھی تھا۔ لوہے کے پنجرے میں بند اِس شیر کا رعب اس وقت بھی قابلِ دید تھا۔ اُس کے سر پر سُرخ رنگ کی دستار تھی اور اُس کے ساتھ سونے کی زنجیر بندھی ہُوئی تھی۔ بندہ سنگھ بہادر کے پیچھے قیدی بنائے گئے دُوسرے سِکھ تھے۔ گورداس ننگل سے لے کر دہلی تک سِکھوں کی گرفتاریوں کا سلسلہ بھی شروع رہا تھا جس کی وجہ سے اِن قیدیوں کی تعداد اب ۷۹۴ ہو چکی تھی۔

بادشاہ نے خود قلعہ کے باہر آ کر اِس عظیم اور عجیب جلوس کا سواگت کیا۔ اُس نے بابا بندہ سنگھ بہادر۔ اُس کا صاحبزادہ اور باز سنگھ اور فتح سنگھ وغیرہ کچھ سرکردہ سردار قلعے میں بھیج دیئے اور باقی تمام سِکھ قتلِ عام کے لئے کوتوال سربراہ خاں کے حوالے کر دیئے گئے۔ شاہی فوج کے جرنیلوں کو انعام وغیرہ دیئے گئے۔

قلعہ گورداس ننگل سے لایا گیا جو سامان دہلی کی حکومت کے حوالہ کیا گیا اُس میں ایک ہزار تلواریں۔ ۲۷۸ ڈھالیں۔ ۱۷۳ کمانیں۔ ۱۸۰ بندوقیں۔ ۱۱۴ ڈیگر۔ کچھ اور چھوٹے چھوٹے ہتھیاروں کے علاوہ ۶۰۰ روپیہ نقد۔ سونے کی ۲۵ مہریں اور کچھ زیورات بھی تھے یہ وُہ مختصر سا سامان تھا کہ جس کے ساتھ بابا بندہ سنگھ بہادر نے آٹھ ماہ تک شاہی فوج کی عظیم طاقت کا مقابلہ کیا۔ ناظرین اندازہ لگائیں کہ اگر سامان اِتنا ناکافی نہ ہوتا تو لڑائی کا نتیجہ کیا نکلتا۔

سنگھوں کی شہیدیاں

دھلی میں قتلِ عام کا نظارہ

بابا بندہ سنگھ بہادر کا موت سے مردانہ وار مقابلہ

دھلی میں سکھوں کو قید کرنے کے بعد اُن کے پاس قاضی اور مولانے بھیجے گئے اُن کو ان مذہبی رہنماؤں کے ذریعہ کہا گیا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو اُن کو نہ صرف زندگی ہی بخش دی جاوے گی بلکہ عیش و آرام کے تمام سامان بھی دے دیئے جاویں گے۔ بہشت اور حوروں کا لالچ بھی دکھایا گیا اور دھمکیاں بھی دی گئیں لیکن کلغی دھر ستگورو کے سنگھوں پر نہ لالچ کا اثر ہوا اور نہ دھمکیوں کا۔ آخر مایوس ہو کر بادشاہ نے قتل کا کام شروع کرنے کا حکم جاری کر دیا۔

دھلی میں یہ قتلِ عام ۵ مارچ ۱۷۱۶ء کو شروع ہوا۔ چبوترہ کوتوالی کے سامنے پہلے ایک سو سکھوں کا جتھہ شہید کرنے کے لئے لایا گیا۔ اُن کے سامنے جلادوں نے تلواریں تیز کیں تاکہ سکھ ڈر جاویں۔ اُنہوں کو پھر کہا گیا کہ اگر زندگی چاہتے ہو تو اسلام قبول کر لو۔ لیکن گورو گوبند سنگھ کے کھنڈے کا امرت چھکنے والا سنگھ بھلا دھرم کس طرح چھوڑ سکتا تھا۔ تمام نے یہ پیشکش نفرت سے ٹھکرا دی اور جیکارے لگاتے ہوئے شہید ہو گئے

ایک سکھ بچہ کی بے نظیر بہادری دیکھنے میں آئی۔ اس کی ودھوا ماں نے بادشاہ کے حضور حاضر ہو کر درخواست کی کہ اس کا لڑکا سکھ نہیں ہے اس لئے اس کو چھوڑ دیا جاوے۔ بادشاہ نے یہ حکم جاری کر دیا۔ لیکن جب اس سکھ بچے

کی رہائی کا وقت آیا تو اس نے یہ کہہ کر رہا ہونے سے انکار کر دیا کہ میں سکھ ہوں۔ اگر یہ کہتی ہے کہ میں سکھ نہیں تو یہ میری ماں ہی نہیں۔ بوڑھی بڑی چیخی چلائی۔ اس نوجوان سکھ بچے کی شادی ابھی ابھی ہوئی تھی۔ بوڑھی نے اس کی عورت کی طرف سے بچے کے جذبۂ پیار کو اپیل مگر بے کار۔ وہ چھلانگ لگا کر جلاد کی تلوار کے نیچے جا پہنچا اور شہید ہو گیا۔

اس طرح دو تین دنوں میں تمام سکھ شہید کر دیئے گئے۔ اور لوگوں پر مرہٹی مغل حکومت کا رعب ڈالنے کے لئے ان کے سر اور لاشیں شہر کے اندر اور باہر درختوں پر لٹکا دی گئیں۔

بندہ سنگھ بہادر کی شہیدی

بندہ سنگھ بہادر اور اُن کے سرکردہ ساتھیوں کی باری تمام سکھوں کے بعد آئی۔ اس دوران میں دہلی میں مقیم سکھوں اور ہندوؤں نے بھاری دولت، چند حکام کو رشوت کے طور پر اس لئے دی کہ وہ بندہ سنگھ بہادر کو قتل ہونے سے بچا لیں۔ لیکن نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا اور آخر ۱۹ جون ۱۷۱۶ء کو بندہ سنگھ بہادر کو اس کے ۲۶ سرکردہ ساتھیوں کے ساتھ شہید کرنے کے لئے قلعہ سے نکال لیا گیا۔

یہ نظارہ بھی قابلِ دید تھا۔ بندہ سنگھ بہادر کو شاہی پوشاک پہنا کر لوہے کے پنجرے میں بند کر کے ہاتھی پر بٹھایا گیا۔ اُس شیر مرد کا چار سالہ معصوم بچہ اجے سنگھ اس کی گود میں تھا۔ باقی ساتھی جن میں سرداران باز سنگھ۔ رام سنگھ۔ فتح سنگھ۔ آلی سنگھ اور گلاب سنگھ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے اپنے بہادر جرنیل کے ہاتھی کے پیچھے ایک جلوس کی شکل میں جا رہے تھے۔

یہ جلوس قطب مینار کے پاس جا کر ختم ہو گیا۔ بابا بندہ سنگھ بہادر کو ہاتھی سے اُتار کر اور لوہے کے پنجرے سے نکال کر زمین پر بٹھایا گیا۔ دیگر سردار بھی اس کے پاس بٹھا دیئے گئے۔ اُن کے بیٹھنے کے بعد سربراہ خاں کوتوال نے شاہی

حکم سُنایا۔ اسلام اور موت میں جو چاہتے ہو اس کے لئے تیار ہو جاؤ۔

بابا بندہ سنگھ بہادر نے ہنس کر کہا کہ آپ اپنی تلواریں نکالیں۔ ہم شہیدی کے لئے بے قرار ہیں۔

جلّادوں کی تلواریں حرکت میں آئیں اور بابا بندہ سنگھ بہادر کے تمام ساتھی ایک ایک کر کے موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔ اُن کی لاشیں اور سر بابا بندہ سنگھ بہادر کے اِرد گِرد رکھ دیئے گئے۔ وُہ بہادر چونکڑی لگائے گُوربانی کا پاٹھ کئے جا رہا تھا۔

کوتوال نے وُہی شاہی حکم ایک بار پھر بابا بندہ سنگھ بہادر کو سُنایا۔ اُس کو کہا گیا کہ آپ اسلام قبُول کر کے شاہی اِقتدار حاصل کریں۔ اِس طرح کیوں مر رہے ہو۔ بابا بندہ سنگھ بہادر نے یہ پیشکش نفرت سے ٹُھکرا دی۔

بے رحمی کی اِنتہا

جب بندہ سِنگھ بہادر نے یہ شاہی پیشکش ٹُھکرا دی تو جلّاد آگے بڑھے۔ اُنہوں نے چار سالہ اَجے سِنگھ کو اُن کی گود میں بِٹھا دیا۔ اور اُن کو چُھری دے کر کہا گیا کہ وُہ اپنے ہاتھ سے اپنے لختِ جِگر کو قتل کریں۔ لیکن اُنہوں نے ایسا کرنے سے اِنکار کر دیا۔ اِس پر جلّاد خُود آگے بڑھا اور بچّے کو قتل کر کے اس کی چھاتی سے دِل نکال کر بندہ سِنگھ بہادر کے مُنہ میں زبردستی ڈالا گیا۔ لیکن وُہ بہادر خاموش واہیگُورُو کے چرنوں میں دھیان لگا کر بیٹھا رہا۔

بیٹے کے بعد باپ کا نمبر آیا۔ بابا بندہ سِنگھ بہادر کو جس ظالمانہ طریقہ سے قتل کیا گیا تاریخ میں اِسکی بہت ہی کم مِثالیں ہیں۔ کوتوال سربراہ خاں کے اِشارے سے جلّاد ایک چُھری لے کر آگے بڑھا اور اس نے اِس شیر دِل جرنیل کی ایک آنکھ نکال کر باہر پھینک دی۔ جلّاد کا خیال تھا کہ یہ اِنسان اِس سختی سے تڑپ اُٹھے گا۔ لیکن بابا بندہ سنگھ بہادر پر اِس کا بھی چنداں اثر نہیں پڑا۔ وہ بدستُور گُربانی کا پاٹھ کئے جا رہا تھا۔ جلّاد کچھ منٹ بُت بنا یہ حیرت انگیز بات دیکھتا رہا لیکن کوتوال کے اِشارے پر پھر اس کے سر پہ درندگی سوار ہو گئی۔ اِس کی چُھری میں پھر

حرکت پیدا ہُوئی - اور بندہ سنگھ بہادر کی دُوسری آنکھ بھی باہر نکل آئی -

دونوں آنکھوں کو نکالنے کے بعد جلّاد نے چھُری پھینک دی اور تلوار اُٹھالی - لیکن بابا بندہ سنگھ بہادر کا سر نہیں اُڑایا - ابھی اِس کی یاپُوں کہہ لیجئے کہ کوتوال اور مغل بادشاہ کی درندگی کو تسلّی نہیں مِلی تھی - اِس جلّاد نے بابا بندہ سنگھ بہادر کے دونوں ہاتھ اکٹھے کر کے تلوار کا ایک بھرپُور وار کیا اور دونوں کاٹ کر الگ پھینک دیئے -

اب جلّاد نے پھر تلوار پھینک دی - آگ میں لوہے کا جمُور گرم ہو چُکا تھا - آگ کی طرح گرم - بالکُل سُرخ - اِس کا دستہ لکڑ کا تھا - جلّاد نے وُہ نکالا اور بابا بندہ سنگھ بہادر کے جسم کی بوٹیاں نوچنے لگا - رُوئی کی طرح بوٹیاں اُتار اُتار کر پھینکی جا رہی تھیں لیکن وُہ بہادر انسان پہلے کی طرح ہی گُربانی کا پاٹھ کر رہا تھا - ست نام واہیگورو - ست نام واہیگورو رہ رہ کر اس کی زبان سے نکل رہا تھا -

ظُلم کی انتہا ہو گئی - صبر اور جبر کا مقابلہ تھا - آخر اِس لڑائی میں جبر کو شکست تسلیم کرنی پڑی - کوتوال اور جلّاد دونوں ہیر، اور ظُلم کرنے کی ہمّت نہیں رہی - جلّاد پریشان ہو گیا - اس کے ہاتھ رُک گئے - وہ کچھ پیچھے ہٹا اور جمُور اس کے ہاتھ سے گر پڑا کوتوال یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا - اِس نے اِشارہ کیا کہ اب یہ کھیل ختم کر دیا جاوے - جلّاد اب اِس سے آگے نہیں بڑھنا چاہتا تھا لیکن مجبُور تھا - مالک کا حُکم ماننے سے اِنکار کِس طرح کرتا - کوتوال کا اِشارہ پاکر اس نے پھر سے تلوار اُٹھائی اور بابا بندہ سنگھ بہادر کا سر اُتار دیا -

بابا بندہ سنگھ بہادر کی یہ عظیم شہادت ۱۹ ارجُون ۱۷۱۶ء کو عمل میں آئی تقریباً اڑھائی سو سال ہونے کو آئے ہیں لیکن آج بھی یہ شہادت تازہ معلوم ہوتی ہے یہ اَمر ہے اور بابا بندہ سنگھ بہادر بھی اَمر ہے - اُس شیر نر نے اِس مُلک میں جس آزادی کی بُنیاد رکھی اُس پر ہی اُس وقت سِکھ سلطنت کا محل تعمیر ہُوا - اور جو کچھ سپرٹ اُس کی شہادت سے پیدا ہُوئی وُہ اب بھی ہمارے مُلک اور پنتھ کو آگے بڑھنے کے لئے رستہ دِکھا رہی ہے -

(ختم شُد)

حکایات
سری گورو گوبند سنگھ صاحب جی
"ظفرنامہ" (سٹیک)
قیمت ۲/۸ روپے
از۔ نانک چند ناز
سندر گٹکا
سٹیک
۴/- روپے
سری گورو گوبند سنگھ جی
کی اپنی زندگی کے حالات
"وچتر ناٹک" (سٹیک)
از۔ نانک چند ناز
قیمت ۲/۸ روپے
سب سے بڑی
بھائی بالے
والی
جنم ساکھی
قیمت 8/- روپے
سری
گورو نانک صاحب اور دس گورو صاحبان
کے حالات
جیون
"بابا بندہ بہادر"
سکھ پنتھ کا بہادر جرنیل
از۔ نانک چند ناز
قیمت ۲/۸ روپے
اور دیگر
ہر قسم کی دھارمک
کتابیں خریدنے کیلئے
تشریف لایئے
"سکھ ساگر"
شریمد بھاگوت کا
اردو ترجمہ
پورے بارہ اسکندھ
قیمت ۱۰/- روپے
ملنے کا پتہ
بھائی جواہر سنگھ کرپال سنگھ تاجران کتب بازار مائی سیواں
امرت سر